آپ حدیث کیسے تلاش کریں؟

تقریظ: حضرت مولانا نورالبشر صاحب استاد حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

جس میں

- حدیث وعلوم حدیث کی سینکڑوں کتابوں کا تعارف اور اُن پر بصیرت افروز تبصرہ
- حدیث کا صرف کوئی ایک لفظ یاد ہے تو حدیث کیسے تلاش کریں
- صرف راوی کا نام یاد ہے باقی کچھ معلوم نہیں تو کن کتب کی مدد سے حدیث ملے گی
- حدیث کا صرف پہلا جملہ یاد ہے تو حدیث تک رسائی کے لیے کن کتب کی طرف رجوع کریں
- حدیث کے بارے میں کچھ معلوم نہیں صرف موضوع ذہن میں ہے مثلاً نماز، زکوٰۃ، جہاد، صبر، شکر وغیرہ تو حدیث تک کون سی کتب پہنچا سکتی ہیں
- حدیث کا صرف پہلا لفظ یاد ہے تو طلب حدیث میں کن مراحل سے گزریں
- صرف متواتر حدیثیں کہاں لکھی ہوئی ہیں، صحیح احادیث کے مآخذ کون سے ہیں

جیسے گراں قدر اور روزمرہ دامن گیر ہونے والے سوالات ومسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے

تالیف

آپ احادیث
کیسے تلاش کریں؟

① حدیث وعلوم حدیث کی سینکڑوں کتابوں کا تعارف اور ان پر بصیرت افروز تبصرہ۔ ② حدیث کا صرف کوئی ایک لفظ یاد ہے تو حدیث کیسے تلاش کریں؟ ③ صرف راوی کا نام یاد ہے باقی کچھ معلوم نہیں تو کن کتب کی مدد سے حدیث ملے گی؟ ④ حدیث کا صرف پہلا جملہ یاد ہے تو حدیث تک رسائی کے لئے کن کتب کی طرف رجوع کریں؟ ⑤ حدیث کے بارے میں کچھ معلوم نہیں صرف موضوع ذہن میں ہے مثلاً نماز، زکوۃ، جہاد، صبر، شکر وغیرہ تو حدیث تک کون سی کتب پہنچا سکتی ہیں؟ ⑥ حدیث کا صرف پہلا لفظ یاد ہے تو طلب حدیث میں کن مراحل سے گزریں؟ ⑦ صرف متواتر حدیثیں کہاں لکھی ہوئی ہیں؟۔ صحیح احادیث کے مآخذ کون سے ہیں؟۔
جیسے گرانقدر اور روزمرہ دامن گیر ہونے والے سوالات ومسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے

تالیف
مولانا محمد محسن گلزار

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

نام کتاب .... آپ احادیث کیسے تلاش کریں؟

تالیف .... مولانا محمد محسن گلزار

اشاعت اول .... جون 2010ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... فیاض احمد 0334-3432345 021-34594144

مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

ملنے کے پتے

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الأنور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

آئینہ کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

الشیخ الجلیل ،المحدث العظیم ،المحب الکریم

فضیلۃ الاستاذ نور البشر محمد نور الحق حفظہ اللہ و رعاہ و امتعنا اللہ بعلومہ الجلیلۃ

استاذ الحدیث ورئیس قسم التخصص فی علوم الحدیث النبوی الشریف بالجامعۃ الفاروقیہ کراتشی

ومدیر معہد عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کراتشی

حضرات علماءِ متقدمین اپنی وسعتِ مطالعہ ،قوّت ادراک اور حافظہ کی قوت سے احادیث کے مظان و مقاماتِ خفیہ تک آسانی سے پہنچ جاتے تھے۔جبکہ آج ان تمام امور میں جو انحطاط اور زوال ہے وہ مخفی نہیں ،آج ایک حدیث شریف کے منتہی طالب علم کیا، دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے علماء اور فاضلین کی کیفیت یہ ہے کہ ان کے سامنے جب کوئی حدیث یا اس کا ٹکڑا سامنے آتا ہے تو اس کے حوالہ کے سلسلہ میں پریشان ہو جاتے ہیں۔

اس پریشانی کے پیش نظر اللہ جزاءِ خیر دے ہمارے علماء نے ''تخریج حدیث'' کے عمل کو ایک فن کی صورت دے دی، اس کے لئے اصول طے کئے ،طریقۂ کار مقرر کئے ،اس سلسلہ میں سب سے پہلے ڈاکٹر محمود طحان حفظہ اللہ تعالی نے قلم اٹھایا، اس کے بعد تو اس میدان میں کئی حضرات نے قلم اٹھایا اور متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آگئیں۔اردو کا دامن اب تک اس سے خالی تھا،ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اردو

کے دامن کو بھی اس علم سے بھرا جائے۔

عزیز گرامی مولانا ابو محمد محسن گلزار نعمانی سلمہ اللہ تعالی، استاذ مدرسہ عربیہ قادریہ عید گاہ تلمبہ نے اس فن کی کتابوں کو سامنے رکھ کر اردو داں حضرات پر عموماً اور علومِ حدیث کے طلبہ پر خصوصاً احسان فرمایا کہ یہ کتاب: ''آپ حدیث کیسے تلاش کریں'' مرتب فرمادی، نیز انہوں نے مبتدیوں کے فائدے کے پیش نظر ڈاکٹر صبحی الصالح کی کتاب علوم الحدیث سے ضروری اصطلاحاتِ حدیث بھی درج کردی ہیں۔

دل سے دعا ہے کہ عزیز موصوف کی اس خدمت کو اللہ تعالی شرف قبول سے نوازے اور علماء وطلبہ کو اس سے فائدہ پہنچائے، نیز موصوف کے واسطے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

نور البشر محمد نور الحق

۱۴۳۱/۳/۱۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

فاضل جلیل، استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی دامت برکاتہم

مصنف کتب جلیلہ و رئیس المدرسین مرکز اہلسنت والجماعت سرگودھا

سابق استاذ الحدیث جامعہ حیدریہ خیر پور سندھ

الحمد للہ و کفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی: امابعد!

شریعت مطہرہ کا قرآن پاک کے بعد سب سے بڑا ماخذ احادیث رسول ہیں۔ حق تعالی نے جس طرح اس امت کے لئے حفظ قرآن کی نعمت کو آسان فرمادیا اسی طرح اس امت کے لئے علم حدیث کو بھی رائج فرمادیا۔ خیر القرون اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک تو ایسے رجال کار مظہر قدرت خدا بن کر سامنے آئے۔ جن کے سینے حدیث رسول کے سفینے تھے اور سینہ بسینہ یہ علم منتقل ہوا پھر یہ علم سینوں سے منتقل ہو کر اوراق کتب میں جگمگانے لگا۔ اب اگرچہ علم حدیث اکثر کتب کے اندر تھا مگر اہل علم ایسے جید الاستعداد حضرات تھے جو مراجع تک باسانی پہنچ جاتے تھے۔ ان کے وقت میں برکت تھی، بیسیوں دنوں کا کام وہ گھنٹوں میں نمٹاتے تھے۔ اب وہ زمانہ آ گیا کہ ادھر ذوق تحقیق رکھنے والوں کی قوی کمزور ہیں تو ادھر وقت کا دامن برکت سے خالی ہے، ہفتوں کا کام سالوں میں ہوتا ہے، لیکن چونکہ خدا کی ذات اپنے کمزور بندوں کے لئے آسانی کے اسباب مہیا کرتی رہتی ہے، جیسا کہ اس کی شان کریمانہ ہے، اس سلسلہ میں تصنیف کا کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ جس سے مقصد ایک استفادہ کرنے والے کے لئے ریسرچ کو آسان کرنا ہے۔ تخریج الحدیث کے موضوع

پر عربی میں تو کافی ذخیرہ موجود ہے لیکن اردو میں اس کا دامن خالی تھا۔ فاضل محقق حضرت مولانا ابو محمد محسن گلزار نعمانی صاحب بارک اللہ فی مساعیہ ہے جو کہ کم عمری میں ہی فن حدیث ، اصول حدیث ، اصول فقہ سے قبل رشک حد تک شغف رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ۔ نے ان کو گونا گو خوبیوں سے نوازا ہے جو اتنی عمر میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ آپ نے پہلی بار اردو زبان میں ایک احسن انداز میں اس موضوع پر یہ کتاب ''آپ حدیث کیسے تلاش کریں؟'' لکھی ہے اگر ارباب ذوق اس سے فائدہ اٹھائیں تو ان شاء اللہ وہ نفع کثیر اٹھائیں گے۔ اگر اس کتاب کو سامنے رکھ کر تخصصات حدیث وتقابل ادیان کے طلباء کرام کو کتب حدیث سے احادیث نکالنے کی عملی تربیت دی جائے تو ان کی استعداد کو چار چاند لگ سکتے ہیں بندہ دعا گو ہے کہ حق تعالیٰ فاضل مصنف کی عمر، علم اور جملہ مساعی جمیلہ میں برکات کی بارش فرمائے (آمین) بجاہ النبی الامی الکریم.

(حضرت مولانا) محمد محمود عالم صفدر (صاحب)

مرکز اہلسنت والجماعت سرگودھا

۵/۲/۱۴۳۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

مناظر اسلام عالم جلیل وکیل احناف حضرت اقدس مولانا الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ ناظم اتحاد اہلسنت والجماعت پاکستان

الحمد لله الذی جعل ولاية الانذار للفقهاء والصلوة والسلام على سيد الرسل وخاتم الانبياء وعلى آله واصحابه الاتقياء والاصفياء لا سيما على خلفاء الراشدين المهديين. اما بعد!

عزیزم محترم حضرت مولانا محمد محسن گلزار صاحب سلمہ اپنے ہم عصروں کے لئے باعث فخر اور قابل تقلید محنت کرنے والے ہمارے دوست ہیں مولانا کا مطالعہ اصول حدیث واصول فقہ وعربی ادب کے بارے میں بہت عمدہ ہے آپ تصنیفی ذوق بھی رکھتے ہیں نئی کتاب ''آپ حدیث کیسے تلاش کریں؟'' کا مسودہ پڑھنے کو ملا ماشاء اللہ عمدہ اور اپنی نوعیت کا پہلا کام ہے امید ہے اہل ذوق اور طلبہ دورہ حدیث، درجہ مشکوۃ ضرور استفادہ فرمائیں گے۔

والسلام

(حضرت مولانا) محمد الیاس گھمن (صاحب)

ناظم عمومی اتحاد اہلسنت والجماعت ومدیر ماہنامہ قافلہ حق

وماہنامہ بنات اہلسنت ومرکز اہلسنت والجماعت پاکستان

انتساب

میں اپنی اس حقیری کاوش کا انتساب

الشیخ الجلیل والفاضل النبیل والمحدث العظیم

نور البشر محمد نور الحق حفظه الله ورعاه

(صاحب التحقیق والتعلیق علی فتح الملهم شرح صحیح

مسلم للعلامة العثمانی واستاذ الحدیث ورفیق شعبة

التصنیف والتالیف بالجامعة الفاروقیة ورئیس قسم

التخصص فی علوم الحدیث النبوی الشریف بها ومدیر

معهد عثمان بن عفان رضی الله عنه بالکراتشی)

اور

فضیلة الاستاذالشیخ **ساجد بن العید الصدوی** حفظه

الله ورعاه ونفع به البلاد والعباد(محقق کتاب: ''کوثر

النبی للعلامة الفرهاروی والهدایة المطبوع بمکتبة

البشریٰ الکراتشی) استاذبقسم التخصص فی علوم

الحدیث بالجامعة الفاروقیة

اور

ان تمام طلباء وعلماء کے نام کرتا ہوں جو حدیث اور علوم حدیث سے

شغف اور ان کی خدمت کا سچا جذبہ رکھتے ہیں۔

کتبہ ابو محمد محسن گلزار نعمانی (قصور)

الشکر والتقدیر

میں اس حقیری کاوش کے دوران اپنے معاون ومددگار ساتھیوں ''الاخ فی اللہ'' متعلم **محمد اسد اللہ** حفظہ اللہ ورعاہ:

''الاخ فی اللہ'' حضرت اقدس مولانا **مفتی عمران طارق جھنگوی** صاحب دامت برکاتہم العالیہ استاذ جامعہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لاہور۔

الاخ فی اللہ عزیزی متعلم **محمد نادر عباسی** حفظہ اللہ ورعاہ ونفع بہ البلاد والعباد واکرمہ فی الدارین'' کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا وآخرت کی عزت، راحت اور سعادت سے نوازے اور دین ودنیا کے ہر عمل میں ان کا حامی وناصر ہو۔ (آمین)

ابو محمد محسن گلزار نعمانی (قصور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین، احمدک ربی حمد
الشاکرین،واشکرک شکر الحامدین. والصلاۃ والسلام علی خیر
الخلق اجمعین،المبعوث رحمۃ للعالمین. ورضی اللہ عن الصحابۃ
الکرام والتابعین باحسان ومن تبعھم من المھتدین الی یوم الدین.

وبعد: درس نظامی میں ہر علم وفن سے متعلق متعدد ومفید کتب داخل نصاب ہیں جنکی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے۔لیکن تخریج الحدیث (حدیث تلاش کرنا) سے متعلق کوئی کتاب ورسالہ ایسا نہیں جسکو پڑھ کر طالب علم کسی حدیث کے بارے میں یہ تحقیق کر سکے کہ یہ حدیث فلاں کتاب میں درج ہے۔ اور جب معاشرے میں اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ جناب! یہ حدیث ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس کتاب میں مل سکتی ہے؟ تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ وہ خاموش کھڑا رہ جاتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ کوئی کتاب ایسے ضوابط وطرق پر مشتمل ہونی چاہیئے جسکو پڑھ کر اپنی مطلوبہ حدیث تلاش کی جا سکے۔ اور بعض دفعہ کوئی ایسی حدیث سنتا ہے جو خلاف عقل معلوم ہوتی ہے تو دل اطمینان کے لیے چاہتا ہے کہ ایسی کتب معلوم ہوں جسمیں صرف موضوع (جھوٹی) احادیث لکھی ہوئی ہوں تا کہ اس مطلوبہ حدیث سے متعلق تحقیق کی جا سکے کہ آیا یہ ان میں سے ہے یا نہیں۔ اور بعض دفعہ حدیث کے کچھ الفاظ یاد ہوتے ہیں اور پوری حدیث معلوم نہیں ہوتی اور نہ یہ یاد ہوتا ہے کہ کہاں پڑھی ہے اور کس سے سنی

ہے تو اب ان چند الفاظ حدیث کے ذریعے مکمل حدیث تک راہنمائی کے طرق وضوابط کی ضرورت خوب محسوس ہوتی ہے اور کبھی اتنا یاد ہوتا ہے کہ یہ حدیث فلاں راوی سے مروی ہے لیکن الفاظ بھول جاتے ہیں تو اب راوی حدیث کی مدد سے الفاظ حدیث تک رسائی کے لیے دل مضطرب ہی رہ جاتا ہے۔ اور کبھی حدیث کا اردو میں مفہوم یاد ہوتا ہے لیکن عربی عبارت سے آگاہی نہیں ہو پاتی تو اب طریقہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ حدیث نبوی کے اصلی الفاظ میں حدیث مل سکتی ہے۔

قرون اولیٰ میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتے تھے کیونکہ احادیث ہزاروں کی تعداد میں یاد ہوتی تھیں ۔ لیکن آجکل معاملہ برعکس ہے اور حدیثیں کتابوں میں ہی مذکور ہیں ۔ اب ضرورت تھی اس بات کی کہ مندرجہ بالا ضروریات وسوالات کا حل کوئی کتاب قابل اطمینان انداز میں پیش کرے۔

اس ضرورت کو عربی زبان میں تو بہت عمدگی سے پورا کرنے کیلئے ذخیرہ کتب سامنے آچکا ہے۔ لیکن اردو زبان میں کوئی کتاب نظر سے نہیں گزری ۔ اسلئے میں نے عربی کی تین کتب۔

(۱) تخریج الحدیث الشریف للدکتور علی نایف البقاعی حفظه الله ورعاه

(یہ کتاب عرب کی متعدد یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے۔

(۲) اصول التخریج ودراسة الاسانید للدکتور محمود الطحان حفظه الله ورعاه.

(۳) المدخل الی علوم الحدیث للشیخ محمد عبدالمالک حفظه الله ورعاه.

سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کتاب: ''آپ حدیث کیسے تلاش کریں؟'' ترتیب دی ہے۔

سب سے پہلی کتاب: تخریج الحدیث الشریف للبقاعی کی ترتیب بہت سہل اور عملی تمرینات پر مشتمل ہے۔ اور حدیثی کتب کے بہت سے ایسے اسماء بھی اسمیں مذکور ہیں جو حدیث کے طالب علم کے لیئے بہت ضروری ہیں۔

اسلیئے کتاب کی ترتیب اور زیادہ مواد اسی کتاب سے ماخوذ ہے اور اپنی طرف سے جو بات کہیں عرض کی ہے اس میں اپنی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

کتاب سے استفادہ کرتے وقت اگر دی گیئں تدریبی و عملی تمرینات کو خود طالب علم کسی لائبریری یا مدرسہ کے کتب خانے میں جا کر وہاں مراجع و مصادر کی مدد سے حل کرے تو اسکی تخریجی استعداد خوب سے خوب تر ہو جائیگی اور حل شدہ تمرینات پر غور کرنے سے بھی یہ استعداد کافی حد تک حاصل ہو سکتی ہے لیکن از خود عملی تمرین کا اپنا مقام ہے۔ جو محتاج تعارف نہیں۔

کتاب میں پہلے حدیث تلاش کرنے کے پانچ طریقے اجمالاً مذکور ہیں۔

جن کو خوب توجہ سے پڑھنا چاہئے اور ان کی تفصیل بعد میں آئیگی۔ جسکے اندر ہر طریقے سے متعلق قابل استفادہ کتب کا ذکر ہے۔ ان سے عملاً استفادہ کرتے وقت ان کا مقدمہ پہلے غور سے پڑھنا چاہیے۔ تاکہ مفصل طور پر ہر کتاب کا منہج سامنے آجائے اور بعض کتابوں کا ذکر مجملاً اور بعض کتب تخریج کا تذکرہ تفصیلاً کتاب کے آخر میں آرہا ہے۔ جسکو بار بار پڑھنے سے ایک تخریجی ذوق اور اہلیت حاصل ہو سکتی ہے۔

ایک قابل ذکر بات

طلبہ دورہ حدیث و درجہ موقوف علیہ کے طلبہ چونکہ شرح نخبۃ الفکر پڑھ کر حدیثی اصطلاحات سے کسی حد تک واقف ہوتے ہیں لیکن عام مبتدی طلبہ ان سے واقف نہیں ہوتے اس لئے میں نے اس کتاب کی اصطلاحی عبارتوں کو قریب

الی الفہم کرنے کے لئے حصہ دوم کے نام سے اصطلاحات الحدیث اس کے آخر میں ملحق کر دی ہیں۔جس کے شروع میں تمہید کے عنوان سے اس کی تعریف و تفصیل بیان کردی ہے وہاں پر دیکھ لیا جائے۔

اور جیسا کہ آجکل بعض لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کے قائل نہیں اور عمل بالحدیث کے دعوی دار ہیں اور ائمہ اربعہ کے مقلدین سے احادیثی دلائل کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔تو اکثر وہ حدیثی موضوع اپنے سوال میں قائم کر دیتے ہیں۔مثلاً ترک رفع الیدین کی احادیث دکھائیں؟ یا آمین بالسر کی احادیث دکھائیں؟۔۔۔۔الخ (ان کا یہ مطالبہ درست بھی ہے یا نہیں؟ یہ مستقل تفصیل طلب موضوع ہے جس کی وضاحت میں نے اپنی کتاب ''حدیث کا حکم ایسے پہچانیئے'' میں کردی ہے جو ابھی زیر تکمیل ہے)

تو اب ایک طالب علم کو چاہئے کہ وہ یہ احادیث اگر دکھلانا چاہے یا اپنے طور پر خود ان احادیث کا مطالعہ کرنا چاہے تو ان کتب میں تلاش کرے جو حسب موضوع حدیث ترتیب دی گئیں ہیں۔اور بعض ان میں وہ کتابیں بھی ہیں جو مذھبی دلائل کا استیعاب کسی نہ کسی حد تک کئے ہوئی ہیں۔مثلاً

(۱) اعلاء السنن لظفر احمد العثمانی .

(۲) فتح الملهم مع التكملة علامه شبير احمد العثمانی ومفتی تقی العثمانی.

(۳) معارف السنن العلامه محمد یوسف البنوری.

(۴) بذل المجهود الشيخ خليل احمد السهارنفوری.

(۵) البناية شرح الهداية للعينی.

(٦) شرح معانی الآثار للطحاوی

(۷) عمدة القاری للعینی.

(۸) فتح القدیر لابن الهمام.

(۹) رسائل الکشمیری علامه انور شاه الکشمیری.

(۱۰) رسائل الشیخ المحدث محمد سرفرازخان صفدر

(۱۱) رسائل الشیخ المحدث المفتی السید مهدی حسن الدیوبندی.

(۱۲) رسائل الشیخ المحقق العلامة امین صفدر الأوکاروی رحمهم الله تعالیٰ اجمعین.

(۱۳) مقالات مدنی مطبوع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

ان کتابوں سے طالب علم کو اپنا مقصود مل جائے گا۔اور تصوف سے متعلق احادیث کی تحقیق "اتحاف السادة المتقین للزبیدی شرح احیاء علوم الدین للغزالی" اور حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی التھانوی کی "التشرف فی احادیث التصوف اور الاذکار للنووی" وغیرہ سے کی جاسکتی ہے۔اور باقی جہات سے حدیثی تلاش کی مکمل ترتیب کتاب میں مفصل بیان کی گئی ہے۔

کتاب اپنی منجملہ مباحث کے اعتبار سے درجہ موقوف علیہ، دورۂ حدیث کے طلباء، علماء، ائمہ مساجد، خطباء کیلئے بالخصوص اور باقی درجات کے طلبہ کیلئے بالعموم قیمتی علمی تحفہ ہے۔اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ اپنے بندوں کو اس کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔اور اس کو بندہ اس کے والدین واساتذہ کرام اور تمام مسلمانوں کے لئے ذخیرہ آخرت وذریعہ نجات بناتے ہوئے اس کا اجر وثواب میرے ایک نہایت محنتی وباصلاحیت نیک شاگرد محمد عاصم کشمیری رحمہ اللہ تعالی کے نامہ اعمال میں لکھے کہ اس سے بندہ کو علم وعمل کے میدان میں بہت سے امیدیں تھیں لیکن وہ دوران طالب علمی ہی اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔اللہ تعالی

ان کے ساتھ اپنے مقرب ومحبوب بندوں والا معاملہ فرما کر قیامت کے دن میرے لئے بھی ان کو ذریعہ نجات بنائے (آمین)

وما ذالک علی اللہ بعزیز

کتبہ العبد ابو محمد محسن گلزار نعمانی عفی اللہ عنہ وعافاہ (قصور)

استاذ مدرسہ عربیہ قادریہ عیدگاہ تلمبہ

و

مدرسۃ الحسنین رئیس آباد تلمبہ خانیوال

بروز پیر ۲۱/۳/۱۴۳۱ھ بمطابق ۸/۳/۲۰۱۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المقدمه

اس میں مندرجہ ذیل چند چیزوں کا بیان ہوگا۔

(۱) التخریج لغت واصطلاح میں۔

(۲) تعلیم تخریج کے لئے چند مفید کتابوں کا تذکرہ۔

(۳) مصادر حدیث کی طرف حوالہ منسوب کرنے کا طریقہ کار۔

(۴) تخریج حدیث کے بعض فوائد۔

(۵) تاریخ تخریج حدیث اور اس علم میں تالیف شدہ چند کتب کا تذکرہ۔

الباب الاول

اس میں تین فصلیں ہیں۔

الفصل الاول:

اس فصل میں ذکر کیا گیا ہے کہ حدیث کی تالیف وتصنیف تین صورتوں میں ہی ہوتی ہیں۔

(۱) احادیث موضوعات کے اعتبار سے۔ (۲) احادیث راوی کے اسماء کے اعتبار سے۔

(۳) احادیث حروف المعجم کے اعتبار سے۔

ان مباحث میں ان کتب احادیث کا تذکرہ ہے جو موضوعات کے اعتبار سے تصنیف ہوئیں ہیں مثلاً:

(۱) الجوامع (۲) السنن

(۳) المصنفات (۴) الموطات

(۵) المجامع (۶) کتب الزوائد

(۷) المستدرکات (۸) المستخرجات

(۹) الاجزاء

(۱۰) عام موضوعات اور جو کتابیں راوی حدیث کے اعتبار سے لکھی گئیں ہیں مثلاً:

(۱) المسانید (۲) المعاجم

(۳) کتب الاطراف ان کے بعد وہ کتب حدیثیہ مذکور ہیں جو حروف المعجم کے اعتبار سے لکھی گئیں۔

الفصل الثانی

اس فصل میں تخریج کی وسعت کے انتہائی امکانات اور ان طریقوں میں استعمال ہونے والا کتابی مواد بیان کیا گیا ہے اس میں تخریج حدیث کو تین درجات میں منقسم کیا گیا ہے۔

(۱) الوجیز (۲) الوسیط (۳) البسیط

پھر بتلایا گیا ہے کہ ان میں اصل تخریج نفس حدیث ہی کی تخریج ہے اور ایک حدیث کو تلاش کرنے کے لئے ایک سے زائد طریقے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

الفصل الثالث

اس فصل میں حدیث کی تلاش کیلئے کمپیوٹر پر سی ڈیز وغیرہ کے استعمال سے متعلق تذکرہ ہے اور بازار میں عام ملنے والے تین حدیثی پروگرام کا ذکر کر کے آخری دو کی قدرے تفصیل بیان کی گئی ہے

(۱) مکتبہ الحدیث الشریف بذریعہ کمپیوٹر سی ڈی میں حدیث تلاش کرنے کا پروگرام۔

(۲) موسوعۃ الحدیث الشریف۔ (۳) المحدث۔

الباب الثانی

طرق تخریج الحدیث الشریف

''حدیث تلاش کرنے کے طریقے''

اس باب میں پانچ فصلیں ہیں:

الفصل الاول

الطریقة الاولیٰ: تخریج الحدیث بمعرفة موضوعه

"حدیث کے موضوع کے اعتبار سے حدیث تلاش کرنا"

اس میں چند چیزوں کا بیان ہے:

(۱) اس طریقے کو کب اور کیسے استعمال کریں۔

(۲) اس طریقے میں استعمال ہونے والی کتب کی تقسیم: مفردہ، مشتملة، اصلیہ، غیر اصلیہ کے اعتبار سے۔

(۳) ان طریقوں پر عملی تطبیقات کے چھ مراحل تاکہ مبتدی آہستہ آہستہ اس طریق کے ذریعے حدیث تلاش کرنے کا عادی اور اس پر قادر ہو جائے۔

الفصل الثانی

الطریقة الثانیة: تخریج الحدیث بمعرفة راویه

حدیث کے راوی کا نام جان کر پھر حدیث تلاش کرنا اس میں بیان ہے کہ کتب المسانید اور معاجم کب استعمال ہونگی ان کے بعد کتب الاطراف جیسے کتاب المزی تحفة الاشراف اور کتاب ابن حجر اتحاف المهرة کب استعمال ہونگی یہ بات ذکر کی گئی ہے۔

الفصل الثالث

الطریقه الثالثة: تخریج الحدیث بمعرفة طرفه الاول

"حدیث کے پہلے جملے کی حدود سے حدیث تلاش کرنا"

اس میں مذکور ہے کہ یہ طریقہ کب استعمال ہوگا؟

اختلاف طرق الحدیث اور اختلاف روایات الحدیث میں کیا فرق ہے نیز ترتیب فہارس اوران میں کیا فرق ہے فہارس خاصہ، فہارس عامہ کونسی ہیں اوران کا استعمال کیسے ہوگا۔

الفصل الرابع

الطريقة الرابعة: تخريج الحديث بمعرفة احدى صفات السند او المتن

"متن وسند کی صفت وخاصیت کے اعتبار سے سے حدیث تلاش کرنا"

اس فصل میں استعمال میں آنے والی کتب کا تذکرہ ہے۔

(۱) کتب الاحادیث المتواترہ (متواتر احادیث)

(۲) القدسیه احادیث قدسیه (فرمودات الٰہیہ)

(۳) الصحیحیه (صحیح احادیث کی کتب)

(۴) الضعیفیه (ضعیف احادیث کی کتب)

(۵) الموضوعه (جھوٹی اور من گھڑت احادیث کی کتب)

(۶) المسلسله (مسلسل احادیث کی کتب)

(۷) المعلله (حدیث میں کسی قسم کی خرابی والی احادیث)

(۸) المرسله (وہ احادیث جن کی سند میں انقطاع ہو)

(۹) روایات الابناء عن الاباء (وہ احادیث جن کو اولاد نے اپنے والدین سے روایت کیا ہو)

(۱۰) المشتهرة على الالسنة (عام زبانوں پر متداول احادیث)

الفصل الخامس

تخريج الحديث الشريف بمعرفة لفظة من الالفاظ

"حدیث کے الفاظ میں سے کسی لفظ کی مدد سے حدیث تلاش کرنا"

یہاں مندرجہ ذیل عنوانات پر بحث ہوگی:

(۱) المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی (۲) کتب غریب الحدیث
(۳) المعجم المفہرس کے بعض عیوب (۴) تخریج میں کتب غریب کا فائدہ

خاتمہ

اس میں مندرجہ ذیل چیزیں مذکور ہیں:

(۱) تخریج کے بارے میں چند تکمیلی ابحاث۔

(۲) وہ مصادر ومراجع جو عام طور پر حدیث تلاش کرتے وقت استعمال ہوتے ہیں ان کی طویل فہرست۔

(۳) موضوعات کی فہرست۔

یہ اس کی آخری بحث ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اپنے بندوں کو اس سے خوب استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اگر کوئی صاحب علم طبقے میں سے اس میں کسی بھی خطا ولغزش پر مطلع ہو تو ان کی خدمت میں بندہ کا التماس وگزارش ہے کہ وہ اس خطاء پر مطلع فرما کر عند اللہ ماجور اور میرے شکریہ کا مستحق بنے اور اپنے قیمتی مشوروں اور آراء سے نواز کر احسان فرمائے اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے اور اس کو میرے لئے اور میرے اساتذہ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ذخیرہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ امین وما ذلک علی اللہ العزیز

العبد ابو محمد محسن گلزار نعمانی (قصور)
استاذ اصول فقہ وحدیث وبلاغت
مدرسہ عربیہ دار العلوم عید گاہ تلمبہ میاں چنوں خانیوال

۲۰۱۰/۳/۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المقدمہ

التخریج فی اصل اللغة: اجتماع امرین متضادین فی شی واحد

"متضاد چیزوں کا ایک چیز میں جمع ہونا"

تخریج کا اطلاق چند معانی پر ہوتا ہے:

(ا) الاستنباط: قال فی القاموس الاستخراج والاختراج: الاستنباط. (القاموس ۱/۱۹۲)

"یعنی استخراج کا معنی استنباط (کسی چیز سے کسی چیز کا اخذ کرنا)۔"

(۲) التدریب قال فی القاموس خرجه فی الادب فتخرج وهو خریج (کعنین بمعنی مفعول ای مخرج. (القاموس ۱/۱۹۲)

"یعنی اس نے ادب میں اس کو مشق کروائی تو وہ ادب میں مہارت یافتہ ہوگیا"۔

(۳) التوجیه :تقول خرج المسالة وجهها ای بین لها وجها والمخرج موضع الخروج یقال خرج مخرجا حسنا وهذا مخرجه. (لسان العرب (۲/۲۴۹)

ڈاکٹر محمود الطحان فرماتے ہیں:

اسی سے محدثین کا یہ قول ہے

هذا حدیث عرف مخرجه ای موضع خروجه وهو رواة اسناده الذین خرج الحدیث من طریقهم.

"یعنی یہ ایسی حدیث ہے جس کا مصدر معلوم ہے اور وہ راویوں کا سلسلہ ہے

جس طریق پر وہ حدیث روایت کی گئی ہے۔"

(لسان العرب ۲/۲۴۹) میں ہے

الخروج نقیض الدخول وقد اخرجه وخرج به فیکون الاخراج معناه الابرار والاظہار ومنه قوله تعالی کزرع اخرج شطاه. (سورہ الفتح آیۃ ۲۹) ای کمثل زرع ابرز واظهر فراخه

"یعنی الاخراج نکالنا کا معنی الابراز والاظہار ظاہر کرنا، دوسروں کے سامنے پیش کرنا۔"

ڈاکٹر محمود الطحان صاحب اصول التخریج ودراسہ الاسانید فرماتے ہیں:

ومنه قول المحدثین عن الحدیث اخرجه البخاری ای ابرزه للناس واظهره لهم ببیان مخرجه وذلک بذکر رجال اسناده الذین خرج الحدیث من طریقهم وکذلک قولهم خرجه البخاری بمعنی اخرجه ای ذکر مخرجه فهذا اصل اشتقاق المحدثین لکلمة التخریج ای اظهر مخرج الحدیث ای موضع خروجه وذالک بذکر رواة اسناده والله اعلم.

"یعنی محدثین کا قول حدیث کے بارے میں اسی وجہ سے ہے کہ بخاری نے اس حدیث کی تخریج کی ہے یعنی اس حدیث کو لوگوں کے سامنے اس کے مخرج کے بیان کے ساتھ ظاہر کیا اسی طرح ان کا قول خرجہ البخاری کا معنی ہے امام بخاری نے اس کے مخرج کو ذکر کیا ہے اور یہیں سے محدثین نے کلمہ التخریج کا اشتقاق واستنباط کیا ہے یعنی حدیث کے مخرج کا ذکر کرنا، یعنی جہاں حدیث مذکور ہے اس جگہ (کتاب) کو ذکر کرنا اور یہ سلسلۃ الشیوخ (الرواۃ) کے ذکر کرنے پر موقوف ہوتا ہے۔"

(ب) التخریج عند المحدثین

محدثین کے نزدیک تخریج کا اطلاق چند معانی پر ہوتا ہے ڈاکٹر محمود الطحان اصول

التخریج میں فرماتے ہیں:

(۱) فیطلق علی انه مرادف الاخراج ای ابراز الحدیث للناس بذکر مخرجه ای رجال اسناده الذین خرج الحدیث من طریقهم فیقولون مثلا هذا حدیث اخرجه البخاری او خرجه البخاری ای رواه وذکر مخرجه استقلالا.

''یعنی تخریج اخراج کا مترادف ہے کسی محدث کا یہ بتلانا کہ یہ حدیث امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی الخ میں سے کسی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی سند کو بھی ذکر کر دے۔''

آگے فرماتے ہیں:

قال ابن اصلاح فی "علوم الحدیث" وللعلماء بالحدیث فی تصنیفه طریقتان احداهما: التصنیف علی الابواب وهو تخریجه علی احکام الفقه وغیرها (علوم الحدیث ص ۲۲۸) فالمراد بقوله تخریجه ای اخراجه وروایته للناس فی کتابه.

''یعنی مسائل فقہیہ کو دوسرے مصادر ومراجع سے نقل کر کے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کرنا۔''

آگے فرماتے ہیں:

ویطلق علی معنی اخراج الاحادیث من بطون الکتب و روایتها قال السخاوی: فی فتح المغیث والتخریج اخراج المحدث الاحادیث من بطون الاجزاء والمشیخات والکتب ونحوها وسیاقها من مرویات نفسه او بعض شیوخه او اقرانه او نحو ذلک والکلام علیها وعزوها لمن رواها من اصحاب الکتب والدواوین. (فتح المغیث ۲/۳۳۸)

''یعنی کتب حدیث سے احادیث نکالنا اوران کی روایت کرنا بھی تخریج کے معنی کا ایک مصداق ہے حافظ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں محدث کا کتب حدیث اوراپنے شیوخ کی مرویات سے حدیث نکالنا اور بیان کرنا اوران پر کلام کرنا اوران کے اصلی مصادر کی طرف ان کے حوالے دینا تخریج کہلاتا ہے۔''

(۳) تخریج کا ایک معنیٰ دلالت بھی ہے یعنی

الدلالة علی مصادر الحدیث الاصلیة وعزوه الیها وذالک بذکر من رواه من المولفین قال المناوی فی فیض القدیر عند قول السیوطی: وبالغت فی تحریر التخریج بمعنی اجتهدت فی تهذیب عزو الاحادیث الی مخرجیها الی الشی من ائمةالحدیث من الجوامع والسنن والمسانید فلا اعزو الی شیء منها الا بعد التفتیش من حاله وحال مخرجیه ولا اکتفی بعزوه الی من لیس من اهله .وان جل. کعظماء المفسرین.

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۱/۲۰)

حدیث کے اصلی مراجع ومصادر کا حوالہ دینا اوران کی نشاندہی کرنا اور یہ ان مولفین کا نام ذکر کرنے سے ہوتا ہے جوان احادیث کو اپنی تالیفات میں ذکر کرتے ہیں۔اسی مطلب کوعلامہ المناوی نے فیض القدیر میں یوں بیان کیا ہے:

''میں نے تخریج کے معاملے میں بہت جدوجہد سے کام لیا ہے یعنی احادیث کا حوالہ ان احادیث کی کتب جوامع ،مسانید،سنن وغیرہ کا ہی دیا ہے جن میں اصالۃ مذکور ہیں اور یہ تمام عمل میں نے اصحاب کتب کے احوال ذاتیہ کی بحث وتحقیق کے بعد کیا ہے اوراس معاملے میں ان کتب پر اکتفا نہیں کیا جن کتابوں میں احادیث احادیث کی کتب سے نقل کی جاتی ہیں جیسے کتب تفاسیر، کتب فقہ، کتب سیرت، کتب تاریخ وغیرہ اگرچہ اصحاب کتب جلیل القدر مفسرین وفقہاء ہی کیوں نہ ہوں مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں تخریج کی اصطلاحی تعریف مندرجہ ذیل ہے''۔

تعریف التخریج اصطلاحا

ڈاکٹر محمود الطحان حفظہ اللہ اصول التخریج میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"التخریج هو الدلالة علی موضع الحدیث فی مصادره الاصلیة التی اخرجته بسنده ثم بیان مرتبته عند الحاجة".

اصطلاحی طور پر تخریج (حدیث تلاش کرنا حدیث کا حوالہ دینا وغیرہ) کہتے ہیں ان مصادر حدیث کی نشاندہی کرنا جن میں احادیث سند سمیت ذکر کی گئیں ہیں نیز اس کے بعد ضرورت پڑنے پر حدیث کا درجہ بیان کرنا۔

شرح التعریف

الدلالة علی موضع الحدیث . یعنی ان مولفات کے اسماء ذکر کرنا جن میں یہ حدیث مذکور ہے کقولنا مثلاً اخرجه البخاری فی صحیحه او اخرجه الطبرانی فی معجمه او اخرجه الطبری فی تفسیره اور اسی طرح کی اور عبارات۔

(۲) حدیثی مصادر اصلیہ کون کونسے ہیں؟

(۱) کتب سنت:۔ حدیث کی وہ کتابیں جن میں ان کے مصنفین اپنے سے لے کر آپ ﷺ تک مکمل اسانید کا ذکر کرتے ہوئے حدیث کا ذکر کرتے ہیں جیسے کتب ستہ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، موطا مالک، مسند احمد، مستدرک حاکم، مصنف عبدالرزاق وغیرہا۔

(۲) وہ کتب سنت جو اسانید کے اعتبار سے پہلی قسم کے تابع ہوں۔

۱...... جیسے کتاب الجمع بین صحیحین للحمیدی

۲...... اور وہ مصنفات جن میں انہی جیسی کتب کی اطراف جمع کی جائیں جیسے کتاب تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف للمزی۔

۳...... اور وہ مصنفات جن میں مندرجہ بالا کتب کا اختصار ہو جیسے تہذیب سنن ابی داؤد للمنذری اگرچہ اخیر الذکر میں علامہ منذری نے اسانید حذف کر دی ہیں لیکن حکماً مذکور

ہیں کیونکہ تفصیل کے لئے سنن ابوداؤد کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

(۳) الکتب المصنفه فی الفنون الاخری

جیسے تفسیر، فقہ، تاریخ کی وہ کتب جن میں احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے اور مصنفین ان میں اسانید کو بھی مکمل طور پر ذکر کرتے ہیں یعنی اپنے سے پہلے تصانیف حدیث سے نقل نہیں کرتے ان کتب میں سے تفسیر طبری اور تاریخ طبری کتاب الام لامام الشافعی وغیرہ ان کتب کو ان کے مصنفین نے سنت کا استیعاب کرنے کے لئے تصنیف نہیں کیا بلکہ اور مختلف فنون میں تصنیف کیا ہے اور ابحاث کے دوران احادیث کے نصوص سے استدلال کیا ہے یعنی آیات کی تفسیر کرتے وقت اور کبھی احکام کے بیان کے لئے وغیرہ۔ لیکن ان احادیث کو وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں اور حضور ﷺ تک احادیث کی اسناد ذکر کرتے ہیں یہی حدیث کے لئے مصادر اصلیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تخریج حدیث: ''تلاش کرنا، حدیث کا حوالہ دینا'' سکھانے والی چند کتب کا ذکر

دکتور علی نایف بقاعی حفظہ اللہ ورعاہ اپنی کتاب تخریج الحدیث الشریف میں [illegible] تے ہیں [illegible] تخریج الحدیث کے موضوع پر تصانیف کا سلسلہ کوئی زیادہ قدیم نہیں ہے زیادہ سے زیادہ اس فن پر تصانیف کا سلسلہ چالیس سال قبل تک پرانا ہوگا اور اس فن میں لکھنے والے لوگ اکثر زندہ ہیں ان کتب کا مصنفین اور ناشرین کتب کے تذکرے کے ساتھ یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) حصول التفریج باصول التخریج لابی الفیض احمد بن الصدیق الغماری المتوفی سنة ۱۳۸۰ھ نشر فی الریاض بمکتبة طبریة .

(۲) اصول التخریج ودراسة الاسانید لدکتور محمود الطحان نشر فی بیروت بدار القرآن ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸م .

(۳) کشف اللثام عن اسرار تخریج احادیث سید الانام للدکتور عبد الموجود محمد عبد اللطیف نشر فی مصر بدار ابن تیمه ۱۹۸۵ م .

(۴) طرق تخریج حدیث رسول ﷺ للدکتور عبد المهدی عبد القادر نشر فی مصر بدارالاعتصام ۱۹۸۷ م .

(۵) اصول التخریج وطرق تخریج الحدیث للدکتور شاکر ذیب فیاض .

(۶) منهج دراسة الاسانید والحکم علیها ویلیه دراسة فی تخریج الاحادیث الدکتور ولید بن حسن العانی المتوفی سنة ۱۴۱۶ھ . ۱۹۹۶ م نشر فی الاردن بدارالنفائس ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۷م .

(۷) علم تخریج الاحادیث: اصوله، طرائقه، مناهجه ،للدکتور محمد محمود بکار نشر بدار طیبة فی الریاض ۱۴۱۸ھ.

(۸) تخریج الحدیث للدکتور همام عبد الرحیم سعید نشر جامعة القدس المفتوحة فی عمان ۱۹۹۶ م .

(۹) تبسیط علم التخریج للدکتور مصطفی سلیمان الندوی نشر دار الکلمة .

(۱۰) التاصیل لاصول التخریج للشیخ بکر بن عبد الله ابو زید نشر بدارا لعاصمه فی الریاض ۱۴۱۳ھ .

(۱۱) مفاتیح علوم الحدیث وطرق تخریجه لمحمد عثمان الخشت نشر مکتبة الساعی فی الریاض وغالبه فی مصطلح الحدیث .

(۱۲) فن تخریج الحدیث للدکتور عزت علی عید عطیه یہ ایک مقالہ ہے جو کلیة الشریعة واصول الدین والعلوم العربیة والاجتماعیةبالقصیم سے نشر کیا گیا سنۃ ۱۴۰۲ھ۔

(۱۳) مناهج المحدثین حدودها وغایتها ومصادرها للشیخ الدکتور

نور الدین حفظه الله ورعاه اس میں ڈاکٹر صاحب نے تخریج اور مناہج المحدثین کے درمیان فرق واضح کیا ہے یہ مقالہ مجلۃ الاحمدیہ العدد الخامس میں طبع ہوا جس کا سن طباعت المحرم ۱۴۲۱ھ۔

(۱۴) **طرق تخریج اقوال الصحابة و التابعین لتکملة کتاب طرق تخریج حدیث رسول الله ﷺ عبد المهدی عبد القادر عبد الهادی القاهره مکتبة الایمان ۱۴۱۷ھ**

صوغ العزو للمصادر

(حدیث تلاش کرنے کے بعد آپ اس کا حوالہ کیسے تحریر کریں؟)

اس سے مراد ان معلومات کو تحریر کرنا ہے جن کو حدیث تلاش کر کے حاصل کیا گیا ہے تا کہ پڑھنے والے کی حدیث کے مصدر تک راہنمائی کی جا سکے اور ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) مصنف کا نام (۲) کتاب کا نام (۳) فقہی اعتبار سے کتاب (کتاب الصلوۃ کتاب الزکوۃ وغیرہ) (۴) وہ باب جس میں حدیث مذکور ہے (۵) حدیث کا نمبر اگر موجود ہو (جیسے آجکل بیروتی کتب میں پایا جاتا ہے) (۶) جزء کا نمبر (کہ اکثر کتابیں متعدد اجزاء اور کئی کئی جلدوں میں ہوتی ہیں) (۷) صفحہ نمبر جس میں حدیث مذکور ہے (۸) ان چیزوں کے بیان کے بعد کسی حدیث کا حکم یا اس کے متعلق اپنی رائے پیش کرنا افضل ہے اگر چہ ہر حدیث پر ہر ایک کے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا۔

قاری ان تمام باتوں کا استحضار رکھتے ہوئے جب اپنے پاس موجود کتاب میں دیکھے گا تو عین ممکن ہے اس کے طبعہ میں مندرجہ بالا میں سے اکثر اشیاء تبدیل ہوں لیکن کچھ بھی ہو دو چیزیں تو ہر حال میں قاری کو مل ہی جائیں گی اور ایک کتاب کی تخریج کے دوران ایک ہی طرز تحریر برقرار رکھنا چاہیے۔

حوالہ دینے کا بہترین اسلوب

سب سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے

(۱) مصنف کا نام۔(۲) تصنیف کا نام۔(۳) کتاب کا نام (کتاب الصلوۃ کتاب الحج وغیرہ میں سے)۔(۴) باب کا نام (کتاب کے اندر ذیلی عنوان وغیرہ)۔(۵) حدیث نمبر اگر مل جائے۔(٦) پھر جز اور صفحہ نمبر

ہاں اگر ان سے پہلے کتاب نمبر اور باب نمبر مل جائیں تو درج کر دیا جائے۔اس طریق کو عملی مثال سے سمجھیں۔

حوالہ تحریر کرنے کا عملی نمونہ:

"حدیث الانصار لا یحبھم الا مومن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبہ اللہ ومن ابغضھم ابغضہ اللہ."

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث:

(۱) البخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب حب الانصار من الایمان ح(۳۷۸۳)

(۲) ومسلم الصحیح کتاب (۱) الایمان باب (۳۳) الدلیل علی ان حب الانصار وعلی رضی اللہ عنھم من الایمان الخ.

(۳) والترمذی الجامع کتاب المناقب باب (٦٦) فی فضل الانصار وقریش ح (۳۹۰۰)، ۵/۷۱۲)

(۴) وابن ماجہ السنن المقدمہ باب (۱۱) فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ فضل الانصار ح (۱٦۳)، ۱/۵۷)

ملاحظہ:۔ غور کریں ہم نے کتب اور ابواب کے نمبر قوسین کے درمیان ذکر کیے ہیں کیونکہ ان کے وہ طبعات جو ہم نے استعمال کیے ہیں ان میں نمبر موجود ہیں۔اور صحیح بخاری

کے اندر ذکر نہیں کیے کیونکہ اس طبعہ میں ارقام موجود نہیں۔

فوائد التخریج

(حدیث تلاش کرنے کے فوائد)

تخریج حدیث کے چند فوائد یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) تخریج کی وجہ سے ہمیں حدیث مصادر اصلیہ میں مل جاتی ہے اس کی سند متن کی حقیقت صحیح عیاں ہوتی ہے ہمارے پاس جو کتاب غیر حدیثی ہے اور اس میں ایک حدیث مذکور ہے اس میں اور مصادر اصلیہ میں موجود حدیث میں موافقت الفاظ ومفہوم کے اعتبار سے ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اگر مخالفت ہے تو اس پر بھی ہم مطلع ہو جاتے ہیں۔

(۲) تخریج کے ذریعے ہمیں حدیث پر ائمہ کا کیا گیا کلام معلوم ہوگا کہ حدیث ضعیف ہے یا صحیح ہے اگرچہ بخاری ومسلم کی احادیث پر امت کا اجماع ہے کہ وہ سند کے اعتبار سے صحیح حدیثیں ہیں اور ترمذی اپنی جامع میں حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں حدیث صحیح او حسن او غریب او غیر ذالک اور بہت سے ائمہ اپنی کتابوں میں حدیث پر حکم لگاتے ہیں جن کی وجہ سے حدیثی احکام جاننا آسان ہو جاتا ہے۔

(۳) تخریج بسیط سے حدیث کے مختلف طرق اور متعدد سندوں کو تلاش کرنا) حدیث کے متعدد طرق کا معلوم کرنا اور انہی کی وجوہ سے یہ معلوم کرنا کہ یہ خبر واحد ہے یا مشہور اور متواتر وغیرہ

(۴) تخریج بسیط سے حدیث کے مزید شواہد کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور بعض طرق میں جو متابعات ہوتے ہیں وہ بھی معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے آیا حدیث ان متابعات سے قوی بن سکتی ہے یا نہیں۔

(۵) تخریج حدیث اور اس کے جمیع طرق کو جمع کرنے سے حدیث کی علل اور حدیث

میں موجود شذوذ اور زیادۃ الثقہ کی خبر ہوتی ہے کما قال علی بن المدینی الباب اذا لم تجمع طرقه لم یتبین خطوه اگر باب کے تمام طرق جمع نہ کیے جائیں تو اس کی خطائیں اور علل ظاہر نہیں ہوتیں۔

(۶) تخریج حدیث سے یہ بھی ممکن ہے کہ معانی الغریب بھی معلوم ہو جائیں جو دوسری روایات میں آئے ہیں کما قال ابو حاکم الرازی لو لم نکتب الحدیث من ستین وجها ما عقلناه اگر ہم حدیث کے ساٹھ طرق جمع نہ کریں تو اس کے معانی ومطالب کو نہ سمجھ پائیں۔

(۷) تخریج حدیث کے ذریعے ممکن ہے کہ ایک موضوع پر ہم اکثر احادیث کو جمع کر کے ایک موضوع پر بحث ودراسہ کا حق ادا کر دیں اور ان احادیث کی شروحات میں ان معانی ومطالب پر حاوی ہو جائیں جو ائمہ نے بیان کیے ہیں یہ تخریج حدیث کا فائدہ ہر مصنف، مدرس، داعی الی اللہ اور طالب علم سبھی کے لئے ہوتا ہے۔

(۸) تخریج کے بہت سے فوائد میں سے چند فوائد فوائد المستخرجات کے تحت ذکر ہوں گے مثلاً مبہم کی تعیین، مہمل کی تمیز اور سماع کے ساتھ مدلس کی تصریح علو الاسناد کی پہچان وغیرہ ذلک۔

نبذة فی تاریخ التخریج و بعض ما الف فیه

﴿تخریج کی تاریخ اور چند اس فن میں مدون شدہ کتب کا ذکر﴾

گذشتہ صدیوں میں علماء تخریج الاحادیث کے محتاج نہیں تھے کیونکہ اس وقت احادیث کو سند سمیت روایت کرنے کا معمول تھا جب بعض احادیث بغیر اسناد مثلاً بلاغات ومعلقات موطا امام مالک میں پائے گئے تو علماء نے ان کے متصل ہونے کی تفتیش شروع کی۔

قال الغماری فصنف الحافظ ابو عمر احمد بن خالد بن یزید

القرطبی المعروف بابن الحباب المتوفی سنة ۳۲۲م
مسند حدیث الموطا .
وصنف الحافظ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله الغافقی الجوهری المصری المتوفی ۳۳۵مسند الموطا ایضا ولما کان هولاء متقدمین موجودین فی زمن الاسناد والاخراج جاء ت مصنفاتهم جامعة بین التخریج والاخراج فمن حیث انها مسندة کانت اصولا یعزی الیها ویخرج منها ومن حیث ان اصحابها قصدوا وصل ما فی مصنفات غیرهم من المراسیل والمعلقات کانت کالتخاریج لتلک المصنفات .

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ چند تصانیف میں ایسی احادیث آ گئیں تھیں جن کی اسناد مذکور نہیں تھیں صرف انہی کی اسناد کی تفتیش میں انہوں نے کتابیں لکھیں، جیسے مسند حدیث الموطا لابن الحباب ،ایسے ہی مسند الموطا للجوھری کیونکہ ان کے زمانے میں احادیث سندوں کے ساتھ نقل کی جاتی تھیں اور کتابوں میں بھی سندوں سمیت ذکر ہوتی تھیں اور جب کتابوں میں چند احادیث مراسیل ومعلقات میں سے آ جاتیں تو علماء انہیں کی وہ سندیں تلاش کر کے کتابوں میں پیش کر دیتے جن میں یہ متصل ومرفوع ہوتیں اور اس وقت یہی تخریج کہلاتی تھی۔

ڈاکٹر بقاعی اپنی تصنیف تخریج الحدیث الشریف میں فرماتے ہیں:

وبتقدم الزمان وتحدیدا فی القرن السادس صارت کتب الفقه و التصوف بل وبعض کتب الحدیث تذکر احادیثها بلا اسانید مماحدا الی توقف الاحتجاج بها حتی تبین قبولها فانبری ائمة لتخریج احادیثها وبیان مراتبها حتی یتمیز ما یحتج به من غیره ویمکن ان نعتبر ان القرن الذی ظهر فیه التخریج بالاصطلاح

الذی ذکرناہ اول الکتاب ھو القرن السادس الھجری

یعنی چھٹی صدی ہجری میں اصطلاحی تخریج جب وجود میں آئی جبکہ کتب فقہ بعض حدیث اور تصوف میں اسانید کے بغیر احادیث ذکر کی جانے لگی آگے فرماتے ہیں:

(تخریج الحدیث الشریف ج ا ص ۲۶)ومن اوائل کتب التخریج علی ما یبدو کتاب الحازمی(المتوفی ۵۸۴ھ) فی تخریج احادیث المھذب فی الفقه الشافعی للشیرازی لم یتمه ثم کثر التخریج فی القرن الثامن وما تلاہ فصنف الزیلعی (م ۷۶۲) نصب الرایة لاحادیث الھدایة فی الفقه الحنفی وصنف العراقی (م ۸۰۶) المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار وصنف ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲) التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ای الشرح الکبیر للرافعی علی الوجیز للغزالی وصنف السیوطی (م ۹۱۱) مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفا للقاضی عیاض .

ان کتابوں کے علاوہ علامہ الکتانی نے الرسالة المستطرفة (ص ۱۸۵۔۱۹۰) میں بہت سے ایسی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو فن تخریج میں لکھی گئیں ہیں اسی طرح علامہ الغماری رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب حصول التفریج باصول التخریج ص ۲۶۔۳۵ پر ان لوگوں کے نام درج کیئے ہیں جنہوں نے تخریج میں کتابیں لکھی ہیں اور درج کرنے کی ترتیب قرون کی ترتیب کے مطابق ہے۔

ان کے علاوہ آجکل عرب یونیورسٹیوں میں مقالہ جات کی ترتیب پر متعدد کتابیں لکھی گئیں اور آئے دن لکھی جارہی ہیں وہ بھی تخریج کے اچھے مصادر ومراجع ہیں۔

الفصل الثانی

مناہج تصنیف کتب الحدیث

﴿حدیث کی کتب لکھنے کے مختلف طریقے اور انداز﴾

حدیث میں تصانیف تین طریقوں میں سے لازماً کسی ایک طریق پر ضرور ہوتی ہیں۔

(۱) مرتبہ علی الموضوعات موضوعات کے مطابق تصنیف شدہ

(۲) بحسب راوی الحدیث حدیث کے راوی کے اعتبار سے

(۳) علی حروف المعجم حروف ہجاء کے اعتبار سے جیسے طالب علم کے لیے ان مباحث کی پہچان اور معلومات ان تین قسموں میں تصانیف سے متعلق زیادہ ہو جائے گی اتنی ہی تخریج اس کے لئے آسان ہوتی جائے گی۔

اوّلاً: الکتب الحدیثیة المرتبة علی الموضوعات

﴿وہ کتب جو موضوعات کے اعتبار سے مدون شدہ ہیں﴾

(۱) الجوامع :۔ان کو جوامع الفنون بھی کہتے ہیں یہ وہ حدیثی کتب ہیں جو موضوعات پر مرتب ہوتی ہیں یہ دین کے تمام موضوعات کو شامل ہوتی ہیں۔

قال کتانی والجمع عندھم ما یوجد فیہ من الحدیث جمیع الانواع المحتاج الیھا من العقائد والاحکام ما یوجد فیہ من الاحدیث جمیع الانواع المحتاج الیھا من العقائد والاحکام والرقائق وآداب الاکل والشرب والسفر والمقام وما یتعلق بالتفسیر والتاریخ والسیر والفتن والمناقب والمثالب وغیر ذالک.

یعنی جامع محدثین کے نزدیک وہ کتاب کہلاتی ہیں جس میں ضروریات دین خواہ عقائد ہوں یا احکام سبھی بقدر ضرورت پائے جائیں جیسے۔

(۱) عقائد (۲) احکام
(۳) کھانے پینے سفر وحضر کے آداب (۴) تفسیر سے متعلق
(۵) تاریخ سے متعلق (۶) فتن سے متعلق
(۷) مناقب (۸) مثالب

مشہور کتب جوامع

۱...... الجامع الصحیح الامام البخاری (م ۲۵۶)

۲...... الجامع الصحیح للامام مسلم (م ۲۶۱)

۳...... جامع الامام الترمذی (م ۲۷۹)

۴...... جامع الامام معمر بن راشد الازدی (م ۱۵۴) روایة الامام عبد الرزاق الصنعانی.

جب یہ کتب جوامع دین کے تمام موضوعات کو شامل ہوتی ہیں تو ہر جامع میں دینی موضوعات کی کتب کی تعداد کافی زیادہ ہوتی ہے۔

۱...... الجامع الصحیح للبخاری اس کتاب میں (۹۷) کتابیں ہیں اس کی اول کتاب بدء الوحی اور آخری کتاب التوحید ہے۔

۲...... الجامع الصحیح لمسلم میں (۵۴) کتابیں ہیں۔

۳...... جامع الترمذی میں (۵۰) کتابیں ہیں۔

۴...... جامع معمر میں ابواب ہیں جن کی تعداد (۲۳۷) ہے اول باب وجوب الاستئذان اور آخری باب من سن سنة وآذی السلف ہے۔

(ب) السنن

یہ ایسی کتب ہیں جو تمام موضوعات دین کو مستغرق نہیں ہوتیں یہ جن ابواب کے ساتھ خاص ہوتی ہیں اکثر وہ ابواب فقہیہ ہوتے ہیں اور ان میں اکثر احادیث مرفوع ہوتی ہیں یعنی ان کی سند آپ ﷺ تک موصول ہوتی ہیں۔

قال الكتانی هی فی اصطلاحهم الكتب المرتبة علی الابواب الفقهية من الايمان والطهارة والصلوة والزكاة الی آخرها وليس فيها شی من الموقوف يعنی السنن ابواب فقهيه پر مشتمل ہوتی ہیں مثلا ايمان طہارت صلاة زكوة ان میں موقوف نہیں ہوتیں ڈاکٹر بقاعی حفظه الله اس کے بعد فرماتے ہیں قلت بل فی بعض السنن الكثير من الموقوف وان كان الغالب علی احاديثها الرفع وسنن سعيد بن منصور والسنن الكبری للبيهقی اكبر شاهدين علی ذالک .

یعنی بعض سنن میں موقوف احادیث بہت ہوتی ہیں اگرچہ مرفوع احادیث کا غلبہ ہوتا ہے جس کی بڑی مثال سنن سعید بن منصور اور السنن الکبری للبیہقی ہیں۔

سنن میں مشہور کتب

۱...... سنن ابی داوٗد (ت ۲۷۵) اس میں ۴۰ کتابیں ہیں اول کتاب الطہارۃ اور آخری کتاب الادب ہے۔

۲...... سنن النسائی (۳۰۳ھ) اس میں ۵۱ کتابیں ہیں اول کتاب الطہارۃ اور آخری کتاب الزہد ہے۔

۳...... سنن ابن ماجہ (۲۷۵) اس میں مقدمہ کے علاوہ ۳۷ کتابیں ہیں اول کتاب الوضو ہے اور آخری کتاب الزہد ہے۔

۴...... سنن الدارمی (ت ۲۵۵) اس میں مقدمہ کے علاوہ ۲۳ کتابیں ہیں اول کتاب الوضو اور آخری کتاب فضائل القرآن ہے۔

۵...... السنن الکبری للبیہقی (۴۵۸) یہ بڑی دس جلدوں میں ہے اور اس میں اکثر احادیث احکام درج ہیں۔

(ج) المصنفات

یہ کتابیں موضوع کے اعتبار سے کتب سنن کے مشابہ ہوتی ہیں لیکن ان میں صرف احادیث مرفوعہ ہی نہیں ہوتیں بلکہ اس میں احادیث موقوفہ اور احادیث مقطوعہ یعنی کلام و اقوال تابعین بھی درج ہوتا ہے۔

مشہور و معروف مصنفات

(۱) مصنف عبدالرزاق الصنعانی (ت ۲۱۱) المطبوع فی (۱۱) مجلدا مع جامع معمر بن راشد فی آخرہ اس میں (۱۹۴۱۸) حدیثیں موجود ہیں۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۲۳۵) جو آجکل شیخ محمد عوامہ تلمیذ الشیخ العلامہ المحقق عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور داماد ہیں) کی تحقیق سے ۲۶ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

(د) المؤطات

یہ ایسی کتابیں جو اپنے مواد کے اعتبار سے مصنفات کے مشابہ ہوتی ہیں ان میں اور ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ موطات میں مولف کے فتاوی اور اجتہادات بھی مذکور ہوتے ہیں جو مصنفات میں نہیں ہوتے ہیں۔

موطات میں مشہور و معروف کتاب

موطا امام مالک (ت ۱۷۹) ان کتب میں معروف ترین کتاب ہے اس کی متعدد روایات ہیں روایت کے اعتبار سے بہترین روایت یحی بن یحی اللیثی ہے اور مطلق طور پر موطا امام مالک سے یہی مراد لی جاتی ہے اور ایک روایت امام محمد بن الحسن الشیبانی کی بھی ہے اس میں چند حدیثیں امام مالک کے علاوہ سے بھی انہوں نے روایت کئی ہیں اور کچھ زائد روایات بھی مشہور روایات پر انہوں نے اس میں ذکر کی ہیں اور اس میں چند ایسی روایات نہیں ہیں جو مشہور روایات موطا میں پائی جاتی ہیں۔

(ھ) المجامع

ان کو مجامیع الکتب بھی کہتے ہیں یہ ایسی کتب حدیث ہیں جو بہت سی حدیثی کتب کی احادیث کو ایک کتاب میں جمع کرنے سے وجود میں آتی ہیں۔

مشہور کتب مجامیع

(۱)...... **جامع الاصول من احادیث الرسول ﷺ لابن الاثیر اجزری** (ت ۶۰۶) اس میں کتب ستہ کی احادیث جمع کی گئیں ہیں یعنی:

(۱) صحیح البخاری (۲) صحیح مسلم

(۳) جامع الترمذی (۴) سنن ابی داوٗد

(۵) سنن النسائی (۶) موطا امام مالک۔

اس کی گیارہ جلدیں ہیں اور اس میں (۹۵۲۳) حدیثیں ہیں۔

(۲)...... **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال للمتقی الهندی** (ت ۹۷۵) اس میں نوے (۹۰) سے زائد کتب کی احادیث جمع کی گئیں ہیں اس کی مختلف طبعات کے اعتبار سے مختلف جلدوں میں اشاعت ہوئی ہے موسسۃ الرسالۃ سے طبع شدہ ۱۹ جلدوں میں ہے دار الکتب العلمیۃ سے طبع شدہ ۱۶ جلدوں میں ہے اس پر حمزہ الزین محقق مسند امام احمد بن حنبل و جامع الترمذی یعنی وہ حصے جن پر الشیخ احمد شاکر کام نہ کر سکے، ان کی تکمیل الشیخ حمزہ الزین نے کی ہے شرح لکھی ہے، جس میں محدثانہ وفقیہانہ دونوں طریقوں کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جو ۳۰ جلدوں میں دار الحدیث القاہرہ مصر سے طبع ہوئی ہے۔

(و) الزوائد

یہ ایسی کتابیں ہیں جن میں بعض وہ حدیثیں جمع کر کے لکھی جاتی ہیں جو دوسری بعض کتب میں نہیں ہوتیں اور ان میں وہ حدیثیں ذکر نہیں کی جاتیں جو ان تمام کتابوں میں مشترک ہوتی ہیں۔

مشہور کتب زوائد:

(۱) موارد الظمان الی زوائد ابن حبان للهیثمی (ت ۸۰۷)

اس میں انہوں نے صحیح ابن حبان کی بخاری ومسلم پر زوائد حدیثیں الگ کر کے لکھی ہیں اس میں (۲۶۴۷) حدیثیں ہیں۔

(۲) مجمع الزوائدومنبع الفوائد للهیثمی ایضا (ت ۸۰۷)

اس میں مولف نے مسند احمد، مسند البزار، مسند ابی یعلی الموصلی اور امام طبرانی کے معاجم ثلثہ کی وہ زوائد جو کتب ستہ میں موجود نہیں ہیں ان کو جمع کیا ہے۔

(۳) المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانیة لابن حجر العسقلانی (۸۵۲)

اس میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے مسند احمد اور کتب ستہ پر مندرجہ ذیل مسانید کی زائد احادیث کو جمع کیا ہے۔

(۱) مسند الطیالسی (۲) مسند الحمیدی
(۳) مسند ابن ابی عمر (۴) مسند مسدد
(۵) مسند ابن منیع (۶) مسند ابن ابی شیبہ
(۷) مسند عبد بن حمید (۸) مسند الحارث بن ابی اسامہ

(ز) المستدرکات

ان کتب میں مولف کسی اور کتاب کے شرط کے مطابق وہ احادیث جمع کرتا ہے جو اس کتاب کے مصنف سے اس کی شرائط کے مطابق ہونے کے باوجود رہ جاتی ہیں اور وہ ان کو اپنی کتاب میں تطویل یا عدم استیعاب کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔

المستدرک علی الصحیحین للحاکم النیسابوری (ت ۴۰۵) ہے اور حاکم اپنے استدراک میں متساہل ہیں اور اس کی اس کتاب میں احادیث مناکیر واہیات وموضوعات بھی ہیں۔

(ح) المستخرجات

ان کتب میں مصنف دوسری کتابوں کی حدیثیں اپنی اسانید سے روایت کرتا ہے یعنی اپنی ذات سے لے کر حضور ﷺ تک وہ رواۃ جو دوسری کتابوں میں نہیں ہوتے ان کو ذکر کرتا ہے یا ان میں سے جو چند ان اسانید میں نہیں ہوتے ان کو ذکر کرتا ہے۔

(۱) مستخرج الاسماعیلی (ت ۳۷۱ھ) علی صحیح البخاری

(۲) مستخرج ابی عوانة الاسفرائنی (ت ۳۱۶) علی صحیح مسلم

مستخرجات کے چند فوائد

(۱) علو الاسناد.

(۲) الزیادة فی الالفاظ التی تعیین فی شرح الحدیث.

یعنی ان الفاظ کی اطلاع جن سے حدیث کا مطلب واضح کرنے یا ہونے میں مدد ملتی ہے۔

(۳) تعدد طرق کی وجہ سے حدیث کی قوت وصحت کی زیادتی کا اندازہ ہوتا ہے اور تعارض کے وقت ترجیح دینا ممکن ہو جاتا ہے۔

(۴) مدلس کے سماع کی تصریح ہو جاتی ہے۔

(۵) وہ راوی جو اخیر عمر میں حافظے کے اعتبار سے مختلط (کمزور) ہو جائے اس کی روایات میں کمزوری سے پہلے اور بعد والیوں میں فرق کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(۶) سند اور متن میں مہمل اور مبہم کی تعیین۔

(۷) وہ حدیث جو مدرج ہے اس کو غیر مدرج سے الگ کرنا۔

(۸) وہ حدیث جو اصل میں موقوف دوسری روایات سے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح کرنا۔

(۹) ہر وہ حدیث جو صحیح ہو اس میں کوئی علت غیر قادحہ ہو تو تعدد طرق سے اس علت کو بھی مندفع کیا جا سکتا ہے۔

(ط) الاجزاء

یہ وہ کتب ہیں جن میں مولف ایک موضوع یا ایک راوی کی تمام احادیث کو جمع کرتا ہے۔

مشہور اجزاء

(۱) جزء فی القراء ۃ خلف الامام للبخاری

(۲) جزء فی رفع الیدین فی الصلوۃ له ایضا

(۳) مسند الفاروق لابن کثیر

(ی) کتب ذات موضوع عام

جیسے ترغیب۔ ترہیب، فضائل، احکام، عقائد وغیرہ۔

ان میں ایک جزء کی طرح ایک ہی موضوع نہیں ہوتا بلکہ ان موضوعات کے تحت چند فروعی ابواب بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ ان عام موضوعات پر معروف کتب:

(۱) الترغیب والترهب للمنذری (٦٥٦)

(۲) کتاب السنة لامام احمد بن حنبل (ت ۲۴۰ھ)

(۳) ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین للنووی (ت ٦٧٦ھ)

(۴) کتاب الشمائل للترمذی (ت ۲۷۹ھ)

(۵) بلوغ المرام من ادلة الاحکام لابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ)

(٦) کتاب الایمان لابن منده (۳۹۵ھ)

(۷) الحبائک فی اخبار الملائک للسیوطی (م ۹۱۱ھ)

(۸) الخصائص الکبری للسیوطی

ان میں سے بعض کتب میں احادیث بغیر اسناد کے ذکر کی گئیں ہیں وہ ان کا حوالہ ان کتب سے متعلق دیتے ہیں جن میں وہ مع اسناد مذکور ہیں۔

ثانیًا:الکتب الحدیثیة المرتبة بحسب راوی الحدیث

﴿راوی حدیث کے اعتبار سے مرتب شدہ کتب احادیث﴾

ان کتب کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) صحابی کے نام پر مرتب شدہ کتب (۲) مصنف کے شیخ کے نام پر مرتب شدہ کتب

القسم الاول

صحابی کے نام پر مرتب شدہ کتب کے تحت مندرجہ ذیل کتب بھی شامل ہیں۔

(ا) المسانید (ب) المعاجم (ج) کتب الاطراف

(ا) المسانید

ان کتب احادیث میں ہر صحابی کی احادیث کو علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے اور صحابہ کی ترتیب اسلام میں سبقت یا ان کے ناموں کو حروف ہجا کے اعتبار سے رکھی جاتی ہے ان کے علاوہ بھی چند طریقے ہیں۔

مشہور مسانید

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل (ت ۲۴۰ھ)

یہ مسانید میں سب سے بڑی مسند ہے اس میں احادیث (۲۷۶۳۴) ہیں اس میں امام صاحب نے صحابہ کرام میں افضلیت کی ترتیب رکھی ہے، ابن عساکر نے الف بائی (حروف ہجا کی ترتیب پر صحابہ کے اسماء کی ایک فہرست بنائی اور اس میں صحابہ کی وہ احادیث جو ان کے علاوہ کسی اور کی مسند میں کسی اور مقام پر آئی ہیں ان کی بھی نشاندہی کر دی ہے) اور اس کا نام: **ترتیب الصحابة الذین اخرج حدیثهم احمد بن حنبل فی المسند.**

(۲) **مسند ابی یعلی الموصلی (ت ۳۰۷ھ)**

یہ حجم کے اعتبار سے متوسط ہے اس کی احادیث ۷۵۵۵ ہیں۔

(۳) مسند ابی داؤد الطیالسی (ت ۲۰۴)

یہ صغیرالحجم ہے اس کی احادیث ۲۷۶۷ ہیں۔

(ب) المعاجم

یہ ایسی کتب احادیث ہیں جو مسانید صحابہ کی ترتیب پر مرتب کی گئیں ہیں یا شیوخ کی ترتیب پر لکھی جاتی ہیں یہاں پر مراد وہ کتابیں ہیں جو مسانید صحابہ پر مرتب ہیں۔

معاجم میں مشہور کتاب:۔ المعجم الکبیر للطبرانی (ت ۳۶۰)

اس میں مصنف نے رواۃ حدیث میں سے صحابہ کو حروف المعجم پر ترتیب دیا ہے۔

(ج) کتب الاطراف

یہ ایسی کتب حدیث ہیں جو مخصوص کتب کے ساتھ معین ومختص ہوتی ہیں ان کی مولفین ہر صحابی کی احادیث کو الگ ذکر کرتے ہیں اور صحابہ کے نام میں حروف ہجاء کی ترتیب پر لکھتے ہیں ان میں متون احادیث مکمل طور پر مذکور نہیں ہوتے بلکہ حدیث کی وہ سطر وہ کنارہ مذکور ہوتا ہے جو پوری حدیث کے مضمون اور اس کی اصل پر دلالت کرتا ہے۔

مشہور کتب اطراف

(۱) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف للحافظ المزی (ت ۷۴۲ھ)

(۲) اتحاف المھرۃ بالفوائد المبتکرۃ من اطراف العشرۃ للحافظ ابن حجر العسقلانی (ت ۸۵۲ھ)

القسم الثانی

الکتب المرتبہ علی اسم شیخ المصنف۔ ان کتب میں سے مشہور کتابیں یہ ہیں:

(۱) المعجم الصغیر للطبرانی (۲) المعجم الاوسط للطبرانی

ثالثاً:الکتب الحدیثیة المرتبة علی حروف المعجم

﴿حروف ہجا کے اعتبار سے مرتب شدہ کتب﴾

یہ الف بائی ترتیب پر مرتب ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)احادیث مشہورہ پر تصنیف شدہ کتب۔ (۲)ابواب سنت پر تصنیف شدہ کتب۔

(ا)الکتب الشاملة لابواب السنة

(۱) الجامع الکبیر (جمع الجوامع)للسیوطی (ت ۹۱۱)

اس میں انہوں نے تمام احادیث کو سمونے کی کوشش کی ہے اور اس کو دو قسموں پر مرتب کیا ہے۔

(۱)قسم الاقوال یہ حروف معجم پر مرتب ہے۔(۲)قسم الافعال یہ مسانید صحابہ پر مرتب ہے۔

(۲)الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر للسیوطی ایضا

اس میں انہوں نے ان ۱۰۰۳۱ دس ہزار اکتیس احادیث کو الجامع الکبیر سے مرتب کیا ہے جو صغیر الحجم یعنی چھوٹی ہیں۔

(۳)الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر للشیخ یوسف

زیادۃ سے مراد وہ چار ہزار احادیث ہیں جنہیں سیوطی نے الجامع الصغیر کے طریق پر جمع کیا تھا، علامہ نبھانی نے الجامع الصغیر اور اس کی زیادات کو ایک ہی کتاب بنا دیا۔

(۴)الجامع الازھر من حدیث النبی الانور للمناوی (ت ۱۰۳۱ھ)

اس میں انہوں نے تیس ہزار احادیث جمع کیں، ان میں سے بعض الجامع الکبیر للسیوطی پر زائد بھی ہیں۔

(۵)کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق للمناوی ایضاً.

اس میں انہوں نے چھوٹی چھوٹی دس ہزار احادیث کا مجموعہ حروف المعجم کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔

(ب) کتب الاحادیث المشهورة على الالسنة

(زبانوں پر عام مشہور احادیث کی کتب)

(۱) المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة للسخاوی (ت ۹۰۲ھ)

(۲) مختصر المقاصد الحسنة للزرقانی (ت ۱۱۲۲ھ)

(۳) تمیز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنة الناس من الحدیث، لابن الدیبع الشیبانی (۹۴۴ھ)

(۴) کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتهر علی السنة الناس من الحدیث للعجلونی (۱۱۶۲ھ)

(۵) الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتهرة للسیوطی

(۶) البدر المنیر فی غریب احادیث البشیر النذیر للشعرانی (۹۷۳ھ)

(۷) الغمّاز علی اللمّاز لسمهودی (۹۱۱ھ)

(۸) اسنی المطالب فی احادیث مختلفة المراتب للحوت البیروتی (۱۲۷۶ھ)

الفصل الثالث

تخریج کی وسعت نیز کن طریقوں میں سے کن سے زیادہ استفادہ کیا جاسکتا ہے؟

التخریج وجیز أو وسیطٌ أو بسیطٌ:

(۱) کبھی ہم حدیث کی تخریج صرف ایک کلمہ سے کر دیتے ہیں جیسے کہ ہم کہتے ہیں أخرجه البخاری (اسکو بخاری نے روایت کیا ہے)

(۲) کبھی ہم ایک سطر میں تخریج کرتے ہیں جیسے أخرجه البخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب حب الأنصار من الایمان اور کبھی حدیث کا نمبر، صفحہ نمبر، جز نمبر بھی درج کرتے ہیں۔

(۳) اور اسکے علاوہ ممکن ہے کہ ہم اسی حدیث کا حوالہ کتب ستہ سے بھی دے دیں اگر ان سب میں موجود ہو ورنہ بعض کا حوالہ بھی ان میں موجود ہونے پر دیا جا سکتا ہے۔

(۴) کبھی ہم ایک صحابی کے حوالے پر اکتفا کرتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر مختلف صحابہ کے حوالہ جات اسی حدیث کے حوالے سے دیے جا سکتے ہیں۔

یہ تمام توسع اور اختصار ہماری رغبت کا مظہر ہے اسی لئے کبھی تخریج وجیز ہوتی ہے یعنی مختصر اور کبھی بسیط یعنی طویل وعریض اور کبھی وسیط درمیانی ہوتی ہے۔

تخریج سے کب کیا مقصود ہوتا ہے؟

(۱) کبھی تو ہمیں فقط متن حدیث کا وجود درکار ہوتا ہے آیا وہ موجود ہے یا نہیں اور اسی پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔

(۲) اور کبھی الفاظ کا اختلاف معلوم کرنا مقصود ہوتا ہے تو طرق حدیث پر نظر و بحث کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۳) اور کبھی یہ مقصود ہوتا ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں تو جب تک یہ حدیث کسی صحیح حدیثی کتاب میں نہ مل جائے توقف نہیں کرتے۔

(۴) کبھی ہم کسی خاص صحابی کی حدیث کا خاص لفظ دیکھنا چاہتے ہیں یا یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا یہ متواتر ہے یا غیر متواتر ہے پھر ہم بحث و تحقیق کی انتہاء تک جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو اسی طرح تخریج کم زیادہ اور درمیانی راہ پر چلتی رہتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ تخریج مزاجی شے ہونے سے زیادہ حاجت و ضرورت کے مطابق رونما ہوتی ہے۔ کبھی تخریج ایک کلمہ کبھی سطر کبھی صفحہ اور کبھی دسیوں صفحے تک پھیل جاتی ہے کبھی سینکڑوں مصادر حدیثیہ کی نشاندہی کرنے کا وقت بھی آ جاتا ہے۔

بیان ان العمدة فی التخریج اصل الحدیث

﴿تخریج حدیث میں اصل مقصود متن حدیث ہی ہوتا ہے﴾

مختلف کتابوں میں ایک ہی حدیث کے الفاظ بعض دفعہ مختلف ہو جاتے ہیں جیسے حدیث **انما الاعمال بالنیات** اس کے دوسری جگہ الفاظ **انما الاعمال بالنیة** آتے ہیں الفاظ کا اتنا اختلاف مضر نہیں اتنی تبدیلی الفاظ سے حدیث ایک ہی رہتی ہے الگ سے مستقل اور حدیث نہیں بن جاتی اور خاص طور پر جب وہ ایک ہی صحابی سے مروی ہو۔

صحابی سے کبھی راوی الفاظ کو روایت کرنے کے بعد یاد رکھتا ہے اور انہیں الفاظ میں روایت کرتا ہے اور کبھی حدیث کے معنی یاد کرتا ہے اور روایت بالمعنی یعنی اپنے الفاظ میں حدیث کا وہی مفہوم روایت کرتا ہے تو الفاظ حدیث بدل جاتے ہیں اور معنی ایک ہی رہتا ہے۔

کبھی راوی صحابی سے پوری حدیث نقل کر دیتا ہے اور دوسرا راوی موضع استشہاد کو نقل کرتا ہے اور مختصر کر دیتا ہے۔

نصب الرایة لاحادیث الہدایة ۵۴/۳ پر علامہ الزیلعی فرماتے ہیں:

فالمحدث اذا قال اخرجه فلان فانه يريد اصل الحديث لا بتلك الالفاظ بعينها.

یعنی محدث جب یہ کہتا ہے کہ فلاں نے س کی تخریج کی ہے تو اس کا مقصد متن حدیث کا مفہوم ہوتا ہے بالکل وہ حدیثی الفاظ نہیں ہوتے۔

وقال الزيلعي (في المصدر نفسه ۱/۲۰۰) وظيفة المحدث ان يبحث عن اصل الحديث فينظر من خرجه ولا يضره تغير بعض الفاظه ولا الزيادة فيه او النقص واما الفقيه فلا يليق به ذالك لانه يقصد ان يستدل على حكم مسالة ولا يتم له هذا الا بمطابقة الحديث لمقصوده.

محدث کا شیوہ یہ ہے کہ وہ اصل حدیث تلاش کرتا ہے اس میں غور کرتا ہے کہ اس کی تخریج کس کس نے کی ہے بعض الفاظ کی کمی زیادتی یا کچھ تبدیلی اسے نقصان نہیں دیتی اور فقیہ کے یہ چیزیں شایان شان نہیں کیونکہ اس کا قصد مسئلے کے حکم پر استدلال ہے اور یہ حدیث کی مقصود سے مطابقت پر ہی مکمل ہوسکتا ہے۔

تنبیہ:۔ جب تک حدیث کا راوی ایک ہی صحابی ہو تو اس حدیث کو بھی ایک ہی شمار کیا جائے گا اگرچہ اس حدیث کے متابعات کئی ہو جاتے ہیں جب ایک صحابی سے تین تابعین روایت کریں تو ایک حدیث اصل اور باقی دو اس کے لئے متابعات ہونگے اگر سات تابعین روایت کریں تو چھ متابعات ہونگے اور اگر زیادہ ہونگے تو متابعات بھی زیادہ ہونگے کبھی متابعات کے الفاظ متفق ہو جاتے ہیں اور کبھی مختلف بھی ہوتے ہیں۔

تنبیہ:۔ جب حدیث کا معنی یا لفظ کسی دوسرے صحابی سے مروی ہو تو وہ دوسری حدیث شمار ہوگی اور اس کو پہلی حدیث کے لئے شاہد شمار کیا جائے گا۔

اور کبھی حدیث کے شواہد نہیں ہوتے یا ایک ہی شاہد ہوتا ہے اور کبھی شواہد بڑھ جاتے ہیں تو حدیث تعدد طرق کے مطابق مشہور یا متواتر بن جاتی ہے۔

تخریج کے مختلف انداز اور وہ مختلف کتابیں جن سے ان میں استفادہ کیا جاتا ہے یہ طریقے پانچ سے زیادہ نہیں جن کی تفصیل سے پہلے مختصر سا اجمال درج ذیل ہے۔

الطريقة الاولى

التخريج بمعرفة موضوع الحديث

﴿حدیث کے موضوع کی معرفت سے حدیث تلاش کرنا﴾

اس طریق میں وہ کتب احادیث استعمال ہوتی ہیں جو موضوعات کے مطابق مرتب

کی گئیں ہیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اس میں باحث کو صرف حدیث کی کتاب اور اس کا باب معلوم ہونا کافی ہے جس کی بنیاد پر حدیث تلاش کی جاسکتی ہے

اور یہ طریقہ مشکل نہیں اگر چہ ابتدا میں تو مشکل پیش آتی ہے لیکن تدریب اور عملی طور پر کام کرنے سے آسان ہو جاتا ہے کیونکہ مشق کے ساتھ ساتھ باحث کو کتب وابواب حدیث سے خوب مناسبت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ تھوڑی ہی دیر میں احادیث کی تخریج کر لیتا ہے۔

تنبیہ:۔ بعض مصنفین ایک ہی حدیث کو مختلف موضوعات وابواب کے تحت ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ مختلف انواع کے احکام کا استنباط واستخراج ایک ہی حدیث سے ہو جاتا ہے انہی مصنفین میں سے امام بخاری بھی ہیں انہوں نے حدیث اولم ولو بشاۃ کو نو مقامات پر ذکر کیا ہے۔

(۱)البیوع (۲)لمناقب

(۳)الادب (۴) الدعوات

(۵)النکاح اور پانچ مقامات باب النکاح میں ہیں مثلاباب الولیمة ولو بشاة

باب قول الرجل لاخیه انظر باب الصفرة للمتزوج

باب کیف یدعی للمتزوج باب الولیمة حق

اور بخاری میں یہ طرز بہت زیادہ ہے اسی لئے کہا جاتا ہے فقه البخاری فی تراجمه۔

تنبیہ:۔ اور بعض مصنفین متعدد موضوعات کی حامل حدیث کو صرف ایک ہی جگہ ذکر کر دیتے ہیں اور یہ غالبا ہوتا ہے انہی میں سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ہیں انہوں نے حدیث بنی الاسلام علی خمس کو صرف ایک جگہ کتاب الایمان باب بیان ارکان الاسلام ودعا العظام میں ذکر کیا ہے۔ تھوڑی سی عملی مشق سے باحث کو موضوعات حدیث کا ذوق نصیب ہو جاتا ہے جو جلدی سے حدیث تلاش کرنے میں معاون بنتا ہے۔

الطريقة الثانية

التخريج بمعرفة الصحابی راوی الحديث

﴿راوی حدیث کی پہچان سے حدیث تلاش کرنا﴾

اس طریقے میں کتب مسانید، معاجم اطراف استعمال ہوتی ہیں جن کا ذکر پہلے اجمالا گزر چکا ہے اس طریق میں باحث کو صحابی کا نام معلوم ہونا چاہیے اگر یہ معلوم ہے تو اس طریق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مذکورہ کتب میں احادیث تلاش کی جا سکتی ہیں اور اگر نہیں تو پھر اس طریق سے استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔

تنبیہ:۔ اگر صحابی کے ساتھ ساتھ صحابی سے روایت کرنے والا تابعی بھی معلوم ہو تو مزید آسانی پیدا ہو جائے گی اور اگر مکمل سند معلوم ہو تو بالکل آسانی سے حدیث مل جائے گی۔ اور اگر صحابی مکثرین (کثرت سے روایت کرنے والوں میں) سے ہے تو بحث طویل ہو جائے گی اور اگر مقل ہے یعنی کم روایت کرنے والا ہے تو بحث مختصر سے ہی کام چل جائے گا۔

الطريقة الثالثه

التخريج بمعرفة طرف الحديث الاول

﴿حدیث کی پہلی سطر پہلا کلمہ کی معرفت سے حدیث تلاش کرنا﴾

اس طریق میں حروف المعجم کے اعتبار سے لکھی جانے والی کتب سے استفادہ کیا جاتا ہے اس میں باحث کو حدیث کے پہلے کلمہ کی ضرورت پڑتی ہے اس طریق سے استفادہ متعذر ہو جائے گا۔ تو مندرجہ ذیل تنبیہ پر غور کریں۔

تنبیہ:۔ بعض دفعہ ایک حدیث میں کلمات اولی مختلف ہوتے ہیں تو پھر باحث کو

چاہیے کہ غور وفکر سے کام لے اور ایک کلمہ کے علاوہ چند اور کلمات کو غور وفکر سے متعین کر کے کئی ایک کلمات کے تحت حدیث تلاش کرے۔ جیسے حدیث الحلال بین والحرام بین ان الفاظ میں ان الحلال بین وان الحرام بین بھی روایت کیا گیا ہے۔

ایسے ہی حدیث انما الاعمال بالنیات کو الاعمال بالنیات والے الفاظ میں بھی روایت کیا گیا ایسے ہی حدیث یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة کو ان الفاظ کل سلامی من الناس علیه صدقة کل یوم تطلع فیه الشمس میں بھی روایت کیا گیا ہے۔

یہ شروع والے حدیثی کلمات روایات کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں اگر حدیث کے پہلے کلمات باحث کو صحیح معلوم نہیں ہیں تو اس کا وقت ضائع ہوگا۔

تنبیہ:۔ حروف المعجم کی ترتیب پر مرتب شدہ کتب میں مولفین صرف احادیث ذکر کرتے ہیں اور اسناد ذکر نہیں کرتے اور مصادر اصلیہ جن میں احادیث مع اسانید ذکر ہوتی ہیں ان کا حوالہ درج کر دیتے ہیں اس لئے اس طریقے کے ساتھ ساتھ دوسرا طریقہ بھی استعمال میں لایا جائے گا یا پھر مصادر اصلیہ کی فہارس خاصہ سے استفادہ کرنا لازمی ہوگا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے (ان شاء اللہ تعالی)۔

الطریقة الرابعة

التخریج بمعرفة صفات الحدیث

اس طریقے میں وہ کتب زیر استفادہ آتی ہیں جن میں احادیث متن کی صفات میں سے کسی معین صفت میں مشترک ہو یا سند کی صفات میں سے کسی صفت میں مشترک ہو جیسے حدیث متواتر کی کتب یا اسی طرح احادیث قدسیہ یا احادیث صحیحہ یا ضعیفہ یا موضوعہ یا

مسلسلہ یا معللہ یا مرسلہ یا ابناء کی روایات مروی ہوں آباء سے یا اس کے علاوہ دیگر دوسری صفات ہوں۔

لہٰذا جب صفات سابقہ میں سے یا اس کے علاوہ دوسری دیگر صفات میں سے بحث کرنے والے کے سامنے کوئی بھی صفت ظاہر ہو جائے مثلاً اگر سند کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ یہ اصح الاسانید ہے وغیرہ تو باحث کو چاہیے کہ ایسی کتب کی طرف رجوع کرے جو احادیث صحیحہ پر مشتمل ہیں جن کی تفصیل کتب کی فہرست میں آ جائے گی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

الطريقة الخامسه

التخريج بمعرفة لفظ من الفاظ الحديث

﴿حدیث کے الفاظ میں سے کسی لفظ کی معرفت سے حدیث تلاش کرنا﴾

اس طریقے میں **المعاجم المفهرسة لالفاظ الحديث** استعمال ہوتی ہیں اسی طرح کتب غریب الحدیث (لغات الحدیث) بھی استعمال ہوتی ہیں اس طریقے میں باحث کو صرف کلمات حدیث میں سے ایک کلمہ کی معرفت کافی ہے اور جب یہ کلمہ غریب الحدیث میں سے ہو تو حدیث آسانی سے معلوم ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت باحث کتب الغریب کی طرف محتاج ہوگا جیسے (۱) **النهاية فی غريب الحديث والاثر لابن الاثير الجزری** (ت ٦٠٦ھ) (۲) **مجمع بحار الانوار** کیونکہ لفظ بیان کرکے اس کے بعد اس کی شرح میں کلمہ غریب والا حدیثی جملہ بھی لکھ دیتے ہیں یا وہ حدیثی جملہ دے دیتے ہیں جو موضوع حدیث پر دلالت کرتا ہے اور کبھی صحابی کا نام ذکر کر دیتے ہیں، اس طرح سے باحث کئی طریقوں سے حدیث تلاش کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا طریقہ پانچویں طریقے کے تحت یہ ہے کہ باحث کتب **المعاجم**

المفهرس لالفاظ الحديث کی طرف رجوع کرے جیسے المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی الشريف جو کتب تسعہ (جن کی تفصیل آ رہی ہے) کے الفاظ پر مشتمل ہے اور جیسے المعجم المفهرس لالفاظ سنن الدار قطني وغیرہ۔

امكانية استخدام اكثر من طريقةا لتخريج للحديث الواحد

﴿ایک حدیث تلاش کرنے کے لئے ایک سے زائد طریقے استعمال کرنا﴾

باحث کو سب سے پہلے تمام طرق خمسہ جو حدیث تلاش کرنے میں استعمال ہوتے ہیں ان کا علم ہونا چاہئے پھر ان سب پر عملی مشق بھی بہت ضروری ہے تا کہ تمام طریقوں سے حدیث تلاش کرنا آسان ہو جائے۔

جب بھی حدیث سے متعلق معلومات زیادہ ہو جائیں تو اس وقت حدیث کے تلاش کرنے میں طریقے بھی متعدد ہو جائیں گے حتی کہ بعض دفعہ ایک حدیث کو تمام طریقوں سے نکالنا تلاش کرنا ممکن ہوتا ہے اور وہ جب ممکن ہے جب مندرجہ ذیل تمام معلومات ہوں۔

(۱) الفاظ الحدیث میں سے کوئی لفظ (۲) راوی الحدیث

(۳) موضوع الحدیث (۴) حدیث کی پہلی سطر

(۵) صفات الحدیث سند و متن کے اعتبار سے

اور جیسے جیسے یہ اسباب معلومات میں مکمل ہوتے جائیں گے طریقے بھی زیادہ دستیاب ہونگیں اس لئے باحث کو چاہیے کہ وہ سب طریقوں میں سے آسان طریقے کو استعمال کرتے ہوئے حدیث تلاش کرے، اس کا فیصلہ اس کی معلومات کی بنیاد پر ہی کیا جا سکتا ہے بعض دفعہ نام راوی معلوم ہوتا ہے لیکن مصادر موجود نہیں ہوتے وغیرہ۔

الفصل الرابع

استخدام الحاسوب فی تخریج الحدیث

﴿حدیث تلاش کرنے میں کمپیوٹر کا استعمال﴾

ہمارے سامنے آج لاکھوں حدیثیں ہیں جو آپ ﷺ سے مروی ہیں اور ان کے علاوہ صحابہ وتابعین کے آثار موقوفہ بھی کثیر تعداد میں ہیں جو پہلے ایک ایک محدث حافظ کے سینے میں محفوظ ہوتے تھے اور آجکل سینکڑوں کتب میں وہ موجود ہیں آجکل یہ ایک حافظ کے سینے میں موجود نہ سہی لیکن مکتاب میں ضروری پائی جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون آجکل انسان نے اللہ کے دیے ہوئے سرمایہ عقل سے کمپیوٹر کی ایجاد کی ہے جس میں ہزاروں کتب اور ان کے اندر لاکھوں احادیث ایک سی ڈی میں محفوظ ہوتی ہیں۔

اس سے استفادہ بہت آسان اور بہت کم وقت میں ہو جاتا ہے لیکن یہ استفادہ کمپوٹر سے طلبا وعلماء حدیث کا محتاج ہے کیونکہ وہ کتب احادیث کو مصحح حالت میں پروگرام میں شامل کرتے ہیں کمپیوٹر پروگرام کی معرفت کے ساتھ ساتھ وہ حدیثی معرفت کے اہل ہوتے ہیں، اس طرح سے مختلف اشیاء کے ماہر حضرات کی محنتوں کے نتیجے میں کمپیوٹر سے یہ استفادہ ممکن ہوا ہے اس کمپیوٹر سے دو گروہ عام طور پر فائدہ اٹھا رہے ہیں (۱) علمی مراکز جو سنت نبویہ کی خدمت میں مصروف عمل ہیں (۲) تجارتی مراکز جو حدیثی پروگرام تیار کرنے اور ان کی بیع وشراء میں مصروف ہیں۔ شروع میں انہوں نے چھوٹے چھوٹے حدیثی پروگرام پیش کیے جن کو المکتبۃ الحدیثۃ (۲) موسوعۃ الحدیث الشریف کے نام دیے گئے جب یہ بازار میں پہنچے تو بعض دوسرے مراکز نے ان میں چند کتب کا اضافہ کر کے شائع کر دیے اور جب سی ڈی کی جگہ کم پڑ گئی تو ایک ایک پروگرام کئی کئی سیڈیوں میں آنے لگا۔ ان میں سے چند کا

تعارف یہاں دیا جاتا ہے جن سے طالب علم تخریج حدیث میں استفادہ کرسکتا ہے۔

نوٹ:۔آج کل سب سے اچھا حدیثی پروگرام مکتبہ شاملہ کے اندر متون حدیث ،شروحات حدیث، اجزاء حدیث کے فولڈز (خانے) کے تحت موجود ہے۔

پہلا پروگرام

مکتبة الحديث الشريف

الاصدار الرابع (چوتھا ایڈیشن)

شركة العريس للكمپيوتر في بيروت یہ پروگرام تین سی ڈیوں میں پیش کیا گیا جس میں ڈیڑھ سو کتابیں تھیں اور اکیس سو جلدیں تھیں اکثر کتب حدیث سے تعلق رکھتی تھیں جو مختلف علوم وفنون پر منقسم تھیں جیسے مندرجہ ذیل ہے۔

تفاسیر القرآن الکریم

الطبری،ابن کثیر،الرازی،الشوکانی،البیضاوی،النسفی، الثعالبی ،ابو السعود، البحر المحيط .،

کتب الحدیث الشریف

صحيح البخاری	صحيح مسلم	مسند احمد
جامع الترمذی	سنن ابی داؤد	موطا مالک
صحيح ابن خزيمه	صحيح ابن حبان	سنن الدارمی
السنن الکبری للبیهقی	سنن النسائی	السنن النسائی
السنن الکبری لنسائی	سنن ابن ماجه	مصنف ابن ابی شیبه
مسند الطيالسی	المستدرک للحاكم	مسند الحميدی
مسند الشامين	مسند الشافعی	مسند ابی حنيفه

مسند اسحاق بن راھویہ　منتخب عبد بن حمید　مسند الشھاب
جامع الاحادیث المراسیل　مسند الجعدی　مسند ابی یعلی الموصلی
مشکاۃ المصابیح　سنن الدار قطنی　المنتقی لابن الجارود
الترغیب والترھیب　مجمع الزوائد　اللولو والمرجان
الفتح الکبیر　بلوغ المرام　الاذکار
الاحادیث القدسیہ　ریاض الصالحین　فضائل الصحابہ
مسند الحارث　الجھاد　العلم
مکارم الاخلاق　الدرر المنتشرۃ　کشف الخفاء

مصباع الزجاجة فی زوائد ابن ماجه. علل الدار قطنی. البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف.

کتب الشروح

فتح الباری　عمدۃ القاری　شرح النووی
التمھید　تحفۃ الاحوذی　تنویر الحوالک
شرح الزرقانی علی الموطا　حاشیۃ السندی علی النسائی　حاشیۃ السندی علی البخاری
تاویل مختلف الحدیث　مرقاۃ المفاتیح　عون المعبود
شرح معانی الاثار　شرح السیوطی لسنن النسائی　دلیل الفالحین
فیض القدیر　سبل السلام　نیل الاوطار

النھایة فی غریب الحدیث، عقود الزبر جد علی مسند الامام احمد، حاشیة ابن القیم علی سنن ابو داؤد.

کتب علوم الحدیث

مقدمة بن الصلاح، الباعث الحیث، معرفة علوم الحدیث،

جامع التحصیل فی احکام المراسیل ، ادب الاملاء والاستملاء .

کتب الرجال

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ — الاستیعاب فی معرفۃ الصحابہ
اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ — سیر اعلام النبلاء
معجم الشیوخ للذھبی — ضعفاء الاصبھانی
تذکرۃ الحفاظ — الثقات لابن شاھین
الثقات للعجلی — الکامل فی ضعفاء
تھذیب الاسماء وا — طبقات المحدثین باصبھان
اسعاف المبطا برجال الموطا — التاریخ الاوسط

کتب السیرۃ النبویۃ

سیرۃ ابن ھشام — الوفا بتعریف فضائل المصطفی
الشمائل المحمدیہ — العھود المحمدیۃ
السیرۃ الحلبیۃ — زاد المعادفی ھدی خیر العباد
نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین

کتب التاریخ

البدایۃ والنھایۃ. — تاریخ الامم والملوک للطبری.
المنتظم من تاریخ الملوک والامم. — قصص الانبیاء لابن کثیر.
السلطان عبد الحمید. — العواصم من القواصم.
فتوح البلدان. — مقدمۃ ابن خلدون.
تاریخ البصروی. — کتاب المغرب فی علی المغرب.

فتوح الشام .

المعاجم والمتفرقات

احياء علوم الدين. تعريف الاحياء بفضائل الاحياء. اغاثة اللهفان من مصائد الشيطان. باب الهجرتين وطريق السعادتين .النورين في اصلاح الدارين. شفاء العليل . الفتاوى الحديثية . التعريفات للجرجاني. كشف الظنون . ابجد العلوم . لسان العرب. القاموس المحيط. معجم البلدان . معجم ما استعجم . الصحاح . مولفات ابن تيميه .

پروگرام کے ساتھ ساتھ باحث کے لئے اس پروگرام کو استعمال کرنے کے لئے تیس صفحات پر مشتمل ہدایات بھی ہیں جس کے ممیزات وخصائص درج ذیل ہیں۔

ایک حدیث تلاش کرنے کے لئے اس میں مندرجہ ذیل طرق استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) حدیثی اطراف میں سے کوئی ایک طرف یا پہلی طرف کے ذریعے۔

(۲) حدیثی کلمات میں سے کسی ایک کلمہ کی مدد سے۔

(۳) موضوعات حدیث کے اعتبار سے یعنی ابواب وفصول کی معرفت کے ذریعے۔

(۴) سند کی وجہ سے خواہ اسم راوی کی معرفت سے ہو یا سند میں اسماء وکنی کی مدد سے یا متن میں اسماء وکنی کی مدد سے۔

پھر جو معلومات قاری کو مل جائیں ان کا وہ پرنٹ بھی نکال سکتا ہے اور صفحات کو بھی حسب منشاء ترتیب دے سکتا ہے یہ تمام پرنٹر کی موجودگی میں ہو سکتا ہے۔

دوسرا پروگرام

موسوعة الحديث الشريف

اصدار شركة صخر الشركة العالمية للالكترونيات فی القاهره اس مجلس کے مشرف (نگران اعلی) الدکتور محمود المراکبی ہیں اس پروگرام میں کتب تسعه صحیح البخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن ابی دائود، والنسائی، وابن ماجه، وموطا مالک ومسند احمد ان نو کتب میں ۳۲ ہزار احادیث سے زیادہ ہیں جو ۲۵ ہزار صفحات پر ہیں جن میں شروحات بھی شامل ہیں۔

اس پروگرام میں مندرجہ ذیل اشیاء ہیں جو معلومات حدیث سے متعلق ہیں۔

تحقيق النص	ضبط الرواة والعلام
ترقيم الكتب والابواب	ترقيم الادحاديث
تحليل مفردات الحديث باعتبار صرف	نحوی اعراب
الاسناد	شرح الغريب
تخريج	الاطراف

رواۃ اور ان کے مراتب سے متعلق معلومات، طرق الروایۃ

یہ تمام معلومات پانچ سو جلدوں سے ماخوذ ہے اور ان کے علاوہ علم مصطلح الحدیث مصادر تسعہ کے مصنفین کے حالات وغیرہ بھی موجود ہیں۔

تیسرا پروگرام

المحدث

تصميم واصدار طلبة دار الحديث النبوی الشريف سابقا فی واشنطن بامريكا

اس پروگرام میں مندرجہ ذیل کتب موجود ہیں:

صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ابی دائود، جامع الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجه، مسند احمد، موطا مالک، مسند الشافعی، مسند ابی حنیفه، نصب الرایة، مجمع الزوائد، ریاض الصالحین، الاذکار للنووی، نظم المتناثر لکتانی، تخریج الاحیاء للعراقی، کشف الخفاء للعجلونی، صحیح البخاری باللغة الانکلیزیه، الجامع الصغیر للسیوطی، زیادة الجامع الصغیر، الدّرر المنتشرة فی الاحادیث المشتهرة للسیوطی، کنز العمال للمتقی الهندی، فیض القدیر للمناوی.

المحدث پروگرام کے شائع کرنے والوں کا اس کے اوصاف میں بیان مندرجہ ذیل ہے۔

”ان القصد من هذا البرنامج لا یتعدی محاولة اعلامکم عن المرجع الذی یمکن ان یحتوی علی النصوص المتعلقة ببحثکم اما التدقیق فی التفاصیل فراجع الی المستخدم.“

یعنی جن مصادر میں احادیث موجود ہیں ان کی طرف راہنمائی اس کا اصل مقصود ہے۔

چوتھا اور پانچواں پروگرام

(چوتھا پروگرام) المکتبة الالفیة للسنة النبویة

(پانچواں پروگرام) الموسوعة الذہبیة للحدیث الشریف۔

یہ دونوں مرکز احیاء التراث ۔ بحاث الحاسب الآلی فی الاردن کے شائع کردہ ہیں یہ مذکورۃ الصدر سے مختلف نہیں ہیں سوائے چند کتابوں کی وجہ سے فرق کے بعض میں زیادہ ہیں اور بعض میں کم۔

تنبیہ :۔ جو غلطیاں پروگرام میں موجود کتب میں ہیں وہ اصل کتب کی طرف مراجعت سے دور کی جاسکتی ہیں اور جن کی طرف رجوع کیا جائے وہ صحت وتدقیق کے ساتھ مطبوع ہونی چاہیے۔

الفصل الاول

الطریقة الاولٰی :تخریج الحدیث بمعرفة موضوعه

﴿حدیث کے موضوع کی معرفت سے حدیث تلاش کرنا﴾

اس طریق سے شروع کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ یہ سب طریقوں میں آسان طریقہ ہے بلکہ حدیث میں پہلی پہلی تصنیفات موضوعات کے اعتبار سے تصنیف ہوتی ہیں جو اس طریق میں استعمال ہوتی ہیں جب حدیث کے وہ الفاظ معلوم ہوں جو موضوع حدیث پر دلالت کرتے ہیں یا وہ معانی دوسرے الفاظ سے روایت کرتے ہوئے مذکور ہوں جو موضوع حدیث پر دلالت کریں تو حدیث تلاش کرنا آسان ہے جیسے جیسے حدیثی اشتغال زیادہ ہوتا جائے گا تو باحث میں وہ ذوق بھی بڑھتا جائیگا جس کے بدولت وہ حدیث کے موضوع معین کرنے میں مدد حاصل کر سکے گا۔ اس قسم کی تصنیفات کا بیان پہلے گزر چکا ہے لیکن ان کو اس مقام پر ایک اور طریق سے تقسیم کیا جاسکتا ہے وہ یا تو کتب مفردہ ہوں گی یا کتب مشتملۃ ہونگی المشتملۃ اس سے مراد وہ کتب ہیں جو بہت سی کتابوں سے ملکر وجود میں آئیں یا بہت سی کتابوں کی احادیث اس میں جمع کی جائیں اور مفردہ اسکے برعکس یعنی صرف ایک کتاب کی احادیث کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔

اما المفردة فمنها

"الجوامع کالجامع الصحیح للبخاری، والمستخرجات

کمستخرج ابی عوانة علی صحیح مسلم ،والمستدرکات کمستدرک الحاکم علی الصحیحین ، والسنن کسنن ابی داؤد ،والموطات کموطا مالک ،والمصنفات کمصنف عبدالزراق،والاجزاء کجزء القراءة ،خلف الامام للبخاری ،وغیره ذالک مما تقدم. "

واما المشتملة فمنها

"المجامیع کجاجع الاصول لابن الاثیر المشتمل علی کتب الستة ، وکنز العمال للمتقی الهندی ،المشتمل علی کثیر من کتب السنة ، والزوائد کمجمع الزوائد ،ومنبع الفوائد المشتمل علی ثلاثة مسانید وثلاثة معاجم ،وکتب الاحکام کبلوغ المرام من احادیث الاحکام،وکتب التخریج کالتلخیص الحبیر ،وکتب الترغیب والترهیب کالترغیب والترهیب للمنذری ،وکتب الفضائل کریاض الصالحین ،ومفاتیح بعض الکتب ،کمفتاح کنوز السنة ، وغیر ذلک مما تقدم".

پھر یہ کتب بعض تو ان میں سے اصلی طور پر موضوعات کی ترتیب پر ہیں اور بعض غیر اصلی طور پر ہیں۔

(۱) اصلی سے مراد وہ کتب جن میں احادیث اسانید کے ساتھ مذکور ہیں۔

(۲) غیر اصلی سے مراد وہ کتب جن میں احادیث کا حوالہ ان مصادر کا دے دیا جائے جن میں وہ اسانید سے مروی ہیں اب کتب غیر اصلیہ سے تخریج میں تو مدد لی جا سکتی ہے لیکن حوالہ نہیں دیا جائے گا اور کتب اصلیہ کا مباشرۃ حوالہ دینا صحیح ہے۔

مثال ذالک :۔مثال کے طور پر جب حدیث بخاری شریف میں مذکور ہو تو یہ

مصدر اصلی ہے اس کا حوالہ دیں گے اور کتاب، باب، رقم الحدیث، رقم الجز ،رقم الصفحہ، وغیرہ بھی لکھیں گے جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

اگر حدیث ہمیں کتب غیر اصلیہ مثلاً کنز العمال، ریاض الصالحین ،الترغیب والترھیب ، مفتاح کنوز السنة وغیرہ میں مذکور ملے تو ان کتب کی مدد سے ہم کتب اصلیہ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، اور مندرجہ بالا طریقے کے مطابق حدیث کی تخریج (حوالہ جات) درج کر سکتے ہیں جیسے بلوغ المرام کی پہلی حدیث ہو الطھور ماء ہ الحل میتته اس کا حوالہ حافظ ابن حجر نے چار کتب سنن سے دیا ہے۔

(۱) سنن ابوداؤد (۲) سنن ترمذی (۳) سنن النسائی (۴) ابن ماجہ۔

پھر ابن ابی شیبہ اور ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے اب ہمیں چاہیے کہ ہم انہی مصادر اصلیہ کی طرف رجوع کر کے تخریجی حوالہ جات مندرجہ ذیل طریق پر درج کریں۔

جیسے حدیث ھو الطھور ماء ہ الحل میتته اخرجه من حدیث ابی ھریرة رضی اللہ عنه ابو داؤد السنن کتاب الطھارة باب الوضو بماء البحر ح (۸۳) ۱/ ۶۴.

الترمذی، الجامع، ابواب الطھارہ، باب ما جاء فی ما ء البحر انه طھور، ح(۶۹) ۱/ ۱۰۰، ۱۰۱ .

النسائی السنن کتاب الطھارة باب الوضو بماء البحر ۱/ ۱۷۶.

ابن ماجه السنن کتاب ، الطھارة باب الوضو بماء البحر ح (۳۸۶) ۱/ ۱۳۶.

ابن ابی شیبه المصنف کتاب الطھارات باب من رخص فی الوضو بماء البحر ۱/ ۱۳۱ .

ابن خزیمة الصحیح کتاب الطهارة باب الرخصة فی الغسل و الوضو من ماء البحر ح (۱۱۱) ۱/۵۹ .

جب ہم اتنی ہی تخریج چاہتے ہیں جتنا حافظ ابن حجر نے حوالہ جات میں واضح کیا ہے تو اس پر بھی اکتفاء کیا جا سکتا ہے اگر ہمیں دیگر مصادر اصلیہ میں حدیث مل جائے تو ہم مندرجہ ذیل طریق پر یوں بھی اضافہ کر سکتے ہیں۔

جیسے مالک ،الموطا ،کتاب الطهارة، باب الطهور، للوضو ،ح (۱۲) ۱/۲۲.

الشافعی الام کتاب الطهارة ۱/۱٦ .

الدارمی السنن کتاب الطهارة باب الوضو من ماء البحر ابن الجارود المنتقی باب فی طهارة الماء والقدر الذی ینجس والذی لا ینجس ص ۲۵.

الدار قطنی السنن کتاب الطهارة باب فی ماء البحر ح (۱۳) ۱/۳٦

الحاکم المستدرک کتاب الطهارة ۱/۱۴۰،۱۴۱.

البیهقی السنن الکبری کتاب التطهیر بماء البحر ۱/۳.

یہ مثال میں نے تفصیلاً اس لئے بیان کی ہے تا کہ مبتدی کا حوصلہ بلند ہو اور اس کے سامنے واضح ہو کہ تخریج کا دائرہ کار بعض دفع بہت وسیع بھی ہو سکتا ہے۔

اب آنے والے صفحات میں ہم بعض حل شدہ تخریجی مثالیں حدیث کے اعتبار سے پیش کریں گے اور بعض عملی تدریب و مشق کو سامنے رکھتے ہوئے غیر حل شدہ مثالیں بھی تخریج حدیث کے اعتبار سے پیش کریں گے جو آہستہ آہستہ آسان سے مشکل کی طرف جارہی ہوں گی۔

یہ تمام تطبیقات (مشقیں) حدیثی موضوع کے اعتبار سے حدیث تلاش کرنے کے

بارے میں ہیں۔

مبتدی کو تدریجاً تدریجاً مہارت تک پہنچانے کے لئے اس طریقے کو ہم چھ مراحل میں تقسیم کرتے ہیں۔

المرحلة الاولی

پہلے حدیث میں صحابی اور روایت کرنے والے مصنف نیز کتاب اور باب بھی دے دیا جائے۔ اور رقم الحدیث ،رقم الجزء، رقم الصفحة طالب علم کے لئے چھوڑ دیا جائے ،مثلا حدیث ابن عمر کی تخریج مکمل طور پر بیان کرو۔

"لا یقبل الله صلاة بغیر طهور و لا صدقة من غلول"

جس کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتب میں روایت کیا۔

مسلم الصحیح کتاب الطهارة باب ما جاء لا تقبل صلوة بغیر طهور.

و ابن ماجه السنن کتاب لطهارة باب ما جاء لا تقبل صلوة بغیر طهور.

و البیهقی السنن الکبری کتاب الطهارة باب فرض الطهور للصلوة

حدیث تلاش کرنے کے بعد طالب علم کو حوالہ جات مندرجہ ذیل طریقے سے درج کرنے چاہیے۔

مسلم الصحیح کتاب الطهارة باب وجوب الطهارة للصلوة ح (۲۲۴/۱) ۲۰۴/۱

الترمذی الجامع ابواب الطهارة باب ما جاء لا تقبل صلاة بغیر طهور ح (۱) ۵/۱

ابن ماجه السنن کتاب الطهارة باب لا یقبل الله صلوة بغیر طهور (۲۷۲) ۱۰۰/۱

البیھقی السنن الکبری کتاب الطھارۃ باب فرض الطھور للصلوۃ ۱/۴۲

اس مثال کو حل کرنے کے بعد مبتدی طالب علم کو چاہیے کہ آنے والی احادیث کی تخریج بھی مذکور مثال کی روشنی میں مکمل تحریر کرے۔

الحدیث الاول

حدیث المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ انہ علیہ السلام مسح بناصیتہ و علی العمامۃ جس کو مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

مسلم الصحیح کتاب الطھارہ باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ

وابو داؤد السنن کتاب الطھارۃ باب المسح علی الخفین۔

الترمذی الجامع ابواب الطھارۃ باب ما جاء فی المسح علی العمامۃ مع الناصیۃ۔

والنسائی السنن کتاب الطھارۃ باب المسح علی العمامۃ مع الناصیۃ

وابن ماجہ السنن کتاب الطھارۃ باب ما جاء فی المسح علی الخفین۔

الحدیث الثانی

حدیث ابی سعید الخدری مرفوعًا اذا سمعتم المؤذّن فقولوا مثل ما یقول جس کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتب میں درج کیا ہے۔

(۱) البخاری الصحیح کتاب الاذان باب یا ی قول اذا سمع المنادی

(۲) مسلم الصحیح کتاب الصلاۃ باب استحباب القول مثل

قول المؤذن ومالک الموطا کتاب الصلاۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن .

(۳)مالک المو طا کتاب الصلاۃ باب ما جاء فی النداء للصلاۃ.

(۴)الدارمی السنن کتاب الصلوۃ باب ما یقال فی الاذان .

(۵)ابو دائود السنن کتاب الصلوۃ باب ما یقول اذا سمع المو ذن .

(۶)الترمذی الجامع ابواب الصلاۃ باب ما یقول الرجل اذا اذن المو ذن

(۷)النسائی السنن کتاب الاذان باب القول مثل ما یقول المو ذن .

(۸)ابن ماجه السنن کتاب الاذان باب ما یقال اذا اذن المو ذن .

الحدیث الثالث

حدیث وائل بن حجر رایت رسول اللهﷺ اذا سجد وضع رکبتیه قبل یدیه واذا نهض رفع یدیه قبل رکبتیه جس کو مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

ابو داؤد السنن کتاب الصلاۃ باب کیف یضع رکبتیه قبل یدیه

والترمذی الجامع ابواب الصلوۃ باب ما جاء فی وضع الیدین قبل الرکبتین .

والنسائی السنن کتاب التطبیق باب رفع الیدین قبل الرکعتین .

وابن ماجه السنن کتاب اقامة الصلوۃ باب السجود .

والدارمی السنن کتاب الصلوۃ باب اول ما یقع الانسان علی الارض للسجود .

الحدیث الرابع

حدیث ابن عمر رضی الله عنهما مرفوعا فیما سقت السماء والعیون

او کان عشریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر جس کو مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کیا ہے

(۱) البخاری الصحیح کتاب الزکاۃ باب العشر فیما یسقی من ماء السماء وبالماء الجاری .

(۲) وابو داؤد السنن کتاب الزکوۃ باب صدقۃالزرع .

(۳) والترمذی الجامع کتاب الزکوۃ باب ما جاء فی الصّدقۃ فیما یسقی بالانھار وغیرھا .

(۴) والنسائی السنن کتاب الزکاۃ باب یوجب العشر وما یوجب نصف العشر .

(۵) وابن ماجه السنن کتاب الزکاۃ باب صدقة الزروع والثمار

الحدیث الخامس

حدیث ابی ایوب الانصاری مرفوعا من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال کان کصیام الدھر جس کو مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

(۱) مسلم الصحیح کتاب الصیام باب استحباب ستة ایام من شوال اتباعابا لرمضان .

(۲) وابو داؤد السنن کتاب الصوم باب فی صوم ستة ایام من شوال.

(۳) الترمذی الجامع کتاب الصیام باب ما جاء فی ستة ایام من شوال.

(۴) ابن ماجه السنن کتاب الصیاب باب صیام ستة ایام من شوال .

(۵) والدارمی السنن کتاب الصوم باب صیام الستة من شوال .

المرحلة الثانیة

اس مرحلہ میں حدیث صرف (۱) صحابی (۲) کتاب کے مصنف (۳) کتاب کا نام (یہاں کتاب سے مراد کتاب الصلوۃ، کتاب الزکوۃ الخ وغیرہ ہیں) کے ساتھ دی جائے اور باقی (۱) باب (۲) رقم الحدیث (۳) رقم الجزء (۴) رقم الصفحة وغیرہ

طالب علم کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

مثال: اس حدیث کی تخریج مکمل طور پر تحریر کریں۔

حدیث عَلِیّ لو کان الدین بالرای لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاہ وقد رایت رسول اللہ ﷺ یمسح علی ظاہر خفیہ جس کو مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کیا

(۱)ابو داؤد السنن کتاب الطھارۃ .

(۲) والدارمی السنن کتاب الطھارۃ .

(۳)وابن ابی شیبۃ المصنف کتاب الطھارات .

(۴)والدار قطنی السنن کتاب الطھارۃ .

(۶)والبیھقی السنن الکبری کتاب الطھارۃ .

اس مثال کو حل کر لینے کے بعد مکمل طور پر یوں تحریر کرنا پڑے گا۔

(۱)ابو داؤد السنن کتاب الطھارۃ باب کیف المسح ح(۱۶۲) ۱/۱۱۴ .

(۲) والدارمی السنن کتاب الطھارۃ باب المسح علی النعلین ۱/۱۸۱ .

(۳)وابو ابی شیبۃ المصنف کتاب الطھارۃ باب الرخصۃ فی المسح علی الخفین ح (۲۳) ۱/۱۹۹ .

(۴)البیھقی السنن الکبری کتاب الطھارۃ السنن الکبری کتاب الطھارۃ باب الاقتصار بالمسح علی ظاہر الخفین ۱/۲۹۲ .

اسی حل شدہ مثال کی روشنی میں مبتدی کو باقی آنے والی احادیث بھی حل کرنی چاہیے۔

الحدیث الاول

حدیث ابی ھریرہ مرفوعا اذا قلت لصاحبک انصت یوم الجمعۃ والامام یخطب فقد لغوت اس کو مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

(۱) البخاری الصحیح کتاب الجمعۃ (۲)مسلم الصحیح

کتاب الجمعة (۳)مالک الموطا کتاب الجمعة (۴)ابو داؤد السنن کتاب الصلاة (۵)الترمذی الجامع ابواب الجمعة (۶)النسائی السنن کتاب الجمعة (۷)ابن ماجه السنن کتاب اقامة الصلاة (۸)والدارمی السنن کتاب الصلاة .

الحدیث الثانی

حدیث ابی قتادة رضی الله عنه مرفوعا اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین او فلا یجلس حتی یصلی رکعتین جس کو مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

البخاری الصحیح کتاب الصلاة (۲)مسلم الصحیح کتاب المسافرین (۳)ابو داؤد السنن کتاب الصلوة (۴)الترمذی الجامع ابواب الصلوة (۵)النسائی السنن کتاب المساجد (۶)ابن ماجه السنن کتاب اقامة الصلاة .

الحدیث الثالث

حدیث عبد الرحمن بن یعمر الدیلی مرفوعا الحج عرفة جس کی تخریج مندرجہ ذیل حضرات نے کی ہے۔

(۱)ابو داؤد السنن کتاب المناسک (۲)الترمذی الجامع کتاب الحج (۳)ابن ماجه السنن کتاب المناسک (۴)والدارمی السنن کتاب الماسنک (۵)الدار قطنی السنن کتاب الحج(۶) والحاکم المستدرک کتاب المناسک (۷)والبیهقی السنن الکبری کتاب الحج

الحدیث الرابع

حدیث ابی قتادة الانصاری من قتل قتیلا فله سلبه جس کی تخریج مندرجہ ذیل حضرات نے کی ہے۔

(۱)البخاری الصحیح کتاب فرض الخمس(۲) ومسلم الصحیح کتاب الجهاد والسیر (۳)مالک الموطا کتاب الجهاد (۴)ابو داؤد والسنن کتاب الجهاد (۵)ابن ماجه السنن کتاب الجهاد .

الحدیث الخامس

حدیث عائشہ رضی الله عنها خیرنا رسول اللهﷺ فاخترناه فلم یکن طلاقا اس کی تخریج مندرجہ ذیل حضرات نے کی ہے۔

(۱)البخاری الصحیح کتاب الطلاق (۲)مسلم الصحیح کتاب الطلاق (۳)ابو داؤد السنن کتاب الطلاق (۴)الترمذی الجامع کتاب الطلاق واللعان(۵)النسائی السنن کتاب الطلاق (۶)ابن ماجه السنن کتاب الطلاق .

المرحلة الثالثة

اس مرحلے میں حدیث مخرج (مصنف کتاب) رقم الکتاب، رقم الباب وغیرہ جو کتاب مفتاح کنوز السنۃ میں مذکور ہیں وہ دے دیے جائیں رقم الکتاب ورقم الصفحة کو عنوان الباب وعنوان الکتاب سے پہچانا جاسکتا ہے، پھر حسب سابق مفتاح کنوز السنۃ کی مدد سے مکمل تخریج تحریر کریں۔

اس مرحلے کی مثال دینے سے پہلے مفتاح کنوز السنۃ کا کچھ تعارف بیان کیا جاتا ہے۔

کتاب مفتاح کنوز السنۃ

یہ کتاب ایک جلد میں ہے جس کو اس کے مصنف فنسنک المستشرق نے ۱۴ کتابوں سے حدیثیں جمع کی ہیں جن کو حروف المعجم پر مرتب کیا ہے اور احادیث موضوعات فقہیہ کی ترتیب پر ہیں اور ان کی تخریج کرنے والوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں موضوع حدیث پر دلالت کی کیفیت بھی بیان کر دیتے ہیں۔

وہ امور جن کے ذریعے اصحاب الکتب کی طرف اشارہ کرتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔
''خ'' سے مراد صحیح البخاری ہے۔ ''بد'' سے مراد سنن ابی داؤد ہے۔ ''تر'' سے مراد جامع الترمذی ہے۔ ''نس'' سے مراد سنن النسائی ہے۔ ''مج'' سے مراد سنن ابن ماجہ ہے۔ ''می'' سے مراد سنن الدارمی ہے ''مس'' سے مراد صحیح مسلم ہے۔ ''ما'' سے مراد موطا مالک ہے۔ ''ط'' سے مراد مسند الطیالسی ہے۔ ''ز'' سے مراد مسند زید بن علی ہے۔ ''ہش'' سے مراد سیرۃ ابن ہشام ہے۔ ''قد'' سے مراد مغازی الواقدی ہے۔ ''حم'' سے مراد مسند احمد۔ ''عد'' سے مراد طبقات ابن سعد ہے۔

اس مقام پر کتاب **تیسیر المنفعة بکتابی مفتاح کنوز السنة والمعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی** جس کو محمد فواد عبدالباقی نے نو کتب السنۃ میں ابواب نمبر کی مدد سے ابواب کتب کے عناوین کو آسانی سے پہچاننے کے لئے ترتیب دیا ہے وہ کتب السنۃ مندرجہ ذیل ہیں۔

> **"جامع البخاری ،جامع مسلم ،جامع الترمذی ،سنن ابی داؤد، سنن النسائی،سنن ابن ماجه ،سنن الدارمی،موطا مالک ،مسند احمد".**

ایک قابل ذکر بات

رقم الباب طبعات میں اختلاف کی وجہ سے بدلتے رہتے ہیں اس لئے حدیث **المعجم المفهرس** کے دیئے ہوئے رقم الباب سے پہلے کے دو تین باب میں تلاش کیا جائے یا بعد والے دو تین ابواب میں تلاش کیا جائے تو حدیث مل جائے گی کیونکہ طبعات کے فرق سے اتنا فرق پڑ ہی جاتا ہے۔

مثال جس پر حدیث کو ہم بطور مثال پیش کرنا چاہتے ہیں اس کا موضوع ہے آدم علیہ السلام اور حدیثی الفاظ کا تعین یہ ہے **فی یوم جمعة خلق آدم واسکن الجنه واهبط منها .**

اب اس حدیث کا موضوع آدم علیہ السلام ہمزہ ممدودہ سے شروع ہو رہا ہے یہ پہلے صفحے میں تلاش کرنے سے مل جائے گا کیونکہ کتاب بھی ہمزہ ممدودہ سے شروع ہو رہی ہے اس کی تخریج کتاب مندرجہ ذیل ہے۔

مس، ک ح ۱۷ و ۱۸، ک ۵۰ ح ۲۷، بد۔ک ۲ ب ۲، تر۔ک ۴ ا و ۲، نس۔ک ۱۴ ب ۴ و ۵ و ۴۵، مج۔ک ۵ ب ۷۶ ک ۶ ب ۶۴، می۔ک ۲ ب ۲۰۶، ما۔ک ۳ ح ۸۹، عد۔ج ا قاص ۸۷، قاحم۔ثان ص ۳۱۱، ۳۲۷ و ۵۴۰۔

اس کی تخریج ان حوالہ جات کی مدد سے کر کے مندرجہ ذیل طریق سے سامنے آئے گی۔

مسلم، الصحیح، کتاب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة، ح (۱۷/ ۸۵۴) اور (۱۸/ ۸۵۴)، ۲/ ۵۸۵ اور کتاب صفات المنافقین واحکامهم، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیه السلام، ح (۲۸/ ۲۷۸۹) ۴/ ۲۱۴۹.

اور ابو داؤد السنن، کتاب الصلوة، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، ح (۱۰۴۶)، ۱/ ۶۳۴.

اور الترمذی الجامع ابواب الجمعة باب ما جاء فی فضل یوم الجمعة ح (۴۸۸) ۲/ ۳۵۹. اور باب ما جاء فی الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة ح (۴۹۱) ۲/ ۳۶۲.

اور النسائی السنن کتاب الجمعة باب ذکر فضل یوم الجمعة ۳/ ۹۰ اور باب اکثار الصلوة علی النبی ﷺ یوم الجمعة ۳/ ۹۱. اور باب ذکر الساعة التی یستجاب فیها الدعا یوم الجمعة ۲/ ۱۱۴.

اور ابن ماجه السنن کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها باب فی فضل الجمعة ح (۱۰۸۴) ۱/ ۳۴۴، اور باب ذکر وفاته ﷺ ح (۱۶۳۶) ۱/ ۵۲۴.

اور الدارمی السنن کتاب الصلوۃ باب فی فضل الجمعۃ ۱/ ۳۶۹.

اورمالک الموطا کتاب الجمعۃ باب ما جاء فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ ح (۱۶) ۱/ ۱۰۸.

اور ابن سعد الطبقات الکبری ج ۱ ق ۱ ص۸ .

احمد المسند ۲/ ۳۱۱،۲۲۷،۳۴۰،۵ .

نوٹ: ۔اب ان ابواب کو آگے پیچھے کے ابواب سے تقابل کریں تو ضرور طبعات کی وجہ سے ایک دو ابواب کی تقدیم تاخیر ہو گی۔

اس حدیث کی مثال کی روشنی میں مبتدی کو چاہیے کہ مندرجہ ذیل احادیث کی تخریج کرے اور مندرجہ بالا طریق پر مکمل تخریج تحریر کرے۔

الحدیث الاول: ۔دعا النبی ﷺ لابن عباس اس کا موضوع مفتاح کنوز السنۃ میں ابن عباس ہے جو حرف الف کی تختی میں مل جائے گا۔

الحدیث الثانی: ۔لو کنت متخذا خلیلا من امتی لاتخذت ابا بکر اور اس کا موضوع ابوبکر ہے۔

الحدیث الثالث: ۔ھذا جبل یحبنا و نحبہ اس کا موضوع احد ہے۔

الحدیث الرابع: ۔کان اول من اذن موضوعہ بلال .

الحدیث الخامس: ۔اتقوا النار لو بشق تمرۃ موضوعہ التصدق

الحدیث السادس: ۔افضل الناس مومن یجاھد بنفسہ وما لہ فی سبیل اللہ وموضوعہ الجھاد .

الحدیث السابع: ۔تابعوا بین الحج و العمرۃ فانھما ینفیان الفقر و الذنوب موضوعہ الحج .

الحدیث الثامن: ۔انھا لیست بدواء ولکنھا داء موضوعہ الخمر .

الحدیث التاسع: ۔الخیل معقود فی نواصیھا الخیر .موضوعہ الخیر.

الحدیث العاشر:۔ یکون فی آخر الزمان دجاجلة کثیرون وموضوعه الدجال .

المرحلة الرابعة

اس مرحلے میں حدیث صرف صحابی اور مصنف کے نام کے ساتھ دی جائے باقی تمام تخریج مبتدی پر چھوڑ دی جائے۔

مثال:۔ حدیث عقبۃ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ جس کی تخریج مسلم، ابوداود، الترمذی، النسائی، ابن ماجہ، الطحاوی، البیہقی نے ان الفاظ میں کی ہے:

ثلاث ساعات کان رسول اللہ ﷺ ینهانا ان نصلی فیهن او ان نقبر فیهن موتانا حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظهیرة حتی تمیل وحین تضیف الشمس للغروب .

اور تخریج کامل کے بعد اس کو مندرجہ ذیل طریقے سے درج کریں گے۔

مسلم الصحیح کتاب صلاة المسافرین باب الاوقات التی نهی عن الصلاة فیها ح (۲۹۳/ ۸۳۱). ۵۶۹.

اور **ابو داؤد السنن کتاب الجنائز باب الدفن عند طلوع الشمس ح (۳۱۹۲) ۳/ ۵۳۱.**

اور **الترمذی الجامع کتاب الجنائز باب ما جاء فی کراهیة الصلاة علی الجنازة عند طلوع الشمس ح ۱۰۳۰) ۳/ ۳۴۸، ۳۴۹.**

اور **النسائی السنن کتاب المواقیت باب الساعات التی نهی عن الصلوة فیها ۱/ ۲۷۵.**

اور **ابن ماجه السنن کتاب الجنائز باب ما جاء فی الاوقات التی لا یصلی فیها علی المیت ح (۱۵۱۹) ۱/ ۴۸۶.**

اور الطحاوی شرح معانی الاثار کتاب الصلاة باب مواقیت الصلاة ۱۵۱/۱.

اور البیھقی السنن الکبری کتاب الصلوة باب النھی عن الصلوة فی ھاتین الساعتین ۴۵۴/۲.

اس مثال کو حل کر لینے کے بعد اس کی روشنی میں مندرجہ ذیل احادیث کی تخریج کامل درج کریں۔

الاول:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث جو کہ مرفوعا منقول ہے۔

الذھب بالذھب ربا الاھاء وھاء والبر بالبر ربا الاھاء وھاء والتمر بالتمر ربا الاھاء وھاء والشعیر بالشعیر ربا الا ھاء وھاء.

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم اور امام مالک اور دارمی اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اور ان میں سے اکثر کی کتابوں میں الذھب بالورق کے الفاظ ہیں۔

الثانی:۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا

لا یحل لامراۃ مومنة تومن باللہ والیوم الاخر ان تحد علی میت فوق ثلاث لیال الا علی زوج اربعة اشھر وعشر .

اس حدیث کو امام بخاری و مسلم و مالک و ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے بیان کیا۔

الثالث:۔ خدیث عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا

کان فیما نزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول اللہ ﷺ وھی فیھما یقرا من القرآن.

اس حدیث کو امام مسلم و مالک و شافعی و دارمی و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ والبیھقی

نے بیان کیا ہے۔

الرابع:۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا منقول ہے

الایم احق بنفسها من ولیها والبکر تستامر فی نفسها واذنها صماتها.

اس حدیث کو امام مسلم اور مالک اور ابوداود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔

الخامس:۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ مرفوعا منقول ہے۔

الیمین علی نیة المستخلف.

اس حدیث کو امام مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابوشیبہ اور حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔

المرحلة الخامسة

اس مرحلے میں حدیث صرف صحابی کے نام کے ساتھ دی جائے باقی تخریجی مراحل مکمل طور پر مبتدی کے لئے چھوڑ دیے جائیں۔

مثال:۔ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما

ان الله ینهاکم ان تحلفوا بابائکم فمن کان حالفا فلیحلف بالله او لیصمت.

اس کی تخریج **جامع الاصول لابن الاثیر** اور **نصب الرایه للزیلعی** اور کتب مشتملۃ سے مدد لینے کے بعد یوں سامنے آئی۔

البخاری الصحیح کتاب الادب باب من لم یر اکفار من قال ذلک متاولا او جاهلا ح (۲۴) ۸/۲۳۶.

اور **مسلم الصحیح کتاب الایمان باب النهی عن الحلف بغیر الله ح**

(۲٦۴٦) ۳/ ۱۲٦٦.

اورمالک الموطا کتاب النذور والایمان باب جامع الایمان ح (۱۴) ۲/ ۴۸۰)

اور ابو داؤد السنن کتاب الایمان والنذور باب فی کراھیة الحلف بالاباء ح (۳۲۴۹) ۳/ ۵۷۰،۴٦۹:

اور نسائی کتاب الایمان باب الحلف بالاباء ۵/ ۵۰۴.

اورابن ماجه السنن کتاب الکفارات باب النهی ان یحلف بغیر الله ح (۲۰۹۴) ۱/ ٦۷۷.

اورالبیهقی السنن الکبری کتاب الایمان باب کراھیة الحلف بغیر الله عز وجل ۱۰/ ۲۹.

ان امثال کے حل ہوجانے کے بعد مبتدی پر لازم ہے کہ وہ مندرجہ ذیل احادیث کی تخریج کرے۔

الاول:۔حدیث انس رضی اللہ عنہ

کنا نصلی مع النبی ﷺ فی شدة الحر فاذا لم یستطع احدنا ان یمکن جبهته من الارض بسط ثوبه ثم سجد علیه .

الثانی:۔حدیث انس رضی اللہ عنہ

ما اولم النبی ﷺ علی شی من نسائه ما اولم علی زینب .

الثالث:۔حدیث ایاس بن عبدالمزنی رضی اللہ عنہ

ان النبی ﷺ نهی عن بیع فضل الماء .

الرابع:۔حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ مرفوعا

افضل دینار ینفقه الرجل دینار ینفقه علی عیاله .

الخامس:۔حدیث جابر رضی اللہ عنہ

کان النبیﷺ یجمع بین الرجلین من قتلی احد فی الثوب الواحد.

المرحلة السادسة

کسی صحابی کا ذکر کیے بغیر حدیث دی جائے اور اس کے تمام طرق کا تتبع کروایا جائے تو ان میں سے بعض احادیث تو احاد ہونگی اور بعض مشہور اور بعض متواتر یعنی جو اکثر صحابہ سے مروی ہوں اور کبھی ایک ہی صحابی کے لئے طریقہ بھی ایک ہی ہوگا اور کبھی متعدد ہوگا۔

مثال:۔ اس کی مثال مندرجہ ذیل ہے۔

افطر الحاجم والمحجوم .

یہ حدیث (۱۹) انیس صحابہ سے مروی ہے حضرت ثوبان، شداد بن اوس، رافع بن خدیج، ابوموسی اشعری، معقل بن سنان، اسامہ بن زید، علی، عائشہ، ابو ہریرہ، ابن عباس، سمرہ، انس، جابر، ابن عمر، سعد بن مالک، ابوزید الانصاری، معقل بن یسار۔

بہر کیف حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث چھ طرق سے وارد ہوئی ہے۔

پہلا طریقہ

من رواية يحيى بن ابى كثير عن ابى قلابة عن ابى اسماء الرحبى عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ عن النبى ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم.

اس حدیث کو ابو داؤد اور السنن نے بیان کیا ہے کتاب الصوم باب فی الصائم یحتجم ح (۲۳۶۷) ۲/۷۷۰۔

اور نسائی السنن کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح (۳۱۳۷) ۱، ۲/۲۱۷.

اور ابن ماجه السنن میں کتاب الصیام باب ما جاء فی الحجامة للصائم ح (۱۶۸۰) ۱/۵۳۷

اور احمد المسند میں ۵/۲۷۷، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۰

اورالطیالسی المسندین ح (۹۸۹) ص ۱۳۳

اور الدارمی السنن میں کتاب الصوم باب الحجامة تفطر الصائم ۱۴/۲، ۱۵.

اورعبد الرزاق المصنف میں کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح (۷۵۲۲) ۴/۲۰۹۰.

اور ابن خزیمه صحیح ابن خزیمه جماع ابواب الافعال اللوائی تفطر الصائم ح (۱۹۶۲) ۳/۲۲۶

اور ابن الجارود المنتقیٰ میں باب الصیام ح (۳۸۶) ص ۱۲۰

اور ابن حبان الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان لابن بلبان میں کتاب الصوم باب حجامه الصائم ح (۳۴۳۵) ۵/۲۱۸.

اور الطحاوی شرح معانی الاثار میں کتاب الصیام باب الصائم یحتجم ۹۸/۲.

اورالحاکم المستدرک میں کتاب الصوم باب افطر الحاجم والمحجوم ۴۲۸/۱

اور بیهقی السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحدیث الذی روی فی الافطار بالحجامة ۴/۲۶۵.

البزار فی مسنده عزاه له الزیلعی فی نصب الرایة ۲/۴۷۲

امام زیلعی فرماتے ہیں کہ امام احمد اور ابن المدینی وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے

(نصب الرایة کتاب الصوم ۱/۴۷۲)

اس وجہ سے طرق متابعات ہیں اور امام ابوالمہلب راشد بن داؤد الصنعانی متابع بنے ہیں ابوقلابہ کے اور یہ حضرات روایت کرتے ہیں ابواسماء سے اور وہ حضرت ثوبان سے اور وہ نبی ﷺ سے اور بیہقی السنن الکبری نے اس کو بیان کیا کتاب الصیام باب الحدیث الذی

روی فی الافطار بالحجامة ۴/ ۴۶۶ . الدولابی الکنی والاسماء ترجمة ابی المهلب ۲/ ۱۳۵ .

اور یحییٰ بن حارث تابع ہوئے ہیں ابوقلابہ کے چنانچہ یہ حضرت روایت کرتے ہیں ابو اسماء سے اور وہ حضرت ثوبان سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے ابن ابی حاتم فی علل الحدیث۔

اور ابوحاتم ان اخبار کو معلول قرار دیتے ہیں جو روزے کے بارے میں مروی ہیں ح(۷۲۹)۱/ ۲۴۸۔

اور قتادہ یحییٰ بن ابوکثیر کی اتباع کرتے ہیں چنانچہ یہ روایت کرتے ابواسماء سے اور وہ ثوبان سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے ابن ابی حاتم علل حدیث میں ان اخبار کو بھی معلول قرار دیتے ہیں جو روزے کے بارے میں مروی ہیں۔

دوسرا طریقہ

من روایة ابن جریج اخبره مکحول ان شیخا من اهل الحی اخبره ان ثوبان مولی النبی ﷺ اخبره ان النبی ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم .

اور ابو دائود السنن کتاب الصوم باب فی الصائم یحتجم ح(۲۳۷۰) ۲/ ۷۷۲.

اور النسائی السنن الکبری کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۳۱۳۴/ ۲) ۲/ ۲۱۶

اور احمد المسند ۵/ ۲۸۲.

اور عبد الرزاق المصنف کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۷۵۲۵)۴/ ۴/ ۲۱۰

اور ابن ابی شیبه المصنف میں کتاب الصیام باب من کره ان یحتجم الصائم ۳/ ۵۰ .

اور بیہقی السنن الکبری کتاب الصیام باب الحدیث الذی روی فی الافطار بالحجامة ۲۶۶/۴ پھر اپنی سند کے ساتھ ابوداؤد تک روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

قال قلت لاحمد بن حنبل ای حدیث اصح فی افطر الحاجم والمحجوم قال حدیث ابن جریج عن مکحول عن شیخ من الحی عن ثوبان ۲۸۷/۴.

تیسرا طریقہ

من روایة شهر بن حوشب عن عبد الرحمن بن غنم عن ثوبان مولی رسول الله ﷺ ان رسول الله ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم اخرجه احمد المسند ۲۷۶/۵، ۲۸۲.

اورا لنسائی السنن الکبری کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۳۱۵۸) ۲۲۶/۲/۱

اور الطحاوی شرح معانی الاثار کتاب الصیام باب الصائم یحتجم ۹۸/۲

اور ابن ابی حاتم علل حدیث میں ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے معلول قرار دیا ہے ان اخبار کو بھی جو روزے کے بارے میں مروی ہیں ح (۶۵۶) ۲۲۶/۱۔

چوتھا طریقہ

من روایة سالم بن ابی الجعد عن معدان بن طلحة عن ثوبان عن النبی ﷺ اخرجه النسائی السنن ا لکبری کتاب لصیام باب الحجامة للصائم ح(۳۱۵۹) ۲۲۲/۲.

اور ابن ابی حاتم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے (المصدر السابق)۔

پانچواں طریقہ

من روایة یزید بن ربیعة ثنا ابو الاشعث عن ثوبان الحدیث اخرجه البیهقی المصدر السابق ۲۶۸/۴.

چھٹا طریقہ

من روایة قتادة عن شهر بن حوشب عن ثوبان اخرجه النسائی السنن الکبری کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۳۱۵۷/۲) ۲۲۲،۲۲۱/۲.

بہر حال شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث پانچ وجوہ سے اور اس کا مدار علی ابی قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی پر ہے بایں حیثیت کہ اس میں اختلاف ہے۔

الوجه الاول

من روایة ابی قلابة عن ابی الاشعث الصنعانی عن ابی اسماء الرجمی عن شداد بن اوس قال سمعت رسول الله ﷺ یقول افطر الحاجم والمحجوم.

اخرجه النسائی السنن الکبری کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۳۱۴۵) ۷، ۲۱۹/۲

اور عبد الرزاق المصنف میں کتاب الصیام باب الحجامة للصائمح(۷۵۱۹) ۲۰۹/۴

اور الدارمی السنن میں کتاب الصوم باب الحجامة تفطر الصائم ۱۴/۱.

اور عند البعض اس روایت میں زید کی جگہ یزید ہے اور یہ ایک شدید غلطی ہے اور ابن حبان الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان جو کہ ابن بلبان کی لکھی ہوئی ہے اس میں کتاب الصوم باب حجامة الصائم ح(۳۵۲۵) ۲۱۹،۲۱۸/۵۔

اور البیہقی السنن الکبری میں

کتاب الصیام باب الحدیث الذی روی فی الافطار بالحجامة ۲۶۵۳

اور ابن ابی شیبۃ المصنف میں کتاب الصیام باب من کرہ ان یحتجم الصائم ۴۹/۳

اور الحازمی الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار میں باب الحجامۃ للصائم ص ۱۳۹.

الوجه الثانی

من روایۃ ابی قلابۃ عن ابی الاشعث عن شداد بن اوس ان رسول اللہ ﷺ اتی علی رجل بالبقیع ھو یحتجم وھو اخذ بیدی لثمان عشرۃ خلت من رمضان فقال افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں

ابوداؤد السنن کتاب الصوم باب فی الصائم یحتجم ح(۲۳۶۹) ۷۷۲/۲

اور النسائی السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحجامۃ للصائم ح(۳/۳۱۴۱) ۲۱۸/۲.

اور الطیالسی المسند میں ح(۱۱۱۸) ص ۱۵۲

اور عبدالرزاق المصنف میں کتاب الصیام باب الحجامۃ للصائم ح(۷۵۲۰) ۲۰۹/۴.

اور الشافعی میں کتاب اختلاف الحدیث المطبوع مع الام باب الحجامۃ للصائم ۶۴۰/۸.

اور ترتیب مسند الشافعی للسندی میں کتاب الصوم الباب الاول فیما یفسد الصوم وما لا یفسدہ ۲۵۵/۱. اور احمد المسند میں ۱۲۴،۱۲۳،۱۲۲/۴

اور الطحاوی شرح معانی الاثار میں کتاب الصیام باب الصائم یحتجم ۹۹/۲

اور ابن حبان الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان جو کہ لکھی ہوئی ہے ابن بلبان کی اس میں

كتاب الصوم باب الحجامة للصائم ح(۳۵۲٦) ۵/۲۱۹

اور البیھقی السنن الکبری كتاب الصيام باب الحديث الذى روى فى الافطار بالحجامة ۴/۲۵۴، ۲٦۷ اور الحاکم المستدرک میں کتاب الصوم ۱/۴۲۹

اور الطحاوی شرح معانی الاثار میں كتاب الصيام باب الصائم يحتجم ۲/۹۹

اور الحازمی الاعتبار فى الناسخ والمنسوخ من الاثار میں باب الحجامة للصائم ص ۱۳۹

اور ایوب ابوقلابۃ کے تابع ہیں چنانچہ وہ ابی الاشعث اور وہ شداد سے روایت کرتے ہیں اسی کو حاکم مستدرک نے کتاب الصوم میں بیان کیا ہے ۱/۴۲۸

الوجه الثالث

من رواية ابى قلابة عن ابى اسماء الرحبى عن شداد بن اوس قال كنت مع النبى ﷺ بالمدينة قال وذاك لثمان عشرة خلون من رمضان فابصر رجلا يحتجم فقال رسول الله ﷺ افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں النسائی السنن الکبری كتاب الصيام باب الحجامة للصائم میں ح(۳۱۵۵/۴) ۲/۲۲۱۔ احمد المسند ۲/۲۲۱

الوجه الرابع

من رواية ابى قلابة ان شداد بن اوس بينما هو يمشى مع رسول الله ﷺ بالبقيع فمر على رجل يحتجم بعد ما مضى من الشهر ثمانى عشرة ليلة فقال رسول الله ﷺ افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں:

ابوداؤد السنن كتاب الصيام باب الحجامة للصائم میں ح(۲۳٦۸) ۲/۷۷۱، ۷۷۲

اور النسائی السنن الکبری نے کتاب الصیام باب الحجامة للصائم میں ح (۳۱۴۴) ۲/۲۱۸، ۲۱۹۔ اور ابن ماجہ السنن کتاب الصیام باب ما جاء فی الحجامة لصائم میں (۱۶۸۱) ۱/۵۳۷۔

الوجه الخامس

من رواية ابى قلابة عمن حدثه عن شداد بن اوس ان رسول اللہ ﷺ اتى على رجل يحتجم في البقيع لثمان عشرة خلت من رمضان وهو اخذ بيدى فقال افطر الصائم والمحجوم.

اس کو بیان کیا ہے

احمد المسند ۴/۱۲۵۔ اور ابن ابی شیبۃ المصنف کتاب الصیام میں باب من کره ان يحتجم الصائم ۳/ ۴۹.

شداد بن اوس کی حدیث کو متعدد علماء نے صحیح قرار دیا ہے:

فقال الترمذی سالت محمدا البخاری عن هذا الحديث فقال ليس في هذا الباب شي اصح من حديث شداد بن اوس وثوبان فقلنا له كيف بما فيه من الاضطراب فقال كلاهما عندى صحيح لان يحيى بن ابى كثير روى عن ابى اسماء عن ثوبان وعن ابى الاشعث عن شداد بن او روى الحديثين جميعا وهكذا ذكروا عن على ابن المديني انه قال حديث شداد بن اوس وثوبان صحيحان (علل الترمذى الكبير ترتيب ابى طالب القاضى ابواب الصوم عن رسول اللہ ﷺ باب كراهيه الحجامة للصائم ۱/ ۳۶۲، ۳۶۳)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ بعض دفعہ حدیث کے ساتھ ساتھ علماء کے نزدیک حدیث کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے اور حاکم کہتے ہیں میں نے محمد بن

صالح کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے احمد بن سلمہ کو سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اسحاق بن ابراہیم اور وہ ابن راہویہ ہیں کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ اسناد صحیح اور اسی کے ذریعہ حجت قائم ہوتی ہے وھذاالحدیث قد صح باسانید وبه نقول المستدرک کتاب الصوم، ۴۲۸/۱.

ایسا ہی مضمون امام بیہقی داری کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ میرے نزدیک افطر الحاجم والمحجوم والی حدیث جو کہ ثوبان اور شداد بن اوس سے مروی ہے یہ حدیث صحیح ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل کو بھی یہی فرماتے ہوئے سنا اور وہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ السنن الکبری کتاب الصیام باب فی ذکر بعض ما بلغنا عن حفاظ الحدیث فی تصحیح هذا الحدیث ۲۲۷/۴.

حدیث رافع بن خدیج

فقد ورد من طریق یحی بن ابی کثیر عن ابراهیم بن عبد الله بن قارظ عن السائب بن یزید عن رافع بن خدیج عن النبی ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان فرماتے ہیں:

الترمذی وقال حدیث رافع بن خدیج حدیث حسن صحیح وذکر عن احمد بن حنبل انه قال اصح شی فی هذا الباب حدیث رافع بن خدیج (السنن کتاب الصوم باب کراهیه الحجامة للصائم ح (۷۷۴) ۱۴۴/۳، ۱۴۵) واحمد المسند ۴۶۵/۳

وعبد الرزاق المصنف کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۷۵۲۳)۲۱۰/۴

اور ابن خزیمۃ میں ہے وہ فرماتے ہیں:

سمعت العباس بن عبد العظیم العنبری یقول سمعت علی بن عبد الله المدینی یقول لا اعلم فی افطر الحاجم والمحجوم حدیث اصح من ذا (صحیح ابن خزیمة جماع ابواب الافعال اللواتی تفطر الصائم باب ذکر البیان ان الحجامة تفطر الحاجم والمحجوم جمیعا ح(۱۹۶۴) ۳/۲۲۷

اور ابن حبان الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان لابن بلبان کتاب الصوم باب الحجامة للصائم ح(۳۵۲۷) ۵/۲۱۹

اور الحاکم المستدرک کتاب الصوم ۱/۴۲۸

اور فرماتے ہیں کہ:

یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط کے ساتھ اور البیہقی اور السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحدیث الذی روی فی الافطار بالحجامه ۴/۲۶۵

ابوموسی اشعری والی حدیث:۔ یہ حدیث چار طریقوں سے مروی ہے۔

پہلا طریقہ

من روایة مطر الورق عن بکر بن عبد الله المزنی عن ابی رافع الصائغ قال دخلت علی ابی موسی وهو یحتجم لیلا فقلت لو کان کان هذا نهارا فقال اتامرنی فعن اهریق دمی و انا صائم وقد سمعت رسول الله ﷺ یقول افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کیا ہے:

النسائی السنن الکبری کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۳۲۰۸) ۲/۲۳۱،۲۳۲.

اور ابن الجارود المنتقی باب الصیام ح(۳۸۷) ص ۱۶۰.

اور طحاوی شرح معانی الآثار کتاب الصیام باب الصائم

یحتجم ۹۸/۲.

اور حاکم فرماتے ہیں میں نے ابو علی الحافظ کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا کہ عبدان از ہری سے پوچھا کہ کیا یہ بات درست ہے کہ نبی ﷺ نے احتجام فرمایا روزہ کی حالت میں بھی انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عباس العنبری کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے میں نے علی بن المدنی سے سنا کہ ابی رافع عن ابی موسی والی یہ حدیث درست ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ افطر الحاجم والمحجوم. ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ. (المستدرک کتاب الصوم ۴۲۹/۱، ۴۳۰)

اور البیھقی السنن الکبری کتاب الصیام باب الحدیث الذی روی فی الافطار بالحجامة ۲۶۶/۴

اور الطبرانی فی المعجم الکبیر عزاہ له الحافظ الھیثمی فی مجمع الزوائد کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ۱۶۹،۳

البزار عزاہ له الحافظ الھیثمی فی کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الصیام باب کراھیة الحجامة للصائم ح (۱۰۰۴، ۱۰۰۵) ۴۷۵/۱ ایضا فی مجمع الزوائد الموضع السابق

دوسرا طریقہ

من روایة حمید الطویل عن بکر بن عبد الله المزنی عن ابی العالیة عن ابی موسی موقوفا.

اس کو بیان کرتے ہیں:

النسائی السنن الکبری کتاب الحجامة باب الحجامة للصائم ح (۳۲۱۴ /۲)

تیسرا طریقہ

من روایة سعید بن ابی عروبة عن بعض اصحابه عن ابی بردہ عن ابی موسی مرفوعاً .البیهقی السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحدیث الذی روی فی الافطار بالحجامة ۲۶۶/۴.

چوتھا طریقہ

من روایة سعید بن ابی عروبة عن ابی مالک شیخ له عن عبد الله بن بریدة عن ابی موسی رفعه الی النبی ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں:

البزار عزاہ له الحافظ الهیثمی فی کشف الاستار عن زوائد البزار میں کتاب الصیام باب کراهة الحجامة للصائم ح(۱۰۰۶) ۱/ ۴۷۶

حضرت معقل بن سنان والی حدیث

فقد ورد من طریق عطا بن السائب قال حدثنی نفر ن اهل البصرة منهم الحسن عن معقل بن سنان الاشجعی انه مر علی رسول الله ﷺ وانا احتجم فی ثمان عشرہ لیلة خلت من شهر رمضان فقال افطر الحاجم والمحجوم .

اس کو بیان کرتے ہیں:

النسائی السنن الکبری کتاب الصیام میں باب الحجامة للصائم ح(۳۱۶۸/۲) ۲۲۴/۲ اور احمد المسند ۴۷۴/۳، ۴۸

اور الطبرانی فی المعجم الکبیر عزاہ له الهیثمی فی مجمع الزوائد کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ۱۶۸/۳، ۱۶۹

اور الطحاوی شرح معانی الاثار میں کتاب الصیام باب الصیام
یحتجم ۲/۹۸

حضرت اسامہ بن زید والی حدیث

فقد ورد من طریق اشعث بن عبد الملک عن الحسن البصری
عن اسامة بن زید قال قال رسول اللہ ﷺ افطر الحاجم
والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں:

النسائی السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحجامة
للصائم ح(۳/۳۱۶۵) ۲/۲۲۳. واحمد المسند ۵/۲۱۰
البزار عزاہ له الحافظ الهیثمی فی کشف الاستار کتاب الصیام
باب کراهة الحجامة للصائم ح((۹۹۷) ۱/۴۷۲
اور البیهقی السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحدیث
الذی روی فی الافطار بالحجامة ۴. ۲۶۵

حضرت بلال والی حدیث

فقد ورد من طریق قتادة عن شهر بن حوشب عن بلال قال قال
رسول اللہ ﷺ افطر الحاجم والمحجوم .

اس کو بیان کرتے ہیں:

النسائی السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحجامة
للصائم ح(۵/۴۱۵۶) ۲/۲۲۱ اور احمد المسند ۶/۱۲ .
اور اس روایت میں شہر کی جگہ سلمہ کا نام ہے اور یہ ایک صریح غلطی ہے فافہم۔
اور ابن ابی شیبة المصنف میں کتاب الصیام باب من کرہ ان
یحتجم الصائم (۳/۵۰) اور البزار عزاله الحافظ الهیثمی فی
کشف الاستار میں کتاب الصیام باب کراهة الحجامة للصائم

ح(۱۰۰۸) ۱/۴۷۶.

اور الطبرانی فی المعجم الکبیر عزاہ لہ الھیثمی فی مجمع الزوائد میں کتاب الصیام باب الحجامۃ للصائم ۱۶۸/۳ .

حضرت علی والی حدیث

یہ دو طریقوں سے وارد ہے۔

پہلا طریقہ

من روایۃ لیث بن ابی سلیم عن عطا عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ افطر الحاجم والمحجوم .

اس کو بیان کرتے ہیں:

النسائی مرفوعاموقوفا کتاب الصیام باب الحجامۃ للصائم ح(۳۱۶۱/۱۰) ۲/۲۲۲

اور عبد الرزاق وقفہ علی رضی اللہ عنہ المصنف کتاب الصیام باب الحجامۃ للصائم ح(۷۵۲۴) ۴/۲۱۰

اور ابن ابی شیبۃ موقوفا المصنف میں کتاب الصیام باب من کرہ ان یحتجم الصائم ۳/۵۰

اور البزار عزالہ لہ الھیثمی فی کشف الاستار میں کتاب الصیام باب الحجامۃ ح(۹۹۶) ۱/۴۷۲

اور الطبرانی فی الاوسط عزاہ لہ الھیثمی فی مجمع الزوائد میں کتاب الصیام باب الحجامۃ للصائم ۳/۱۶۹

دوسرا طریقہ

من روایۃ لیث بن ابی سلیم عن ابی اسحاق السبیعی عن الحارث عن علی رفعہ الی النبی ﷺ ذکرہ البزار تعلیقا عزاہ لہ

الحافظ الهيثمي في كشف الاستار من كتاب الصيام باب كراهية الحجامة للصائم ح(۹۹۹) ۱/ ۴۷۳.

حضرت عائشہ والی حدیث

یہ حدیث تین طریقوں سے وارد ہوتی ہے۔

پہلا طریقہ

من رواية بن ابي سليم عن عطا عن عائشة قالت قال رسول اللهﷺ افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کیا ہے:

النسائي مرفوعا وموقوفاالسنن الكبرى میں كتاب الصيام باب الحجامة للصائم ح(۱/۳۱۹۰) (۲/۳۱۹۱)(۳/۳۱۹۲)(۴/۳۱۹۳) (۲/۲۲۸، ۲۲۹)اور احمد المسند (۶/۱۵۷، ۲۵۸)

اور ابن ابي شيبة موقوفا المصنف میں كتاب الصيام باب من كره ان يحتجم الصائم ۳/ ۵۱.

اور ابو يعلى الموصلي ان الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں افطر الحاجم والمستحجم عزاه له الحافظ الهيثمي في مجمع الزوائد میں كتاب الصيام باب الحجامة للصائم .ح(۹۹۹) ۱/ ۴۷۳.

ان سے ایک اور طریقہ سے بھی روایت مروی ہے۔

عن ليث عن عطاء عن عروة بن عياض عن عائشة عن النبي ﷺ.

دوسرا طریقہ

من رواية الزهري عن عروة عن عائشة عن النبي ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں

البزار عزاه له الحافظ الهیثمی فی المرجع السابق ح(۱۰۰۰)

اور عمرو بن شعیب الزہری بھی اسی کی اتباع کرتے ہیں چنانچہ یہ مرفوعا روایت کرتے ہیں عائشہ سے اسی کو بیان کیا ہے۔ الطحاوی شرح معانی الاثار میں کتاب الصیام باب الصائم یحتجم ۲/۹۲.

تیسرا طریقہ

من روایة الزهری عن سعید بن المسیب عن عائشه من النبی ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں

البزار عزاه الهیثمی فی مرجع السابق ح(۱۰۰۰) ایضا .

حضرت ابو ہریرہ والی حدیث

یہ حدیث پانچ طریقوں سے آتی ہے۔

پہلا طریقہ

من روایة الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریره مرفوعا .

اسکو بیان کرتے ہیں

النسائی مرفوعا وموقوفا السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۳/۳۱۷۶)اور ۳۱۷۷/۴) ۲/۲۲۵، ۲۲۶

اور ابن ماجه السنن میں کتاب الصیام باب ما جاء فی الحجامة للصائم ح(۱۶۷۹) ۱/۵۳۷.

اور الطبرانی فی الاوسط عزاه له الهیثمی فی مجمع الزوائد میں

كتاب الصيام باب الحجامة للصائم ۳/ ۱۶۹

دوسرا طریقہ

من رواية ابن جريج عن عطا عن ابى هريرة مرفوعا.

اس کو بیان کرتے ہیں:

النسائی السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۳۲۶۷) ۲۱۰/۳

اور البیھقی السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحدیث الذی روی فی الافطار بالحجامة ۲۶۶/۳

اور الطحاوی شرح معانی الآثار میں کتاب الصیام باب الصائم یحتجم (۹۹/۲)

تیسرا طریقہ

من رواية يونس بن عبيد عن الحسن البصرى عن ابى هريرة مرفوعا

اس کو بیان کرتے ہیں

النسائی السنن الکبری کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ح(۳۱۷۲) ۲۲۵/۲.

اور الحازمی الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار باب الحجامة للصائم ص ۱۳۹

چوتھا طریقہ

من رواية عمرو بن دينار عن عطا عن رجل عن ابى هريرة موقوفا

اس کو بیان کرتے ہیں

النسائی السنن الکبری من کتاب الصیام باب الحجامة للصائم

ح(۳۱۸۶)۲/۲۲۸)

پانچواں طریقہ

من روایة عمرو بن شعیب عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة

رضی الله عنه مرفوعا .

اس کو بیان کرتے ہیں

الطحاوی شرح معانی الاثار میں کتاب الصیام باب الصائم یحتجم

۹۶/۲

حضرت ابن عباس والی حدیث

فقد ورد من طریق فطر بن خلیفة الکوفی عن عطا بن ابی رباح

عن ابن عباس مرفوعا.

اس کو بیان کرتے ہیں

النسائی السنن الکبری من کتاب الصیام باب الحجامة للصائم

ح(۳۱۹۴/۵)۲/۲۲۹.

اور الطبرانی فی المعجم الکبیر عزاه له الهیثمی فی مجمع

الزوائد کتاب الصیام باب الحجامة للصائم ۳/۱۶۹ .

اور البزار عزاه له الهیثمی فی کشف الاستار میں کتاب الصیام

باب کراهة الحجامة للصائم (۹۹۸) ۱/۴۷۲.

اور البیهقی السنن الکبری میں کتاب الصیام باب الحدیث

الذی روی فی الافطار بالحجامة ۴/۲۶۶ .

حضرت سمرۃ بن جندب والی حدیث

فقد ورد من طریق قتادۃ بن دعامۃ السدوسی عن الحسن بن ابی الحسن البصری عن سمرۃ ان النبی ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں

الطبرانی فی المعجم الکبیر عزاہ لہ الھیثمی فی مجمع الزوائد کتاب الصیام باب الحجامۃ ۳/ ۱۶۹ .

اور البزار عزاہ لہ الھیثمی فی کشف الاستار میں کتاب الصیام باب کراھۃ الحجامۃ للصائم ح(۱۰۰۳) ۱/ ۴۷۴.

حضرت انس والی حدیث

فقد ورد من طریق مالک بن سلیمان وھو رجل من اھل البصرۃ حدیث عند عفان بھذا الحدیث عن ثابت عن انس النبی ﷺ قال قال افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں

البزار عزاہ الہ الھیثمی فی کشف الاستار میں کتاب الصیام باب کراھۃ الحجامۃ للصائم ح(۱۰۰۷) ۱/ ۴۷۶

حضرت جابر والی حدیث

فقد ورد من طریق مطر الورق عن عطاء بن ابی رباح عن جابر ان النبی ﷺ قال قال افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں

الطبرانی فی الاوسط عزاہ لہ الھیثمی فی مجمع الزوائد کتاب الصیام باب الحجامۃ ۳/ ۱۶۹

اور البزار عزاہ له الهيثمي في كشف الاستار میں كتاب الصيام

باب كراهة الحجامة للصائم ح(۹۹۵) ۱/ ۴۷۱، ۴۷۲

حضرت ابن عمر والی حدیث

فقد ورد من طريق الحسن بن ابی جعفر عن ایوب عن نافع عن

ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم.

اس کو بیان کرتے ہیں

الطبرانی فی الاوسط عزاله له الهيثمي في مجمع الزوائد كتاب

الصیام باب الحجامة لصائم ۳/ ۱۶۹

اور ابن عدی الکامل فی الضعفاء فی ترجمة الحسن بن ابی جعفر

۲/ ۷۱۹

سعد بن مالک والی حدیث

فقد ورد من طريق محمد بن جحادة عن عبد الاعلی عن

مصعب بن سعد بن مالک عن ابیه مرفوعا .

اس کو بیان کرتے ہیں

الطبرانی فی الجز الذی جمعه من احادیث محمد بن جحادة

وهو جز لطيف جملته خمس عشره ورقة

اور عزاہ له الزيلعي في نصب الراية میں كتاب الصوم باب ما

يوجب القضاء ولا كفارة ۲/ ۴۷۷

حضرت ابوزید انصاری والی حدیث

فد ورد من طریق داود بن الزبرقان ثنا ایوب عن ابی قلابة عن

ابی زید الانصاری مرفوعا .

اس کو بیان کرتے ہیں

ابـن عـدی الـکـامـل فـی الـضـعـفـا فی ترجمة داود بن الزبرقان ۹۶۴/۳

حضرت ابن مسعود والی حدیث

فـقـد ورد من طریق معاویة بن عطا ثنا سفیان الثوری عن منصور عن ابراهیم عن الاسود عن عبدالله بن مسعود قال مر النبی علیه السلام علی رجلین یحتجم احدهما الاخر فاغتاب احدهما ولم یـنکر علیه الاخر فقال افطر الحاجم والمحجوم قال عبد الله لا للحجامة ولکنی للغیبة:

اس کو بیان کرتے ہیں

العقیلی الضعفاء فی ترجمة معاویة بن عطا ۱۸۴/۴.

حضرت معقل بن یسار والی حدیث

فـقـد ورد مـن طـریـق سـلیمان بن معاذ عن عطا بن السائب عن الحسن عن معقل بن یسار عن النبی ﷺ مرفوعا .

اس کو بیان کرتے ہیں

ابـن ابـی شیبة الـمـصـنـف میں کـتـاب الـصیام باب من کره ان یـحـتـجم الصائم ۴۹/۳ اور الطبرانی فی الکبیر عزاه له الهیثمی لـه فـی مـجـمـع الـزوائـدمیں کـتـاب الصیام بـاب الحجـامة للصائم۔ ۱۶۹/۳.

اور البـزار عزاه له الحافظ الهیثمی فی کشف الاستار میں کتاب الصیام باب کراهة الحجامة للصائم ح(۱۰۰۲) ۱/۴۷۴.

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ حدیث الحسن عن معقل بن یسار زیادہ اصح ہے یا حدیث معقل بن سنان انہوں نے فرمایا کہ معقل بن یسار والی

حدیث زیادہ اصح ہے۔ (علل الترمذی الکبیر باب کراھیہ الحجامۃ للصائم ۱/ ۳۶۴، ۳۶۵)

تنبیہ:۔ اس حدیث کی ہم نے تخریج بعض ایسی کتابوں سے کی ہے جو ابواب پر مرتب نہیں تاکہ آنے والی فصول سے استفادہ آسان ہو جائے اس مثال کو حل کر لینے کے بعد مبتدی کو چاہیے کہ آنے والی احادیث کی تخریج (۱) نصب الرایۃ للزیلعی (۲) التلخیص الحبیر لابن حجر (۳) الھدایۃ فی تخریج احادیث البدایۃ للغماری کی مدد سے کرے۔

پہلی حدیث

حدیث التسمیہ فی الوضو الذی روی عن تسعۃ من الصحابۃ بالفاظ مختلفۃ منھا لا وضو لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ .

دوسری حدیث

حدیث الاشتراط فی الحج حجی واشترطی ان محلی حیث حسبتنی.

اور یہ سات صحابہ سے مروی ہے۔

تیسری حدیث

حدیث الغسل من غسل المیت من غسل میت افلیغتسل.

یہ حدیث چھ صحابہ سے مروی ہے۔

چوتھی حدیث

حدیث التثویب فی اذان الفجر الصلاۃ خیر من النوم.

یہ حدیث نو صحابہ سے مروی ہے۔

پانچویں حدیث

حدیث المسح علی الخفین.

یہ حدیث متواتر ہے اور ستر سے بھی زائد صحابہ سے مروی ہے۔

الفصل الثانی

دوسرا طریقہ

(حدیث کے راویوں کی پہچان کے اعتبار سے حدیث کی تخریج کرنا)

اس طریقے کی تعریف سے متعلق کچھ بیان گزر چکا ہے اس کو ہم نے دوسرے نمبر پر بیان کیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ سلف نے دوسرے درجے میں اس طریق کے تحت تصنیف کی ہے اس طریق کا دارومدار صحابہ میں سے رواۃ حدیث کی معرفت پر ہے یا مکمل سند کی معرفت ہے جب راوی حدیث معلوم ہو گیا تو کتب معاجم اور مسانید کی طرف رجوع ممکن ہو گیا اور جب سند مکمل معلوم ہو جائے تب تو کتب الاطراف کی طرف رجوع بھی ممکن ہے کتب المسانید یا المعاجم کی طرف رجوع تب فائدہ مند ہے جب صحابہ میں سے راوی مقل الروایہ جس سے بہت کم روایات مروی ہوں تو اس کی حدیث ہم ایک صفحہ دو صفحہ یا تین چار صفحات میں ہی تلاش کر سکتے ہیں اور اگر مکثر الروایۃ ہو تو پھر جتنی مقدار حدیث زیادہ ہوگی بحث و تلاش اتنی ہی زیادہ ہوتی چلی جائے گی۔ اور جب سند کامل معلوم ہو جیسے صحابی تابع تبع تابعی تو پھر کتب الاطراف کی طرف رجوع ہی زیادہ مفید ہے۔ کتب اطراف اور ان سے استفادے کی کیفیت کو بیان کرنے سے پہلے چند وہ امثلہ پیش کی جاتی ہیں جو مقل الروایۃ صحابہ کی احادیث ہیں اور مسانید و معاجم سے استفادہ کرکے ان کی تخریج ہو سکتی ہے۔

مثال حدیث اسامہ بن زید کی تخریج

قال رسول اللہ ﷺ ادخل علی اصحابی فدخلو علیه فکشف القناع ثم قال لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم

مساجد.

اس حدیث کو امام احمد نے مسند اور طبرانی نے معجم کبیر میں بیان کیا ہے۔

احمد المسند ۲۰۴/۵ ،الطبرانی المعجم الکبیر ح(۳۹۳) ۱۶۴/۱

مثال حدیث وابصہ بن معبد کی تخریج مرفوعا

یا وابصة استفت نفسک ثلاث مرات البر ما اطمانت الیه النفس والاثم ما حاک نفسک وتردد فی صدرک وان افتاک الناس وافتوک.

اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلی الموصلی اپنی مسند میں بیان کرتے ہیں اس حدیث کی تخریج مندرجہ ذیل ہے۔

احمد المسند ۲۲۸/۴ ،ابو یعلی المسند ح(۱۵۸۷) ۱۶۲/۳ .

مثال حدیث ابی برزۃ الاسلمی کی تخریج مرفوعا

اسلم سالمها الله وغفار غفر الله لها ما انا قلته ولکن الله عز وجل.

اس کو بیان کرتے ہیں احمد اور ابو یعلی الموصلی اور الطبرانی اس کی تخریج مندرجہ ذیل ہے۔

احمد المسند ۴۲۰/۴، ابو یعلی المسند ح(۷۴۳۸) ۴۳۲/۱۳

الطبرانی عزاله الهیثمی فی مجمع الزوائد ،ولم اجده فی القسم المطبوع من معجم الطبرانی الکبیر .

ان امثال کے حل ہو جانے کے بعد مندرجہ ذیل احادیث کی تخریج کریں۔

الاول

حدیث عبد الرحمن بن ابزی رضی الله عنه ان النبی ﷺ کان یقول اذا اصبح واذا امسی اصبحنا علی ملة الاسلام او امسینا علی فطرة الاسلام وعلی کلمة الاخلاص وعلی دین نبینا محمد

ﷺ وعلی ملة ابینا ابراهیم حنیفا مسلما وما کان من المشرکین.

اس کو احمد اور طبرانی بیان کرتے ہیں۔

الثانی

حدیث اسماء بن ابی بکر الصدیق رضی الله عنها انها کانت تحدث عن النبی ﷺ قالت اذا دخل الانسان قبره فان کان مومنا احف به عمله الصلاة والصیام قال فیاتیه الملک من نحوه الصلاة فیردده ومن نحو الصیام فیردده فینا دیه اجلس قال فیجلس فیقول له ما تقول فی هذا الرجل یعنی النبی ﷺ (الحدیث)

اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے معجم کبیر میں بیان کیا ہے۔

الثالث

حدیث ابی ایوب الانصاری عنہ مرفوعا

لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکو علی الدین اذا ولیه غیر اهله.

اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے بیان کیا ہے۔

الرابع

حدیث بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

اتیت النبی ﷺ او ذنه بالصلوة هو یرید الصوم فدعا بقدع فشرب وسقانی ثم خرج الی المسجد یرید الصلوة فقام فصلی بغیر وضو یرید الصوم.

اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے بیان کیا ہے۔

الخامس

حدیث ثوبان بجد رضی اللہ عنہ مولی رسول اللہ ﷺ

قال رسول اللہ ﷺ فی مسیر له انا مدلجون فلا تد لجن مصعب ولا مضعف فادلج رجل علی ناقة له صعبة فسقط فاندقت فخده فمات فامر النبی ﷺ بالصلوة علیه ثم منادیا ینادی فی الناس ان الجنة لا تحل لعاص ثلاث مرات.

اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی بیان کرتے ہیں۔

السادس

حدیث ابی زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ

قال لی رسول اللہ ﷺ یا ابا زید ادن منی وامسح ظهری وکشف ظهره فمسحت ظهّره وجعلت الخاتم بین اصبیعی قال فغمزتها فقیل وما الخاتم قال شعر مجتمع.

اس حدیث کو احمد اور ابو یعلی اور الطبرانی نے بیان کیا ہے۔

السابع

حدیث جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ

رایت النبی ﷺ یشیر باصبعیه وهو یقول بعثت انا والساعة کهذه من هذه.

اس حدیث کو امام اور طبرانی نے بیان کیا۔

الثامن

حدیث حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

ان رجلا سال رسول اللہ ﷺ عن الصدقات ایها افضل قال علی

ذی الرحم الکاشح .

اسی حدیث کو احمد اور طبرانی نے بیان کیا ہے۔

التاسع

حدیث ابی بشیر الانصاری رضی اللہ عنہ

عن النبی ﷺ انہ قال فی الحمی ابردوھا بالماء فانھا من فیح جھنم.

اس کو بیان کرتے ہیں۔

العاشر

حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

قال قیل یا رسول اللہ ﷺ ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور.

اس حدیث امام احمد اور طبرانی نے بیان کیا ہے۔

مسانید و معاجم کی مدد سے مندرجہ بالا صحابہ کی تخریج بیان کرنے کے بعد ان اصحاب کی احادیث بطور مثال پیش کریں گے جو مکثرین میں سے ہیں اور یہ کتب الاطراف اور بالخصوص مندرجہ ذیل دو کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(۱) حافظ المزی کی لکھی ہوئی تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف۔

(۲) حافظ ابن حجر العسقلانی کی لکھی ہوئی اتحاف المَھرَۃ بالفوائد المبتکرۃ من اطراف العشرہ حافظ المزی کی کتاب تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف للحافظ المزی کا تعارف تفصیلی طور پر کتاب کے آخر میں آئے گا۔

اس کی تمام تخریج مندرجہ ذیل ہے:

البخاری الصحیح کتاب الجہاد باب الدعا بالجہاد و الشھادۃ

للرجال والنساء ح(۷) ۶۷/۴ کتاب التعبیر باب الرویا بالنهار ح (۲۰) ۹/۶۲اور کتاب الاستئذان باب من زار قوما فقال عندهم ح(۵۵) ۸/۱۱۴.

مسلم الصحیح کتاب الامارة باب فضل الغزو فی البحر ح(۱۹۱۲/۱۶۰) ۱۵۱۸/۳.

ابو داؤد السنن کتاب الجهاد باب فضل الغزو فی البحر ح(۲۴۹۱)۱۵/۳.

الترمذی الجامع کتاب الجهاد باب ما جاء فی غزو البحر ح(۱۶۴۵) ۱۷۸/۴.

النسائی السنن کتاب الجهاد فضل الجهاد فی البحر ۴۰/۶

ان امثال کے حل ہو جانے کے بعد مندرجہ ذیل احادیث کی واضح طور پر کتاب تحفۃ الاطراف بمعرفۃ الاطراف سے تخریج کریں:

الاول

حدیث شعیب بن ابی حمزۃ الحمصی

عن محمد بن المنکدر عن جابر رضی الله عنه من قال حین یسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة (الی اخره الحدیث)

الثانی

حدیث سلیمان بن مہران

(الاعمش عن ابی صالح (ذکوان)السمان عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه لا تسبوا اصحابی الحدیث.

الثالث

حدیث ایوب السختیابی

عـن سـعيـد بـن جبير عن ابن عباس رضى الله عنها وقعت برجل ناقته وهو محرم فمات الخ .

الرابع

حدیث سلمة بن کہیل الحضرمی الکوفی

عـن عطاء عن ابن عباس رضى الله عنهما جاء ت امراة الى النبى ﷺ فقالت ان اختى ماتت وليها صوم شهرين ...... الحديث

الخامس

حدیث مالک عن نافع

عـن ابـن عـمـر رضـى الله عنهما ان رسول الله ﷺ فرض زكوة الفطر صاعا من تمر او صاعا ......الحديث

السادس

حدیث عمارۃ بن عمیر التیمی الکوفی

عـن الاسـود عـن ابـن مسعود رضى لا يجعلن احدكم للشيطان نصيبا من صلاته .... الحديث .

السابع

حدیث نافع عن ابن عمر عن عمر رضی اللہ عنہ

انه قال يا رسول الله ﷺ انى نذرت فى الجاهلية ان اعكتف فى المسجد الحرام...... الحديث

الثامن

حدیث مالک عن سمی

عـن ابـى صـالـح ذكـوان الـسـمـان عن ابى هريرة رضى الله عنه

اذاقال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمدفانه
من وافق قوله قول الملائکة غفرله ما تقدم من ذنبه.

التاسع

حدیث الحسن بن عبید اللہ عن ابراهیم بن یزید النخعی عن
الاسود بن یزید عن عائشة رضی اللہ عنها کان النبی ﷺ
یجتهد فی العشر الاواخر ما لا یجتهد فی غیرها.

العاشر

حدیث سالم بن ابی الجعد
عن ابی سلمه عن ام سلمه رضی اللہ عنها ما رایت النبی ﷺ
یصوم شهرین متتابعین الاشعبان ورمضان.

اور نہایت کلام میں یہ بتلانا بھی بہت نافع ہے تحفۃ الاشراف کی مدد سے تخریج کے وقت چودھویں جلد کے آخر میں ملحق فہرست الکشاف عن ابواب مراجع تحفه الاشراف بمعرفة الاطراف سے استفادہ ضروری طور پر کرنا چاہیے وہ کتب الاصول الستة اور ان کے ابواب کی کتاب نمبر اور باب نمبر کے ساتھ مکمل فہرست ہے اس کی مدد سے باحث کو وہ پریشانی نہیں ہوگی جو ابواب نمبر طبعات کے مختلف ہونے کے وقت تبدیل ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اس پریشانی کا ازالہ اس میں تمام طبعات کے نمبر درج کر کے کیا گیا ہے۔

کتاب اتحاف المهرة بالفوائد المبتکرة من اطراف العشره للحافظ ابن حجر العسقلانی هو کتاب فی اطراف احادیث الکتب الاتیه.

یعنی یہ مندرجہ ذیل کتب کی اطراف حدیث پر مشتمل ہے۔

سنن الدارمی، صحیح ابن خزیمه، المنتقی لابن الجارود، مستخرج ابی عوانة، صحیح ابن حبان، المستدرک للحاکم، مؤطا لامام مالک، مسند الامام الشافعی، مسند الامام احمد، شرح معانی الاثار للطحاوی، سنن

الدار قطنی .

لیجبر ما فاته من صحیح

ابن خزیمہ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں میرے پاس جو مرویات تھیں ان میں چند کتب کے مصنف نے تو صحت کا التزام کیا تھا اور چند نے شیخین (بخاری و مسلم) کے ساتھ مقید کیا جیسے حاکم اور بعض نے مقید نہیں کیا جیسے ابن حبان ان سے استفادہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے میں نے تمام مرویات کے اطراف کو الحافظ ابی الحجاج المزی کی ترتیب پر مرتب کر دیا سوائے اس کے کہ میں اسانید میں الفاظ الصیغ کا خیال رکھتا ہوں تاکہ مدلس کی تصریح ہو جائے۔

اور پھر اگر حدیث التابعی زیادہ ہونگیں تو تابعی سے رواۃ کے اسماء پر میں نے اسانید کو مرتب کر دیا اسی طرح صحابی متوسط کے ساتھ بھی کہ اس کی مرویات کو بھی اس سے روایت کرنے والوں کے اسماء پر ترتیب دیا۔ پھر میں نے اس کے لئے رموز واشارات مقرر کر دیے۔

''می'' ...... سے مراد الدارمی۔ ''خز'' ...... سے مراد ابن خزیمۃ ہے۔

''جا'' ...... سے مراد سے ابن الجارود ہے۔ ''عہ'' ...... سے مراد ابی عوانۃ ہے۔

''حب'' ...... سے مراد ابن حبان ہے۔ ''کم'' ...... سے مراد الحاکم ابی عبد اللہ فی المستدرک ہے۔

پھر کتب ستہ پر میں نے مزید چار کتب کا اضافہ کیا اور وہ موطا امام مالک المسند للشافعی المسند الامام احمد شرع معانی لاثار للطحاوی کیونکہ میں نے ابو حنیفہ سے کوئی مستند مسند نہیں پائی۔

نوٹ: ۔مسانید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نام سے علامہ خوارزمی سے مستند مسانید کا مجموعہ پاکستان سے بھی شائع ہو چکا ہے (محسن گلزار) جب دس پوری ہو گئیں تو میں صحیح ابن خزیمہ سے نامکمل ہونے کی وجہ سے سنن دار قطنی کو بھی شامل کر دیا اور طحاوی کیلئے ''طح'' اور

دار قطنی کے لئے ''قط'' رمز قرار دی۔

تطبيقات على التخريج باستخدام اتحاف المهرة

﴿یعنی اتحاف المہرۃ سے تخریجات کی تطبیقاتی صورتیں﴾

مثال حدیث خز، حب، کم، حم:۔ جریر بن حازم

عن ثابت بن اسلم البناني عن انس ان النبي ﷺ كان ينزل من المنبر يوم الجمعة فيكلمه الرجل ويكلمه ثم ينتهي الى مصلاه فيصلى.

خز:

في الجمعة ثنا سلم بن جنادة ثنا وكيع عنه بهذا حب في الاول من الثالث ان الحسن بن سفيان ثنا هدبة وشيبان قالا ثنا جرير بن حازم.

کم:۔

في الجمعة انا بكر بن محمد الصيرفي ثنا اسماعيل بن اسحاق القاضي ثنا مسلم بن ابراهيم ثنا جرير به وقال صحيح على شرطهما قالت لكنه معلوم قد بين علته الترمذي في جامعه. رواه احمد عن وكيع وحجاج كلاهما عن جرير به وعن وهب بن جرير عن ابيه به.

ان کی تمام تخریج مندرجہ ذیل ہے

ابن خزيمة الصحيح جماع ابواب الصلاة قبل الجمعة باب (١٠٠) الرخصة في الكلام للماموم والامام بعد الخطبه وقبل افتتاح الصلوة ح(١٨٣٨) ٣/١٦٩.

ابن حبان انظر ابن بلبان الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبانَ کتاب الصلوۃ باب ذکر الاباحۃ للامام اذا نزل المنبر یرید اقامۃ الصلوۃ ان یشتغل ببعض رعیتہ فی حاجۃ یقضیھا لہ ثم یقیم الصلوۃ ح(۲۷۹۴) ۴/ ۲۰۳، ۲۰۴.

الحاکم المستدرک کتاب الصلوۃ ۱/ ۲۹۰، .واحمد المسند ۳/ ۱۱۹، ۱۲۷، ۱۲۱۳ مختصرا ۲۱۳.

ان امثال کے حل ہوجانے کے بعد اب طالب علم کو چاہیے کہ وہ مندرجہ ذیل احادیث کی واضح طور پر اتحاف المھرۃ سے تخریج کرے۔

الاول

حدیث الربیع بن انس البصری

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ما رسول اللہ ﷺ یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا .

الثانی

حدیث محمد بن علی بن الحسین

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قضی بالیمین مع الشاھد.

الثالث

حدیث معبد بن کعب

عن الحارث ابن ربعی کنا جلوسا عند النبی ﷺ اذ طلعت جنازۃ فقال النبی ﷺ مستریح و مستراح منہ

الرابع

حدیث بکر بن عمرو ناجی

عن سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کنا نحرز قیام رسول اللہ ﷺ فی الظهر والعصر فحزرنا قیامه فی الظهر قدره ثلاثین آیة (الحدیث)

الخامس

حدیث حاتم بن حریث

عن صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ طوبی لمن رانی ثم آمن بی وطوبی سبع مرات لمن آمن ثم لم یرنی

السادس

حدیث اسحاق بن عبداللہ العامری

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ خرج فی استسقاء فلم یخطب خطبکم هذه خرج متضرا متبدلا فصلی رکعتین کما یصلی فی العید (الحدیث)

السابع:۔

حدیث آدم بن علی البکری

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ لا تبسط ذراعیک اذا سجدت.

الثامن

حدیث جبیر بن نفیر

عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ رای علیه ثوبین معصفرین فقال ان هذه ثیاب الکفار فلا تلبسها.

التاسع:۔

حدیث الاسود بن یزید

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رایت رسول اللہ ﷺ یکبر

فی کل رفع ووضع وقیام وقعود.

العاشر

حدیث حجیۃ بن عدی الکندی

عن علی ا! ن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان العباس سال رسول اللہ ﷺ تعجیل صدقتہ قبل ان تحل فرخص لہ فی ذلک.

الفصل الثالث

الطریقۃ الثالثۃ :تخریج الحدیث بمعرفۃ طرفہ الاول

(حدیث کے پہلے پہلے الفاظ کی معرفت سے حدیث تلاش کرنا)

یہ طریقہ شاید دوسرے طریقوں سے جلدی حدیث تلاش کرنے میں معاون ہوتا ہے کیونکہ الف بائی ترتیب پر حدیث تلاش کرنا بالکل آسان ہے لیکن دوسرے اعتبار سے اس طریق کو استعمال کرتے ہوئے احتمالات بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں کیونکہ روایات میں الفاظ اکثر مختلف ہوتے ہیں۔

اس کی مثال حدیث الحلال بین والحرام بین وبینھما امور مشتبہات یہ دوسرے ان الفاظ میں بھی مروی ہے ان الحلال بین وان الحرام بین الخ۔اب اگر آپ کی کتاب میں دوسرے الفاظ میں حدیث مروی ہو اور آپ پہلے الفاظ میں تلاش کر رہے ہیں تو آپ کو حدیث ہرگز نہیں ملے گی ایسے ہی حدیث انما العمال بالنیات بھی دوسرے الفاظ اعمال بالنیات میں مروی ہے

اب باحث کو چاہیے کہ لفظ کے جتنے احتمالات ہو سکتے ہیں اس کو ان پر گھمائے تا کہ حدیث ملنا ممکن ہو جائے اس کی مثال جیسے ان اللہ فرض فرائض اب باحث کو چاہیے کہ وہ ان الفاظ میں بھی تلاش کرے ان اللہ تعالی فرض فرائض میں تلاش کرے یعنی لفظ تعالی

اپنی طرف سے بڑھا کر دیکھے اسی طرح ان اللہ عز وجل فرض فرائض ایسے ہی ان اللہ بارک وتعالی فرض فرائض میں بھی دیکھے تو مقصود کسی نہ کسی میں مل جائے گا اور ایسے ہی اگر پہلی طرف یہ ہے ان رسول اللہ ﷺ تو اس کو ان النبی ﷺ میں بھی دیکھیں۔

تنبیہ:۔اس مقام پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض اصحاب فہارس ال کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں اور ال کے بعد والے حرف سے حدیث کی طرف ذکر کرتے ہیں جبکہ دوسری بعض کتب فہارس میں اس کے برعکس بھی ہوتا ہے اور بعض فہارس والے الف لام کو یاء کی تختی سے پہلے مستقل حرف بنا کر اس کی احادیث کو وہاں لکھتے ہیں اور بعض اس کا اہتمام نہیں کرتے تو اس لئے باحث کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام محتمل مواقع واماکن پر حدیث تلاش کرے تاکہ اس طریق سے فائدہ مکمل ہو جائے۔

تنبیہ:۔فہارس کی کتب پہلے گزر چکی ہیں لیکن یہاں یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ فہارس دو قسم پر ہیں۔

(۱) فہارس خاصہ (۲) فہارس عامہ۔

فہارس خاصہ:۔سے مراد وہ فہارس ہیں جو ایک کتاب کی احادیث کے ساتھ خاص ہیں اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے شاید کوئی بھی حدیثی کتاب نہیں ہے جس کی الف بائی فہرست اب تیار نہ ہو جس کی ہو مثال کے طور پر:

فهارس للبخاری ،فهارس مسلم ،فهارس ابی دائود ،فهارس ترمذی ،فهارس نسائی ،فهارس ابن ماجه ،فهارس موطا مالک ،فهارس مسند احمد ،فهارس سنن الدارمی ،فهارس صحیح ابن حبان ،فهارس مستدرک الحاکم وغیرہ جن کا شمار مشکل ہے۔

فہارس عامہ:۔سے مراد وہ فہارس ہیں جو چند کتب کی احادیث کو شامل ہوں۔

مثلاً (۱) موسوعة اطراف الحديث (۲) فهارس كنزل العمال
(۳) فهارس الجامع الكبير (۴) فهارس الجامع الصغير
(۵) فهارس كنوز السنة (۶) فهارس كتب الاحاديث المشتهرة
علىٰ الالسنة (۷) فهرس جامع الاصول .

فہارس خاصہ وعامہ کے استعمال کے درمیان فرق

فہارس خاصہ ہمیں مصدر اصلی کے اندر موضع حدیث پر مطلع کرتی ہیں اور صفحہ نمبر، حدیث نمبر، جزء نمبر وغیرہ بھی بتلاتی ہیں اور فہارس عامہ ہمیں صرف مصادر اصلیہ میں مقام حدیث کا پتہ بتلاتی ہیں اور صفحہ نمبر، حدیث نمبر، جزء نمبر وغیرہ کے لئے ایک بار پھر سے فہارس خاصہ کو استعمال کرنا پڑتا ہے جن سے مصادر اصلیہ میں حدیث ملتی ہے۔

تطبیقات علی التخریج

بمعرفة طرف الحديث الاول

مثال:۔حديث الايمان بضع وسبعون شعبة والحياء شعبة من الايمان .

جامع الاصول کی فہرس عام کی طرف رجوع کرنے سے ہمیں جامع الاصول سے الجزء الاول کا صفحہ نمبر ۲۳۵ کا حوالہ ملے گا جہاں یہ عبارت مزید رہنمائی کے لئے لکھی ہوتی ہے

خرجوه الا الموطا واسقط الترمذی من روايته والحياء شعبة من الايمان.

یعنی حدیث کتب ستہ کے اصحاب نے ابو ہریرہ کی روایت سے ذکر کی ہے اور کتب فہارس خاصہ کی طرف دوبارہ رجوع کرنے سے تخریج مندرجہ ذیل صورت میں مکمل ہوتی ہے۔

(۱) البخاری الصحيح كتاب الايمان باب امور الايمان ح(۸)
۱/۵'.

(۲) مسلم الصحيح كتاب الايمان باب عدد شعب الايمان

ح(۳۵/۵۷) ۱/ ۶۳۔

(۳) ابو داؤد السنن کتاب السنة باب فی رد الارجاء ح(۴۶۷۶) ۵/ ۵۵،۵۶۔

(۴) الترمذی الجامع کتاب الایمان باب ما جاء فی استکمال الایمان وزیادته ونقصانه ح (۲۶۱۴) ۵/ ۱۰۔

(۵) النسائی السنن کتاب الایمان وشرائعه ۸/ ۱۱۰۔

ان مثالوں کے حل ہو جانے کے بعد طالب علم کو چاہیے کہ وہ مندرجہ ذیل مجموعات ثلاثہ کی احادیث کی تخریج کرے۔

المجموعة الاولی

اور یہ جامع الاصول سے ماخوذ ہے جو ابن الاثیر کی لکھی ہوئی ہے اس کی ۱۰ احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)اولم ولو بشاة .(۲)البیعان بالخیار ما لم یفترقا فان صدقا وبینا بورک لهما فی بیعهما ان کتما و کذبا محقت برکة بیعهما .(۳)لقنوا موتاکم لا اله الا الله .(۴)لا یحل لا مراة تومن بالله والیوم الاخر ان تسافر مسیرة یوم ولیلة لیس معها ذو حرمة منها .(۵)لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامة ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسه ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعهما حتی یکونا اسفل من الکعبین (۶)ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة .(۷)من حمل علینا السلاح فلیس منا .(۸)من صلی فی یوم ولیلة ثنتی عشرة رکعة بنی له بیت فی الجنة .(۹)من کانت له جاریة فعالها واحسن الیها ثم اعتقها وتزوجها کان له

اجـران وايـمـا عبـد ادى حـق الله وحـق مـواليـه فلـه اجران .(۱۰)يا عبد الـرحـمـن لا تسـال الامـارة فانـک ان اوتيتها عن مسالة وكلت اليها وان اطعيتها من غير مسالة اعنت عليها .

المجموعة الثانية

اور یہ الجامع الصغیر سے ماخوذ ہے جو امام سیوطی نے لکھی ہوئی ہے اور اس کی ۱۰ احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)آكل كما ياكل العبد واجلس كما يجلس العبد (۲)اتخذوا الغنم فانها بـركة (۳)بشـر الـمشـائين فى الظلم الى المساجد بالنور التام يوم القيامة (۴)تـحـروا ليـلة الـقدر فى السبع الاواخر (۵)ثلاث جد هن جد وهزلهن جـد الـنـكـاح والطلاق والرجعة (۶)جار الدار احق بدار الجار (۷)حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات (۸)خالفوا اليهود فانهم لا يصلون فى نعالهم ولا خفافهم (۹)رويا المومن جز من ستة واربعين جزا من النبوة (۱۰)شر الكسب مهرا لبغى وثمن الكلب وكسب الحجام.

اور یہ مقاصد حسنہ سے ماخوذ ہے جو امام السخاوی کی لکھی ہوئی ہے اس کی (۱۰) دس احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)التـائـب من الـذنـب كـمـن لاذنب له(۲)الجالب مرزوق والمحتكر مـلـعـون (۳)حبـک الشـى يـعـمـى ويصم .(۴)الرجل فى ظل صدقته حتى يقضى بين الناس (۵)زينوا القرآن باصواتكم (۶)سافروا تربحوا وصوموا تـصـحـوا واغـزوا تـغـنمو (۷)شفاعتى لاهل الكبائر من امتى (۸)صلاة فى مسـجـد قبـاء كـعـمـرة (۹)طعام الواحد يكفى الاثنين وطعام الاثنين يكفى

الثلاثة وطعام الثلاثة يكفى الاربعة (١٠)العلماء ورثة الانبياء ـ

الفصل الرابع

الطريقة الرابعة تخريج الحديث بمعرفة احدى صفات السند او المتن

﴿سند و متن کی صفات میں سے کسی صفت کی معرفت سے حدیث تلاش کرنا﴾

پہلے گزر چکا ہے کہ اس طریق میں وہ کتب حدیث استعمال ہوتی ہیں جو صفات متن وسند میں سے کسی معین صفت کے تحت لکھی جاتی ہیں جیسے:

(١) كتب الاحاديث المتواترة (٢) كتب الاحاديث القدسية

(٣) كتب الاحاديث الضعيفة (۴) كتب الاحاديث الصحيحة

(۵) كتب الاحاديث الموضوعة(٦) كتب الاحاديث المسلسلة

(۷) كتب الاحاديث المعللة (٨) كتب الاحاديث المرسلة

(٩) كتب روايت الابناء عن الاباء (١٠) كتب الاحاديث المشتهرة على الالسنة وغيرها.

جب باحث پر حدیثی صفات میں سے کوئی صفت عیاں ہو جائے تو اس کی مناسبت سے وہ مندرجہ بالا کتب کی طرف رجوع کرے۔

كتب الاحاديث المتواترة

(١)قطف الازهار المتناثرة فى الاخبار المتواترة یہ کتاب امام سیوطی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی ہے۔

(٢)لقط اللآلى المتناثرة فى الاحاديث المتواترة یہ کتاب امام

زبیدی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۳)نظم المتناثر من الحدیث المتواتر یہ کتاب امام کتانی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۴)اتحاف ذوی الفضائل المشتھرۃ بما وقع من الزیادات (فی نظم المتناثر) علی الازھار المتناثرۃ یہ کتاب عبدالعزیز الغماری کی لکھی ہوئی ہے۔

جب باحث کو معلوم ہو جائے کہ جس کی تخریج مقصود ہے وہ حدیث متواتر ہے تو وہ مندرجہ بالا کتب کی طرف رجوع کرے تا کہ اسے اسماء الصحابہ اور المصادر الاصلیہ کا علم ہو جائے جہاں حدیث مذکور ہے۔

پھر وہ دوسرے مرحلے میں ان مصادر کی فہارس کی طرف رجوع کرے یا دوسرے طریق یعنی تخریج الحدیث بمعرفۃ راویہ من الصحابۃ کی مدد سے حدیث تلاش کر کے حسب سابق تخریج تحریر کرے،

کتب الاحادیث القدسیة

(۱)مشکوۃ الانوار فی ما روی عن اللہ سبحانہ وتعالی من الاخبار یہ کتاب محیی الدین ابن عربی کی لکھی ہوئی ہے جس میں وہ (۱۰۰) احادیث کو بیان کرتے ہیں اور ہر حدیث اپنی اسانید کے ساتھ ہوگی۔

(۲)الاتحافات السنیة بالاحادیث القدسیه . یہ کتاب امام عبدالرؤف المناوی کی لکھی ہوئی ہے جو (۲۷۲) احادیث پر مشتمل ہے۔

(۳)الاتحافات السنیة فی الاحادیث القدسیه. یہ کتاب امام محمد المدنی کی لکھی ہوئی ہے جو (۸۶۳) احادیث پر مشتمل ہے۔

(۴)الاحادیث القدسیة الاربعینیة. یہ کتاب ملا علی قاری کی لکھی ہوئی ہے۔

(۵)الاحادیث القدسیة للجنة القرآن والحدیث بالمجلس الاعلی (للشئون الاسلامیة بمصر). اس کتاب میں (۴۰۰) احادیث کا مجموعہ

مرتب کیا گیا ہے جو کتب ستہ اور موطا امام مالک سے لیا گیا ہے۔

(٦) الصحیح المسند من الاحادیث القدسیۃ (لمصطفی بن العدوی).

کتب الاحادیث الصحیحۃ

مندرجہ ذیل دونوں کتابوں کی ہر ہر حدیث مسند وصحیح ہے۔

(۱) صحیح البخاری۔ (۲) صحیح مسلم۔

اس کے علاوہ کچھ اور کتب بھی ہیں لیکن ان کی تمام احادیث صحیح ومسند نہیں ہیں اور یہ حدیث صحیح کے شاندار مصادر ہیں جیسے موطا امام مالک، صحیح ابن خزیمہ جس کا اکثر حصہ مفقود ہے صحیح ابن حبان المسمی التقاسیم والانواع جن کو موضوعات کے مطابق علی بن بلبان الفارسی نے ڈھالا ہے جس کا نام الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ہے کتاب الالزامات والتتبع للدار قطنی اس میں انہوں نے ان احادیث کو جمع کیا ہے جو بخاری ومسلم کی شرائط پر ان کو ملی اور ان میں مذکور نہیں ہیں اور کتاب الاحادیث المختارہ او المستخرج من الاحادیث المختارۃ مما لم یخرجہ البخاری ومسلم فی صحیحھما لضیاء الدین المقدسی وغیرہ وغیرہ ۔

کتب الاحادیث الضعیفۃ

(۱) الضعفاء الکبیر یہ کتاب امام عقیلی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال یہ کتاب امام ابن عدی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۳) میزان الاعتدال یہ کتاب امام ذہبی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۴) اور وہ کتابیں جو مصنفین نے تراجم الضعفاء میں لکھی ہیں ان میں وہ ضعفاء کی ضعیف احادیث بھی لاتے ہیں اور علامہ جلال الدین السیوطی نے الجامع الکبیر کے دیباچہ میں حدیثی ضعف کی نشانی بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ بعض کتب ایسی ہیں جب کوئی ان کا ہی

حوالہ دے اور دوسرے مصادر حدیثیہ کا حوالہ نہ دے تو وہ احادیث ضعیف ہونگی۔

(۱)تاریخ بغداد لخطیب البغدادی (۲)تاریخ دمشق لابن عساکر (۳)نوادر الاصول للحکیم الترمذی (۴)مسند الفردوس للدیلمی (۵)تاریخ نیشابور للحاکم (۶)تاریخ لابن الجارود (۷)دلائل النبوة للبیهقی (۸)مسند الشهاب للقصناعی (۹)حلية الاولياء لابی نعیم (اس کا الحاق ان کے ساتھ شیخ نورالدین عتر نے منہج النقد میں کیا ہے۔

کتب الاحادیث الموضوعة

(۱) کتاب الاباطیل یہ کتاب امام جوزقی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۲)الموضوعات یہ کتاب ابن جوزی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۳)تنزية الشريعه المرفوعة عن الاخبار الشنيعة الموضوعة یہ کتاب ابن عراق کی لکھی ہوئی۔

(۴)اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة یہ کتاب امام سیوطی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۵)الاسرار المرفوعة فی الاحادیث الموضوعة یہ کتاب ملاعلی قاری کی لکھی ہوئی۔

(۶)المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع یہ کتاب بھی ملاعلی قاری کی لکھی ہوئی ہے۔

(۷)الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعه یہ امام الشوکانی کی لکھی ہوئی۔

(۸)تلخیص الموضوعات یہ امام ذہبی کی لکھی ہوئی۔

(۹) تذکرۃ الموضوعات یہ امام الفتنی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۱۰) الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ یہ علامہ عبدالحی لکھنوی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۱۲) اللولو المرصوع فیما قیل لا اصل له او باصله موضوع یہ امام قاوقجی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۱۳) تحذیر المسلمین من الاحادیث الموضوعۃ علی سید المرسلین یہ امام محمد بن بشیر ظافر المالکی کی لکھی ہوئی۔

(۱۴) تذکرہ الموضوعات یہ کتاب امام ابن القیسر انی المقدسی کی لکھی ہوئی اس کے علاوہ بھی بہت سی کتب ہیں۔

تنبیہ:۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ان مذکورہ کتب میں تمام احادیث موضوع نہیں ہوتیں بلکہ بعض غیر موضوع احادیث کو بعض تساہل وتشدد کی وجہ سے ان میں درج کر دیتے ہیں جیسے ابن الجوزی نے اپنی موضوعات میں السنن الاربعۃ کی احادیث سے بھی چند درج کی ہیں بلکہ ایک دو حدیث بخاری ومسلم سے بھی درج کر دی ہیں۔

(الرسالۃ المستطرفه للکتانی ص۱۴۹)

کتب الاحادیث المسلسلة

(۱) المناهل السلسلة فی الاحادیث المسلسلة یہ کتاب امام ایوبی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۲) المسلسلات الکبری یہ امام سیوطی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۳) التحفة المدنیة فی المسلسلات الوتریة . یہ کتاب امام محمد علی بن السبدظاہر الوتری المدنی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۴) الجواهر المفصلات فی الاحادیث المسلسلات، الجواهر المکللة فی الاخبار المسلسلة یہ دونوں امام علم الدین سخاوی کی لکھی ہوئی ہیں۔

(۵) الفوائد الجلیله فی مسلسلات محمد بن احمد عقیلة، العجالة فی الاحادیث المسلسلة یہ دونوں امام محمد یاسین الفادانی کی لکھی ہوئی ہیں۔

کتب علل الحدیث :

(۱) العلل الکبیر یہ امام ترمذی کی لکھی ہوئی۔

(۲) علل الحدیث یہ امام ابن ابی حاتم کی لکھی ہوئی ہے۔

(۳) العلل الواردة فی الاحادیث النبویة یہ امام دارقطنی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۴) العلل و معرفة الرجال یہ کتاب امام احمد کی لکھی ہوئی ہے۔

(۵) العلل المتناهیة فی الاحادیث الواهیة یہ کتاب ابن جوزی کی لکھی ہوئی ہے اس پر بہت زیادہ نقد بھی علماء نے کیا ہے۔

(۶) الزهر المطلول فی الخبر المعلول یہ کتاب ابن حجر کی لکھی ہوئی ہے اس کے علاوہ مزید کچھ کتب اور بھی ہیں۔

کتب المراسیل :

(۱) المراسیل یہ کتاب ابوداؤد السجستانی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۲) المراسیل یہ کتاب ابن ابی حاتم کی لکھی ہوئی ہے۔

کتب روایت الابناء عن الاباء :

(۱) الوشی المعلم فی من روی عن ابیه عن جده عن النبیی ﷺ یہ کتاب امام العلائی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۲) من روی عن ابیه عن جده یہ کتاب امام ابن قطلوبغا کی لکھی ہوئی ہے۔

كتب الاحاديث المشتهرة على الالسنة

ان کتب میں مصنفین نے ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جو عام طور پر لوگوں کی زبانوں پر زیر تکلم و بحث ہوتی ہیں اور بعض کا ذکر گذر چکا ہے۔

تطبيقات على التخريج بمعرفة صفة من صفات الحديث

مثال:۔ احادیث مشتہرۃ میں سے مندرجہ ذیل کی تخریج کریں:

"لا ضرر ولا ضرار"

اب اگر علامہ سخاوی کی کتاب المقاصد الحسنة في بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على الالسنة کی طرف رجوع کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ فرماتے ہیں۔ لا ضرر ولا ضرار مالك والشافعي عنه عن عمرو بن يحيى المازني عن ابيه به مرسلا وهو عند احمد وعبد الرزاق وابن ماجه والطبراني عن ابن عباس وفيه جابر الجعفي واخرجه ابن ابي شيبة من وجه آخر اقوى عنه والدار قطني من وجه ثالث وفي الباب عن ابي سعيد وابي هريرة وابي لبابة وثعلبة بن ابي مالك وجابر وعائشة.

ان سب کی تخریج مندرجہ ذیل ہے، بہر کیف یحییٰ المازنی کی حدیث کو مرسلا بیان کیا جاتا ہے۔

مالك الموطا كتاب لاقضية باب القضاء في المرفق ح(۳۱) ۷۴۵/۲

الشافعي المسند بترتيب السندي كتاب الجهاد باب ما جاء في المظالم ح(۴۴۲) ۱۳۴/۲ و كتاب الشفعة ح(۵۷۵) ۱۶۵/۲

احمد المسند ۳۱۳/۱.

عبد الرزاق الصنعاني لم اجده عنده في المصنف ولكن عزاه اليه الحافظ الزيعلى في نصب الراية ۳۸۴/۴ فلعله في

كتاب اخر له

(۵) ابـن مـاجـه السـنـن كتـاب الاحكام باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره ح(۲۳۴۱) ۲/۷۸۴.

الـطبـرانـى الـمـعـجـم الكبير ح(۱۱۵۷۶) ۱۱/۱۸۲اور ح(۱۱۸۰) ۱۱/۲۴۰

اور المعجم الاوسط ح(۳۷۸۹)۴/۲۶۶.

ابـن ابـى شيبة لـم اجـده عـنده فى المصنف و الدر قطنى السنن كتاب الاقضية ح(۸۴)۴/۲۲۸.

اورابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کرتے ہیں

الدار قطنى السنن كتاب الاقضية ح(۸۵) ۴/۲۲۸.

الحاكم المستدرك كتاب البيوع ۲/۵۷.

البيهقى الســنـن الكبرى كتاب الصلح باب لا ضرر ولا ضرار ۶/۶۹.

اورابو ہریرہ کی حدیث کو بیان کرتے ہیں

الدار قطنى السنن كتاب الاقضية ح(۸۶) ۴/۲۲۸

اورحضرت ابولبابہ کی حدیث کو بیان کرنے ہیں

ابو داؤد المراسيل كتاب الخصومات باب فى الاضرار ح(۲)

اورحضرت ثعلبۃ بن ابی مالک کی حدیث کو بیان کرتے ہیں

الطبرانى المعجم الكبير (۱۳۸۷) ۲/۸۶

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کرتے ہیں

الطبرانى المعجم الاوسط ح(۵۱۸۹)۵/۹۱

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بیان کرتے ہیں

(۱) الدار قطنى السنن كتاب الاقضية ح(۸۳) ۴/۲۲۷

(۲) الطبرانی، المعجم الاوسط ح(۱۰۳۷) ۲/۲۳، ۲۴

یہاں پر علامہ سخاوی کا تتبع تخریج ختم ہو جاتا ہے بلکہ ابھی انہوں نے ایک صحابی کے طریق کو ذکر نہیں کیا وہ عبادۃ بن الصامت کا طریق ہے جس کی روایت مندرجہ ذیل حضرات نے کی ہے۔

ابن ماجه السنن کتاب الاحکام باب من بنی فی حقه مایضر بجاره ح(۲۳۴۰) ۲/۲۸۴

البیهقی السنن الکبر کتاب آداب القاضی باب ما لا یحتمل القسمة ۱۰/۱۳۳

ان امثال کے حل ہو جانے کے بعد طالب علم کو چاہیے کہ وہ مندرجہ ذیل انواع میں سے ہر ہر نوع کی حدیث کی تخریج کرے۔

(۱) متواتر (۲) قدسی (۳) موضوع (۴) معل (۵) مسلسل (۶) مرسل
(۷) مشتہر علی الالسنۃ (۸) ضعیف

الفصل الخامس

الطریقه الخامسة تخریج الحدیث بمعرفة لفظة من الفاظه

﴿حدیث کے الفاظ میں سے کسی لفظ کی معرفت سے حدیث تلاش کرنا﴾

پہلے گزر چکا ہے کہ اس طریق میں المعاجم المفهرسة لالفاظ الحدیث اور کتب غریب الحدیث استعمال ہوتی ہیں جب باحث کو الفاظ حدیث میں سے کوئی غیرب لفظ جو زبانوں پر عام طور سے نہ آتا ہو معلوم ہو جائے یا کئی ایک الفاظ غریبہ معلوم ہو جائیں تو وہ حدیث تلاش کر سکتا ہے۔

معاجم مفهرسه میں مشہور ترین معجم المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی الشریف ہے جس کا کچھ تذکرہ آگے آ رہا ہے اور کچھ فہارس معجمہ اور

بھی ہیں اگر چہ شہریت میں وہ اسے کم ہیں۔

(۱) **المعجم المفهرس لالفاظ سنن الدار قطني للدكتور يوسف المرعشي .**

(۲) **فهرس لالفاظ لسنن ابی دائود للشيخ مصطفی بن علي بن محمد بن مصطفى البيومي** اور یہ انکی بنائی ہوئی چار فہارس میں سے چوتھی ہے جس کو ابن بیومی نے **المنهل العذب المورود شرح سنن ابی دائود للامام محمود خطاب السبكي** پر ترتیب دیا ہے اور اس کا نام **مفتاح المنهل العذب المورود** رکھا ہے اور یہ **المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی** کے ظاہر ہونے سے پہلے طبع ہو چکی ہے اور دقت فنی میں بھی اس سے بڑھ کر ہے۔

(۳) **معجم الالفاظ لصحيح مسلم لمحمد فواد عبد الباقی** یہ فہارس ثمانیہ میں سے ایک ہے جن کو محمد فواد عبدالباقی نے ترتیب دیا ہے۔

(۴) **المعجم المفهرس لالفاظ مسند ابی يعلى الموصلی**

(۵) **المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی .**

مندرجہ بالا معاجم ایک ایک مصدر کی احادیث کے ساتھ خاص ہیں اور یہ معجم مصادر السنہ میں سے ۹ بنیادی مصادر کی احادیث کو شامل ہے اور وہ:

(۱) **صحيح البخاری** (۲) **صحيح مسلم** (۳) **السنن الاربعة**

(۷) **موطا امام مالک** (۸) **مسند احمد** (۹) **مسند الدارمی**

اس معجم کو مستشرقین کی ایک جماعت نے ترتیب دیا ہے جن کا رئیس ا۔ی۔فنسک ہے اس میں کتب کے رموز مندرجہ ذیل ہیں:

''خ'' سے مراد صحیح البخاری۔''م'' سے مراد صحیح مسلم ہے۔''د'' سے مراد سنن ابی داوٗد ہے ''ت'' سے مراد جامع الترمذی۔''ن'' سے مراد سنن النسائی۔''جہ'' سے مراد سنن ابن ماجہ ہے۔ ''ط'' سے مراد موطا امام مالک ہے۔''حم'' سے مراد مسند احمد۔''دی'' سے مراد سنن

الدارمی ہے۔

آنے والے مصادر میں مکان حدیث پر دلالت کرتی ہے۔

صحیح مسلم اور موطا امام مالک میں کتاب کا نام ذکر کرتے ہیں اور حدیث نمبر ذکر کرتے ہیں اور مسند احمد میں جز نمبر ذکر کرتے ہیں اور جس صفحے میں حدیث ہے اس صفحہ کو ذکر کرتے ہیں اور باقی کتب میں صرف کتاب کا نام اور باب نمبر ذکر کرتے ہیں الفاظ کی ترتیب میں وہ پہلے افعال سے شروع کرتے ہیں پھر اسماء لاتے ہیں فعل مجرد ماضی معلوم سے شروع کرتے ہیں بغیر لواحق کے پھر ماضی معلوم کے ساتھ لواحق ذکر کرتے ہیں پھر ماضی مجہول بغیر لواحق پھر ماضی مجہول مع لواحق ذکر کرتے ہیں پھر مضارع ماضی کے طریق پر پھر امر پھر اسی طریقے پر مزید فیہ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں پھر اسماء مفردہ بیان کرتے ہیں اس کے بعد تثنیہ اس کے بعد جمع لاتے ہیں اور آخر میں مشتقات ذکر کرتے ہیں اس کی مثال فعل وہب سے لیں۔

وهب، وهبه ،وهبها، وهبت ،وهبته، وهبتها، وهبت ،وهبته ،وهبتها، وهبا، وهباه، وهباها، وهبوها، وهبن ،وهبنه، وهبنها ،وهب ، يهب ،تهب ،يوهب ،توهب ،هب ،هبي ،اتهب ،استوهب ،هبة ،هبته ،هبتها، وهاب ،موهبة.

المعجم المفهرس میں ارقام الابواب خاص طبعات کے دیئے ہوئے ہیں اس لئے باحث کو انہی ابواب نمبرز پر اکتفاء کرنے کی بجائے دو چار ابواب آگے پیچھے سے بھی دیکھنے پڑیں گے تاکہ طبعات کے اختلاف کی وجہ سے پیدا شدہ خلل دور ہو جائے۔

من عیوب المعجم المفهرس لالفاظ الحديث

﴿المعجم المفهرس کی حدیث کے الفاظ میں کچھ غلطیوں کا ذکر﴾

(۱) کبھی یہ ایک کلمہ حدیث کے تحت تمام مواضع الحدیث کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں

اور دوسرے مقامات پر احادیث کا ذکر دوسرے کلمات کے تحت نہیں کرتے جس کی مثال حدیث لیبلغ الشاهد الغائب وہ لفظ یبلغ کے تحت خ م د ت ن جه دی حم اور لفظ الغائب میں صرف حم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۲) کبھی حدیث صرف کلمات حدیث میں سے چند کے تحت پائی جاتی ہے اور اکثر کے تحت نہیں پائی جاتی مثال مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة یہ صرف الجنۃ کے تحت پائی جاتی ہے باقیوں کے تحت نہیں پائی جاتی۔

(۳) کبھی حدیث المعجم المفهرس سے بالکل ساقط ہو جاتی ہے بالکل نہیں پائی جاتی۔

ان کے علاوہ بھی کافی عیوب ہیں جن پر الشیخ محمد عبدالمالک حفظہ اللہ ورعاہ نے اپنی کتاب المدخل الی علوم الحدیث میں بحث کی ہے یہاں اتنا بتلانا مقصود ہے کہ حدیث کی تلاش میں صرف۔ اسی ایک کتاب پر اکتفا درست نہیں۔

مفتاح المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث لنبوی

اس کتاب کو الاستاذ مامون صاغرجی نے ترتیب دیا ہے تاکہ طبعات کے مختلف ہونے کی وجہ سے جو خلل واقع ہوا ہے وہ دور کیا جا سکے اس خلل کو دور کرنے کے لئے پہلے الاستاذ محمد فواد عبدالباقی نے بھی کتاب تیسر المنفعة بکتابی مفتاح کنوز السنة والمعجم المفهرس ترتیب دی تھی لیکن وہ لائق اکتفاء نہ تھی

اس کتاب کی ترتیب درج ذیل ہے:

عناوین الابواب جیسے اصول (کتب السنۃ) میں آئے ہیں ایسے ہی ترتیب دیے گئے ہیں اور نمبر المعجم المفهرس کے مطابق ہیں۔

(۲) اسماء الکتب الفبائی ترتیب دیے گئے ہیں یعنی کتاب الاحاد سے کتاب الوکالۃ تک اور اس کے ساتھ ہی جس کتاب میں یہ ابواب ہیں ان کے رموز دیے گئے ہیں۔

(۳) باب کا نام اور نمبر بیان کرنے کے بعد رقم الصفحۃ والجزء جس میں باب موجود ہے وہ دیا گیا۔

(۴) بخاری کے مختلف چار طبعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۵) وہ حالات (حوالے) بھی دیے ہیں جن کی وجہ سے المعجم المفھرس میں پریشانی ہوتی تھی۔ بالجملہ کتاب بہت نافع ہے المعجم المفھرس استعمال کرنے والوں کے لئے بہت سے وقت کو محفوظ کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

تطبيقات على التخريج باستخدام المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوى

مثال:۔حدیث'' قد اجرنا من اجرت يا ام هانى" اس حدیث کو المعجم المفھرس والوں نے کلمہ اجار کے تحت ذکر کیا ہے ۳۹۸/۱ بقوله قد اجرنا من اجرت خ جزیۃ ۹ صلاۃ ۴ ادب ۹۴ م مسافرین ۸۳ د جہاد ۱۵۵ دی صلاۃ ۱۵۱ سیر ۵۸ ط سفر ۲۸ حم ۶۔ ۱ ۳۴۔ ۳۴۳۔ ۴۲۳۔ ۴۲۵ اور اس کی پوری تخریج مندرجہ ذیل ہے۔

البخاری الصحیح كتاب الجزية والموادعة باب امان النساء وجوارهن ح (۱۳) ۲۱۳/۴

اور كتاب الصلاة باب الصلاة فى الثوب الواحد ملتفا به ح(۲۳) ۱۶۱/۱

اور كتاب الادب باب ما جاء فى زعمرا ح (۱۸۱) ۶۸/۸، ۶۹

مسلم الصحيح كتاب صلاة المسافرين وقصرها باب استحباب صلاة الضحى ح(۳۳۶/۸۴) ۴۹۸/۱.

ابو داؤد السنن كتاب الجهاد باب فى امان المراة ح (۲۷۶۳) ۱۹۳/۳، ۱۹۴.

الدارمی السنن كتاب الصلوة باب صلاة الضحى ۳۳۹/۲.

اور كتاب السير باب يجير على المسلمين ادناهم

۲/ ۲۳۴، ۲۳۵.

مالک الموطا کتاب قصرا لصلاۃ فی السفر باب صلاۃ الضحی ح(۲۸) ۱/ ۱۲۵.

احمد المسند ۶/ ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵.

اس مثال کے حل ہو جانے کے بعد طالب علم کو چاہیے کہ وہ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی سے مندرجہ ذیل احادیث کی تخریج کرے۔

(۱) حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما بینما الناس بقباء فی صلاہ الصبح اذ جاء ھم آت فقال ان النبی ﷺ قد انزل علیہ اللیلۃ قرآن وقد امر ان ایستقبل القبلۃ فاستقبلوھا وکانت وجوھھم الی الشام فاستداروا الی الکعبۃ .

(۲) حدیث عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ لما نزلت حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود عمدت الی عقال اسود والی عقال ابیض فجعلتھما تحت وسادتی وجعلت انظر الی اللیل فلا یستبین لی فغدوت علی رسول اللہ ﷺ فذکرت ذلک سواد اللیل وبیاض النھار .

(۳) حدیث علی رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال یوم الاحزاب ملا اللہ قبورھم وبیوتھم نارا کما شغلونا عن الصلوہ الوسطی حتی غابت الشمس .

(۴) حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا مرفوعا فاذا رایتم الذین یتبعون ما تشابہ منہ فاولئک الذین سمی اللہ فاحذروھم .

(۵) حدیث جابر رضی اللہ عنہ مرضت فاتانی رسول اللہ ﷺ یعودنی وابوبکر وھما ماشیان فوجدانی اغمی علی فتوضا النبی ثم صب

وضوء ہ علی فافقت الحدیث.

(۶) حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعا ان ابغض الرجال الی اللہ تعالی الالد الخصم.

(۷) حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مرفوعا من قتل دون مالہ فھو شھید

(۸) حدیث ابی قتادہ مرفوعا من قتل قتیلا لہ علیہ بینۃ فلہ سلبہ .

(۹) حدیث ابی موسی مرفوعا منا قاتل تکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ.

(۱۰) حدیث ابن عباس مرفوعا لا ھجرۃ بعد الفتح ولکن جھاد ونیہ واذا استنفرتم فانفروا .

کتب غریب الحدیث

حدیث کے الفاظ میں سے کسی لفظ کی بنیاد پر حدیث تلاش کرنے کی دوسری شق کتب غریب الحدیث کا استعمال ہے وہ اس لئے کہ بعض دفعہ ہمیں حدیث کے بعض یا کوئی ایک ایسا کلمہ معلوم ہو گا جو غریب ہو گا اور یہ حدیث کی طرف اول بھی نہ ہو تو طرف اول کی معرفت والا طریقہ بھی نافع ثابت نہیں ہو گا تو اس وقت ہمیں کتب غریب الحدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے یا المعجم المفھرس میں غریب کلمے کے علاوہ کسی اور کلمہ کے تحت حدیث دیکھی جائے اور غریب الحدیث کی کتب سے جب راوی حدیث معلوم ہو جائے تو اس کے طریق سے حدیث تلاش کی جا سکتی ہے۔

تطبیقات علی التخریج باستخدام کتب غریب الحدیث

مثال:۔ لفظ خزام پر مشتمل حدیث تلاش کریں؟

اب کتب غریب الحدیث میں سے کتاب النھایة فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر صفحہ نمبر ۲/۲۹ پر رجوع کیا تو انہوں نے اس کلمے کی تشریح کے وقت پہلے حدیث کی طرف اول لاخزام ولا زمام فی السلام پیش کیا ہے اگر ہم کتب اطراف الحدیث میں سیوطی کی الجامع الصغیر کی طرف رجوع کریں تو وہ اس حدیث کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کرتے ہیں لا خزام ولا زمام ولا سیاحة ولا تبتل ولا ترھب فی الاسلام اور طاوس کی روایت ہے مصنف عبدالزارق کا حوالہ دیتے ہیں اب ہم اگر مصنف عبدالزراق میں حدیث تلاش کریں تو اسکی مکمل تخریج پوری درج ہوگی۔

عبد الزراق الصنعانی المصنف کتاب الایمان والنذور باب الخزامة ح(۱۵۸۰۶) ۴۴۸/۸

اس مثال کے حل ہو جانے کے بعد طلاب علم کو چاہیے کہ وہ کتاب النھایة فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثیر وغیرہ سے مندرجہ ذیل احادیث کی تخریج کرے۔

(۱) الحدیث المحتوی علی اللفظ الغریب (المتالین)

(۲) الحدیث المحتوی علی اللفظ الغریب (مامورة)

(۳) الحدیث المحتوی علی اللفظ الغریب (آمروا)

(۴) الحدیث المحتوی علی اللفظ الغریب (الانف)

(۵) الحدیث المحتوی علی اللفظ الغریب (مداراة)

(۶) الحدیث المحتوی علی اللفظ الغریب (الذواقین)

(۷) الحدبث المحتوی علی اللفظ الغریب (الصلف)

(۸) الحدیث المحتوی علی اللفظ الغریب (صوی)

(۹) الحدیث المحتوی علی اللفظ الغریب (اقفر)

(۱۰) الحدیث المحتوی علی اللفظ الغریب (آلاء)

خاتمة فی تتمات التخریج

اگر چہ تخریج مصادر مسندہ سے مواضع الحدیث کو ظاہر کرنے کا نام ہے لیکن باحث صرف اس قدر پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ مندرجہ ذیل اشیاء پر مطلع ہونا بھی بعض دفعہ ضروری سمجھتا ہے۔

(۱)شرح الالفاظ الغریبة (۲)المتون المشکلة(۳)التوفیق بین الاحادیث المختلفة (۴)بیان اسباب ورود الاحادیث (۵)ما یستنبط منها من احکام وغیرہ ذلک .

اس لئے کتاب کے آخر میں مندرجہ بالا اشیاء پر مطلع ہونے کے لئے معاون مصادر بیان کئے جائنگے جو مندرجہ ذیل دیگر فنون وعلوم حدیث سے متعلق ہونگے۔

(۱)کتب الشروح (۲)کتب الغریب (۳)کتب المختلف (۴)کتب الناسخ والمنسوخ (۵)کتب اسباب ورود الحدیث (۶)کتب المصطلح (۷)کتب التراجم وغیرہ جو دراسہ الحدیث کو مکمل کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

پہلے تخریج میں معاون مصادر میں سے دس مصادر کا تفصیلی تعارف :۔ اور اس کے بعد مندرجہ بالا کتب کا اجمالی تعارف مندرجہ ذیل ہے۔

(۱)نصب الرایة لاحادیث الهدایة

یہ کتاب تخریج احادیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف ہے اس کی تصنیف **الحافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی** المتوفی ۷۶۲ھ نے بڑے احسن انداز میں کی ہے اور وہ احادیث جن کے ذریعہ **علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی** استشہاد کرتے ہیں مولفہ نے اپنی اس کتاب میں اس کی تخریج بڑے پر اثر انداز میں کی ہے یہ کتاب تخریج کی کتب میں سے سے عمدہ ہے اور جو لوگ ان کے بعد (خاص طور پر حافظ ابن حجر عسقلانی) تخریج احادیث پر کام کرنے

والے ہیں وہ انہیں کے طریقوں اور اسلوب اور معلومات سے مدد چاہتے ہوئے تخریج پر کام کرتے ہیں۔

علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی (الرسالة المستطرفة) میں فرماتے ہیں کہ یہ کتاب تخریج کے لئے بہت نافع ہے اور شراح ہدایہ بلکہ بہت سارے حضرات جوان کے بعد ہیں وہ بھی اسی سے استفادہ کرتے ہیں جیسے حافظ ابن حجر وغیرہ اور یہ اس کے فن حدیث اور اسماء الرجال کے تبحر پر اور فروع حدیث میں کمال درجہ تک وسعت میں خود شاہد ہے۔

طریقہ تخریج

(۱) وہ سب سے پہلے اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں جو صاحب ہدایہ نے ہدایہ میں بطور استشہاد ذکر کی ہے

(۲) اس کے بعد ان تمام حضرات کی فہرست بیان کرتے ہیں جنہوں نے اپنی کتب میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اس دوران وہ تمام طرق حدیث کی تخریج کا استقصاء کرنے کی کامیاب سعی کرتے ہیں۔

(۳) پھر ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جو اس حدیث کے لئے شاہد و متابع اور مؤید بن سکتی ہیں اور ان کا حوالہ دیتے ہیں جنہوں نے ان کی تخریج اپنی کتب میں کی ہے ان کو وہ احادیث الباب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

(۴) پھر اگر مسئلہ اختلافی ہو تو وہ ان احادیث کی بھی تخریج کرتے ہیں جن سے اس مسئلہ میں دوسرے فقہاء نے استدلال کیا ہے ان کو وہ احایث الخصوم کا نام دیتے ہیں اور ان کی تخریج بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

(۵) یہ سب کچھ وہ کمال انصاف اور بغیر مذہبی رجحان کے کرتے ہیں۔

کتاب کی طباعت

(۱) اس کتاب کی پہلی طباعت اس صدی کے شروع میں ہوئی لیکن اس میں اغلاط سند

ومتن بکثرت تھیں

(۲) دوسری طباعت قاہرہ میں المجلس العلمی پاکستان کے اشراف کے زیر نگرانی ہوئی اور یہ ۱۹۳۸ء ۱۳۵۷ھ میں ہوا یہ مطبوعہ بہت بہتر اور محقق قسم کا تھا۔

(۳) تیسری طباعت اس کی حال ہی میں شیخ محمد عوامہ تلمیذ رشید شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق کے ساتھ ہوئی ہے جس کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جو نہایت ہی نافع ہے اور طباعت بھی نہایت شاندار ہے۔

احادیث کتاب کی ترتیب

اس کتاب کی احادیث فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب ہیں کتاب کی احادیث کی تخریج کتاب الطہارۃ سے ہوتی ہے اور فقہ کے آخری ابواب تک جاتی ہے اور علامہ زیلعی نے اس میں صاحب ہدایہ کی ترتیب کی اتباع کی ہے اس لئے اس سے استفادہ بھی بہت آسان ہے بس مراجعت کرنے والے کو موضوع حدیث اور باب کی شناخت کے بعد حدیث کی تخریج اس میں مل جاتی ہے۔

کتاب میں سے بطور نمونہ ایک اقتباس

ایک اقتباس عبارت کا آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے جو عملی طور پر کتاب کا منہج سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا باب ''کپڑے کو منی سے پاک کرنا'' میں ایک حدیث اور اس کی تخریج اور اس پر آئمہ حدیث کے اقوال وابحاث ملاحظہ کریں۔

الحدیث الثالث: روی عن النبی ﷺ انه قال لعائشة فی المنی فاغسلیه ان کان رطبا وافرکیه ان کا یابسا قلت غریب،

اس حدیث پر علامہ زیلعی کی طرف سے حکم ہے آگے دلیل آرہی ہے فرماتے ہیں۔

روی الدار قطنی فی سننه من حدیث عبد الله بن الزبیر ثنا بشیر بن بکر ثنا الدوزاعی عن یحیی بن سعید عن عمرة عن عائشه

قالت كنت افرك المنى من ثوب رسول اللهﷺ اذا كان يابسا واغسله اذا كان رطبا انتهى ورواه البزار فى مسنده وقال لا يعلم من اسنده عن عائشة الا عبد اللهبن الزبير هذا ورواه غيره عن عمرة مرسلا انتهى.

قال ابن الجوزى فى "التحقيق" والحنفية يحتجون على نجاسة المنى بحديث رووه عن النبى ﷺ انه قال لعائشة اغسليه ان كا رطبا وفركيه ان كان يابسا قال هذا حديث لايعرفه وانما روى نحوه من كلام عائشة ثم ذكر حديث الدار قطنى المذكور والله اعلم ومن الناس من حمل فرك الثوب على غير الثوب الذى يصلى فيه وهذا ينتقض بما وقع فى مسلم كنت افركه من ثوب رسول اللهﷺ فيصلى فيه وعند ابى داؤد ثم يصلى فيه والفاء ترفع احتمال غسله بعد الفرك وحمله بعض المالكية على الفرك بالماء وهذا ينتقض بما فى مسلم ايضا لقد رايتنى وانى لاحكه من ثوب رسول اللهﷺ يابسا بظفرى والله اعلم .

پھر فرماتے ہیں

احاديث الباب

روى البخارى ومسلم من حديث عائشة انها كانت تغسل المنى من ثوب رسول الله فيخرج فيصلى فيه وانا انظر الى بقع الماء فى ثوبه انتهى قال البيهقى وهذا لامنا فاة بينه وبين قولها كنت افرك من ثوبه ثم يصلى فيه كما لا منافاة بين غسله قدميه ومسحه على الخفين انتهى وقال ابن الجوزى ليس فى

هذا الحديث حجة لان غسله كان للاستقذار لا للنجاسة .

حدیث آخر:۔

انما يغسل الثوب من خمس سياتى قريبا

الآثار:۔

روى ابن ابى شيبة فى مصنفه حدثنا حسين بن على بن جعفر بن برقان عن خالد بن ابى عزة قال سال رجل عمر بن الخطاب فقال انى احتلمت على طنفسة فقال ان كان رطبا فاغسله وان كان يابسا فاحككه وان خفى عليك فارشته بالماء انتهى .

احاديث الخصوم

روى احمد فى مسنده حدثنا معاذ بن معاذ انبانا عكرمة ابن عمار عن عبد الله بن عبيد ابن عمير عن عائشه قالت كان رسول الله ﷺ يسلت المنى من ثوبه بعرقه الاذخر ثم يصلى فيه ويحته يابسا ثم يصلى فيه انتهى .

حدیث آخر

اخرجه الدار قطنى فى سننه والطبرانى فى معجمه عن اسحاق بن يوسف بن الارزق عن شريك عن محمد ابن عبد الرحمن عن عطا عن ابن عباس قال سئل النبى ﷺ عن المنى يصيب الثوب قال انما هو بمنزلة المخاط او البزاق وقال انما يكفيك ان تمسحه بخرقة او باذخرة انتهى

قال الدر قطنى لم يرفعه غير اسحاق الازرق عن شريك انتهى قال ابن الجوزى فى التحقيق واسحاق امام مخرج له فى الصحيحين ورفعه زيادة وهى من الثقة مقبولة ومن وقفه لم يحفظ انتهى ورواه البيهقى فى المعرفة من طريق الشافعى ثنا

سفیان عن عمرو بن دینار وابن جریج کلاهما عن عطا عن ابن عباس موقوفا وقال هذاهو الصحیح موقوف وقد روی عن شریک عن ابن ابی لیلی عن عطا مرفوعا ولا یثبت انتهی (النص من نصب الرایة (۱/۲۰۹-۲۱۰)

اس نص سے کتاب کا منہج خوب نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔

(۲) الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة

یہ کتاب کتب تخاریج میں سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ العسقلانی نے لکھی ہے اور نصب الرایة للزیلعی کی تلخیص ہے جس پر ابھی کلام گزر چکا ہے انہوں نے اس کو مستقل طور پر تصنیف نہیں کیا بلکہ نصب الرایۃ کی تلخیص ہی کی ہے اور اس کی ترتیب بھی اس کی اصل نصب الرایۃ کی طرح ہی ہے لیکن اس کے مقاصد میں سے چند میں انہوں خلل بھی ڈال دیا ہے اس گمان پر کہ یہ اصل سے مستغنی کرنے والی ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں وہ اپنے مقدمے میں خود فرماتے ہیں:

" اما بعد فاننی لما لخصت تخریج الاحایث التی تضمنها شرح الوجیز للامام ابی القاسم الرافعی وَهُوجاءَ بِاختِصَارِهٖ جامعا لمقاصد الاصل مع مزید کثیر کان فیما راجعت علیه تخریج احادیث الهدایة للامام جمال الدین الزیلعی فَسَأَلَنِي بعض الاحباب الاعزة ان الخص الکتاب الاخر لینتفع اهل مذهبه کما انتفع اهل المذهب فاجبته الی طلبه وبادرت الی وفق رغبته فلخصته تلخیصا حسنا مبینا غیر مخل من مقاصد الاصل الا ببعض ماقد یستغنی عنه والله المستعان فی الامور کلها لا اله الا هو" (مقدمه الدرایة ۱/۱۰)

اس کے بعد دکتور محمود الطحان اپنا تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والکتاب وان کان ملخصا مختصرا ربما لسهل علی المبتدی

ويختصر له الوقت عند المراجعة فيه لكن ليس فيه كبير فائدة مع وجود الاصل (نصب الراية) لانه من المعلوم ان مبنى التخريج النافع على استقصاء طرق الحديث وبيان مواضعه مع كمال التوضيح لتمم لافائدة ويكمل الانتفاع وتشفى الصدور فى الوصول الى اعماق تخريج الحديث وكتاب الزيلعى هو كذالك وليس فيه استطراد او حشو فكل تلخيص او حذف لبعض طرق الحديث او الدلالة على مواضعه بشكل كامل يقلل من قيمة الكلتاب العلمية فى موضوعه ويضعف الانتفاع بما جاء فيه ويخل بمقصوده الذى صنفه مولفه من اجله والله اعلم .

یعنی کتاب جس مقصد کے لئے لکھی جاتی ہے اس میں کمی کرنے سے وہ نفع باقی نہیں رہتا اور کتاب کی علمی وقت حیثیت اور قیمت گر جاتی ہے اور خاص طور پر جب اصل کتاب میں زائد وحشو نہ ہو پھر اس کی تلخیص مناسب وسودمند نہیں ہوتی۔

مولف کی عبارت بطور نمونہ

قال المؤلف رحمه الله حديث "قال النبى ﷺ لعائشة فى المنى فاغسليه ان كان رطبا وفركيه ان كا يابسا لم اجده بهذه السياقة وهو عند البزار والدار قطنى من حديث عائشة قالت كنت افرك المنى من ثوب رسول الله ﷺ اذا كان يابسا اغسله اذا كان ربطا ولمسلم من وجه آخر لقد رائتنى وانى الاحكه من ثوب رسول الله ﷺ يابسا بظفرى ولابى دوئود كنت افركه من ثوب رسول الله ﷺ فركا يصلى فيه ولاحمد من طريق عبد الله بن عبيد بن عمير عن عائشة كان رسول الله ﷺ سلت المنى من ثوبه بعرق الاذكر ثم يصلى فيه ويحتيه يابسا ثم يصلى فيه

وفي الصحيحين عن عائشة انها كانت تغسل المني من ثوب رسول الله ﷺ وروى ابن ابي شيبة من طريق خالد بن ابي عزة سئل رجل عمر قال اني احتملت على طنفسة فقال ان كان رطبا فاغسله و كان كا يابسا فاحككه فان خفي عليك فارششه وروى الشافعي ثم البيهقي من طريقه باسناد صحيح عن عطاء عن ابن عباس في المني انما هو بمنزلة المخاط والبزاق قال البهيقي هذا هو الصحيح موقوف، ورفعه شريك عن ابن ابي ليلة عن عطا ولا يثبت انتهى وهو عند الدار قطني والطبرى (الدارية ١/ ٩١،٩٢.)

نصب الرایۃ اور اس میں اجمال و تفصیل کا فرق واضح ہے اور اجمال کا ضرر بھی عیاں ہے۔

کتاب کی طباعت

اس کی پہلی طباعت محبوب المطابع دہلی میں ہوئی اور دوسری مرتبہ مطبعة الفجالة الجديدة في الاقاهره میں سال ۱۹۶۴م، ۱۳۸۳ھ میں ہوئی اور اس پر تعليقات وتحقيقات السيد عبد الله هاشم اليماني المدني نے لگائی ہیں (تیسری طباعت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ ورعاہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ حال ہی میں ہوئی ہے جو بہت عمدہ اور نافع ہے۔ (محمد محسن گلزار نعمانی)

(۳) التلخيص الحبير في تخريج احاديث شرح الوجيز الكبير

یہ بہت نافع کتاب ہے اس کو بھی الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ) نے کتاب "البدر المنير في تخريج الاحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير" لسراج الدين عمر بن علي بن الملقن (۸۴۴ھ سے تلخیص کیا ہے اور کتاب "الشرح الكبير فقه" شافعی کی کتاب ہے جس کے مصنف ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد الرافعی

(م۶۲۳ھ) ہیں جو کتاب "الوجیز لابی حامد محمد بن محمد الغزالی" (م۵۵ھ) کی شرح ہے۔

الشرح الکبیر کی تخریج حافظ ابن حجر سے پہلے بھی پانچ علمانے کی ہے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) سراج الدین بن الملقن (م۸۰۴ھ) (۲) عز الدین بن جماعۃ (م۷۶۷ھ) (۳) اور اس کے پوتے بدر الدین بن جماعۃ (م۸۱۹ھ) (۴) بدر الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی (م۷۷۴ھ) (۵) اور ایک حافظ صاحب کے بعد علامہ جلال الدین السیوطی (م۹۱۱ھ) نے اس کی تخریج کی ہے جس کا نام نشر العبیر فی تخریج احادیث الشرح الکبیر ہے۔

اور سراج الدین بن الملقن نے اپنی کتاب البدر المنیر کو سات ضخیم جلدوں میں تصنیف کیا (جواب دس ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے) پھر خود اس کی تلخیص چار جلدوں میں کی جس کا نام انہوں نے خلاصة البدر المنیر رکھا پھر مزید اس کا خلاصہ منتقی خلاصة البدر المنیر میں پیش کیا۔

تخاریج الشرع الکبیر کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ ان میں سب سے زیادہ اوسع ابن الملقن کی کتاب ہے لیکن اس میں تکرار کی وجہ سے تطویل اور اس کے خلاصے میں خلل اندازی تھی اس لئے میں نے بیچ کی راہ اختیار کرتے ہوئے اس کی ثلث مقدار کے بقدر تلخیص لکھی۔ اس میں تمام مقاصد کی تحصیل کو بھی مدنظر رکھا حافظ ابن حجر نے مذکورہ پانچ تخاریج سے فوائد و نقاط بھی اخذ کیے ہیں برعکس الدرایہ کے انہوں نے اس میں ایک خلل اندازی کا کام کیا ہے وہ یہ کہ علامہ الزیلعی نے وہ احادیث جن سے مخالف مذہب کے فقہاء استدلال کرتے ہیں ان کو بھی ذکر کیا ہے اور ان کی تخریج بھی کی ہے اور ابن حجر نے اس طرز کو ان کی طرح برقرار نہیں رکھا۔

حافظ ابن حجر کتاب کے مقدمے میں مذکورہ معلومات کا بیان یوں فرماتے ہیں:

قال الحافظ ابن حجر رحمه الله اما بعد فقد وقفت على تخريج احاديث شرح الوجيز للامام ابى القاسم الرافعى شكر الله سعيه بجماعة من المتاخرين منهم القاضى عز الدين بن جماعة والامام ابو امامه بن النقاش والعلامة سراج الدين عمر بن على الانصارى المفتى بدر الدين محمد بن عبد الله الزركشى وعند كل منهم ما ليس عند الاخر من الفوائد والزوائد واوسعها عبارة واخلصها اشارة كتاب شيخنا سراج الدين الا انه اطاله بالتكرار فجاء فى سبع مجلدات ثم رايته لخصه فى مجلدة لطيفة اخل فيها بكثير من مقاصد المطول وتنبهاته فرايت تلخيصه فى قدر ثلاث حجمه مع الالتزام بتحصيل مقاصده فمن الله بذالک .

ثم تتبعت عليه الفوائد الزاوائد من تخاريج المذكورين معه ومن تخريج احاديثه الهداية فى فقه الحنفية للامام جمال الدين الزيلعى لانه ينبه فيه على ما يحتج به مخالفوه وارجو الله ان تم هذا التتبع ان يكون حاويا لجل ما يستدل به الفقهاء فى مصنفاتهم فى الفروع وهذا مقصد جليل (مقدمة التلخيص الحبير ص ۹)

ڈاکٹر محمود الطحان صاحب اس پر اپنا تبصرہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت (الطحان ۹ قد تم هذا التتبع بحمد الله تعالى وقد حوى فعلا جل ما يستدل به الفقهاء فى مصنفاتهم لذا يعتبر هذا الكتب مصدرا فهما من مصادر التخريج لاحاديث الاحكام التى يستدل بها الفقهاء من شتى المذاهب .

"یعنی وہ اس کتاب میں اپنے مقاصد واہداف کے حصول میں کامیاب رہے ہیں اور یہ احادیث واحکام کا ایک انسائیکلو پیڈیا بن چکی ہے اور یہ کتاب ابواب

الفقہ کی ترتیب پر مرتب ہے"۔

کتاب میں تخاریج احادیث کا نمونہ ایک عبارت سے:

"قال الحافظ رحمه تعالى حديث على ان العباس سال رسول الله في تعجيل صدقته قبل ان تحل فرخص له اخرجه احمد واصحاب السنن والحاكم والدار قطني والبيهقي من حديث الحجاج بن دينار عن الحكم عن حجيته بن على عن على ورواه الترمذى من روايةاسرائيل عن الحكم عن حجر العدوى عن على وذكر الدار قطني الاختلاف فيه على الحكم ورجح رواية منصور عن الحكم عن الحسن بن مسلم بن يناف عن النبى ﷺ مرسلا وكذا رجحه ابو داؤد وقال البيهقي قال الشافعي روى عن النبى ﷺ انه تسلف صدقة مال العباس قبل ان تحل ولا ادرى اثبت ام لا قال البهيقي عنى بذالك هذا الحديث ويعضده حديث ابى البخترى عن على ان النبى ﷺ قال انا كنا احتجنا فاستسلقنا العباس صدقة عامين رجاله ثقات الا ان فيه انقطاعاً وفى بعض الفاظه ان النبى ﷺ قال لعمر انا كنا تعجلنا صدقة مال العباس عام اول رواه ابو داؤد الطيالسى من حديث ابى رافع (التلخيص الحبيرة ۲/ ۱۶۲، ۱۶۳)

(۴) المغنى عن حمل الاسفار فى الاسفار فى تخريج ما فى الاحياء من الاخبار

اس کتاب میں اس کے مولف الحافظ زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی (۸۰۶ھ) نے ان احادیث کی تخریج کی ہے جن کو امام غزالی نے اپنی احیاء علوم الدین میں

ذکر کیا ہے۔

یہ کتاب احیاء علوم الدین کے حاشیے پر چھپی ہے یہ بہت نفیس اور مفید تخریج ہے جو علامہ العراقی کے علوم حدیث میں ماہر ہونے کی دلیل ہے۔

علامہ العراقی کا تخریج میں اسلوب

(۱) اگر حدیث صحیحین (بخاری و مسلم) یا کسی ایک میں موجود ہے تو وہ صرف انکا حوالہ ہی دینا کافی سمجھ کر مزید تخریج سے رک جاتے ہیں۔

(۲) اگر حدیث صحیحین یا کسی ایک میں نہیں ہے تو پھر کتب ستہ میں سے جس جس نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اس کا حوالہ دیتے ہیں اور ان کے علاوہ کی کتب سے تخریج کی ضرورت محسوس نہیں کرتے سوائے کسی مفید غرض کے حصول کے۔

(۳) اور جب احیاء علوم الدین کی حدیث کتب ستہ میں سے کسی میں نہ ہو تو حدیث کی مشہور کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں۔

(۴) اور جب حدیث احیاء علوم الدین میں مکرر آجائے تو پہلی مرتبہ اس کی تخریج کر دیتے ہیں اور کبھی ذہول کی وجہ سے دوسری جگہ بھی تخریج کر دیتے ہیں اور کبھی کسی فائدہ وغرض کی وجہ سے تخریج کر دیتے ہیں اور پہلے تخریج کے گذرنے پر بھی تنبیہ کر دیتے ہیں۔

(۵) سب سے پہلے وہ احیاء کی حدیث کی طرف ذکر کرتے ہیں اس کے بعد حدیث کے راوی صحابی کا ذکر کرتے ہیں اور جس نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اس کا حوالہ دیتے ہیں پھر حدیث کی صحت ضعف حسن کو بیان کرتے ہیں ور جب حدیث کتب سنت مشہورہ میں مذکور نہ ہو تو اس کا ذکر اپنے قول لا اصل لہ سے کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں لا اعرفہ یعنی اپنی حدود اطلاع کی روشنی میں وہ اسے نہیں جانتے اور یہ ان کی فنی وتعبیری دقت ہے۔

(۶) اور یہ تخریج وسیع وکبیر تخریج میں سے اختصار شدہ تخریج ہے اور اسی کی طرف علامہ العراقی ان الفاظ میں اشارہ فرماتے ہیں:

"وبعد فلما وفق الله تعالى لاكمال الكلام على احاديث احياء علوم الدين في سنة احدى وخميسن تعذر الوقوف على بعض احاديثه فاخرت تبيضه الى سنة ستين فظهرت بكثير مما غرب عني علمه ثم شرعت في تبيضه في مصنف متوسط حجمه وانا مع ذالک متباطي في اكماله غير متعرض لتركه واهماله الى ان ظفرت باكثر ما كنت للم اقف عليه وتكرر السوال من جماعة في اكماله فاجبت وبادرت اليه ولكني اختصرته في غاية الاختصار لسهل تحصيله وحمله في الاسفار واقتصرت فيه على ذكر طرف الحديث وصحابيه ومخرجه وبيان صحته او حسنه او ضعف مخرجه فان ذالک هو المقصود الاعظم عند ابناء الاخرة وبل عند كثير من المحدثين عندالمذاكره ولامناظرة وابين ماليس له اصل في كتب الاصول والله اسال ان ينفع انه خير مسؤول (مقدمة التخريج المذكور بزيل الاحياء ۱/۱)

یعنی حدیث کا حال صحت وضعف حسن کے اعتبار سے اختصار کے ساتھ کتاب میں آ گیا ہے اور یہ بات ضروری بھی تھی کیونکہ کتاب احیاء احادیث ضعیفہ واہیہ بلکہ موضوعۃ پر بھی مشتمل ہے اللہ جزائے خیر دے امام عراقی کو جنہوں نے اس فریضے کو سرانجام دیا۔

کتاب کی عبارت کا اقتباس بطور نمونہ

قال العراقي رحمه الله تعالى حديث (خلق الله الماء طهورا لا ينجسه شي الا ما غير لونه او طعمه او ريحه .

اخرجه ابن ماجه من حديث ابي امامة باسناد ضعيف وقد رواه بدون الاستثناء ابو داؤد والنسائي والترمذي من حديث ابي سعيد وصححه ابو داؤد وغيره ٠ احياء علوم الدين (۱/۱۳۰)

(۵) مسند الحمیدی

یہ مسند الحافظ الکبیر ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر الحمیدی شیخ البخاری (المتوفی سنۃ ۲۱۹ھ) کی تالیف کردہ ہے یہ گیارہ حدیثی اجزاء پر مشتمل ہے اور نسخہ مطبوعہ میں دس حدیثی اجزاء ہیں جن کا سبب نسخوں کا اختلاف ہے۔

مسند الحمیدی کی ترتیب تالیفی

نسخہ مطبوعہ کی ترقیم کے مطابق کتاب تیرہ سو احادیث پر مشتمل ہے۔

(۱) اور کتاب مسانید صحابہ پر ترتیب دی گئی ہے۔

(۲) اور ترتیب صحابہ میں ان کے اسماء حروف تہجی کی ترتیب کے بجائے دوسری ہے سب سے پہلے مسند ابو بکر صدیق ہے اسکے بعد باقی خلفاء راشدین کی مسانید ہیں ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ کی مسانید ہیں سوائے طلحہ بن عبید اللہ کے شاید ان کے طریق سے کوئی حدیث مصنف کو نہ مل سکی۔

(۳) گویا انہوں نے اسلام میں سبقت کے لحاظ سے اسماء الصحابۃ کو ترتیب دیا ہے پھر امہات المومنین پھر باقی صحابیات پھر رجال الانصار کی احادیث کو ذکر کر کے باقی مسانید الصحابہ کو ذکر کیا ہے اور ان میں کوئی خاص ترتیب مدنظر نہیں رکھی۔

(۴) اس میں انہوں نے ایک سو اسی (۱۸۰) صحابہ سے روایت لی ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہیں جن سے صرف ایک ایک حدیث ہی مذکور ہے۔

کتاب کی طباعت واشاعت

اس کو سب سے پہلے پاکستان کی المجلس العلمی نے شائع کیا جس پر تحقیق وتعلیق کا کام فضیلۃ الاستاذ الشیخ حبیب الرحمن الاعظمی جزاہ اللہ خیراً نے کیا ہے لیکن اس میں طباعت کی بہت سی غلطیاں رہ گئیں ہیں ہاں انہوں نے احایث پر نمبر لگائے ہیں جو ایک قابل قدر کام ہے اور مسند کی احادیث کو ابواب پر مرتب کیا ہے اور

حدیث کی ایک طرف بھی ذکر کی ہے اور مسند میں اس کا کیا نمبر ہے وہ بھی ذکر کیا ہے یہ بھی قابل شکریہ وداد کام ہے اگر وہ صحابہ کا نام بھی حروف ہجاء کی ترتیب پر ذکر کر دیتے تو کیا خوب ہوتا تو مراجعین کے لئے بہت آسانی ہو جاتی اب کتاب متوسط حجم کی جلدوں میں شائع ہوئی ہیں

(۱) طبع اول ۱۳۸۲ھ میں ہوئی (۲) دوسری طباعت ۱۳۸۳ھ میں ہوئی۔

(۳) اب تیسری بار دارلکتب العلمیہ نے سابقہ مطبوعے کا فوٹو لے کر شائع کر دیا ہے۔

اس کتاب میں حدیث تلاش کرنے کا طریقہ

جس طریقہ سے حدیث مروی ہے سب سے پہلے صحابی کا نام معلوم کیا جائے پھر مسند کے اندر حدیث تلاش کی جائے اگر مذکور ہے تو ضرور مل جائے گی ورنہ کسی اور مصدر میں تلاش کرنی چاہیے۔

(۶) مسند الامام احمد بن حنبل

یہ بہت بڑی کتاب ہے جو تقریبا چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے جس کو امام احمد بن محمد ابن حنبل الشیبانی المتوفی ۲۴۱ھ نے لکھا ہے۔

یہ بھی مسانید الصحابہ کی ترتیب پر تصنیف کردہ ہے اس میں انہوں نے تمام صحابہ کی احادیث کو علیحدہ علیحدہ ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے موضوع حدیث کی پرواہ نہیں کی۔ لیکن انہوں نے صحابہ کے اسماء حروف المعجم پر ترتیب نہیں دیے اس میں انہوں نے چند امور کو پیش نظر رکھا ہے۔

(۱) صحابہ کی افضیلت۔ (۲) وہ شہر جن میں تشریف لے کر گئے۔

(۳) صحابہ کے قبائل وغیرہ۔

بعض دفعہ وہ ایک صحابی کی حدیث کو ایک جگہ سے زیادہ جگہ ذکر کرتے ہیں جو اس مسند میں حدیث تلاش کرنا چاہتا ہے وہ فہارس الاجزاء میں پہلے صحابی کی مسند کا پتہ چلائے تاکہ

ان کی مسند میں حدیث تلاش کر سکے اس میں حدیث تلاش کرنے کا عمل ناشرین کتاب نے آسان کر دیا ہے یعنی اصحاب المکتب الاسلامی اور دار صادر بیروت لبنان جب انہوں نے اس کو قاہرہ کے مکتبہ المیمنۃ کے طبعہ سے عکس لیا (فوٹو لیا) تو انہوں نے اس تصویر شدہ ایڈیشن کے ساتھ اسماء الصحابہ کی حروف المعجم پر مشتمل فہرست بھی لاحق کر دی ہر صحابی کے نام کے سامنے صفحہ نمبر اور جزء نمبر بھی لکھ دیا اور یہ فہرست ان کے بقول الشیخ ناصر الدین البانی نے اپنے لئے تیار کی تھی تا کہ مسند سے مراجعت ان کی ذات کے لئے آسان ہو جائے انہون نے اس فہرست کو مسند کے الجزء الاول کے شروع میں لاحق کر دیا۔

مسند احمد بن حنبل میں حدیث تلاش کرنے کا طریقہ

جب کوئی حدیث تلاش کرنا مقصود ہو تو سب سے پہلے حدیث کے راوی اول صحابی کا نام معلوم ہونا چاہیے پھر اسی فہرست میں مسند الصحابی کا رقم الجزء والصفحۃ تلاش کرنا چاہیے پھر مسند الصحابی میں حدیث تلاش کرے اگر امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا ہو تو ضرور مل جائے گی ورنہ کسی اور مصدر میں تلاش کرے۔

مسند ۹۰۴ مسانید صحابہ پر مشتمل ہے ان میں بعض تو مکثرین صحابہ کی مسانید ہیں جو سینکڑوں احادیث پر مشتمل ہیں جیسے مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور بعض میں صرف ایک ہی حدیث ہوتی ہے انہوں نے مسند کی ابتداء عشرہ مبشرہ کی مسانید سے کی ہے پھر عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی مسند ذکر کی ہیں پھر تین صحابہ کی احادیث ذکر کی ہیں پھر اہل بیت کی احادیث ذکر کی ہیں اور آخر میں شداد بن الہاد کی مسند پر انتہاء کی ہے۔

کتاب کی طباعت

کتاب پہلے چھ جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور اس کے حاشیے پر **کنزل العمال فی سنن الاقوال والافعال لعلی بن حسام الدین الشھیر بالمتقی** چھپی ہے اور ایک ایڈیشن بیس جلدوں میں الشیخ احمد شاکر اور الشیخ حمزہ الزین کی تحقیق سے دارالحدیث

القاہرہ سے چھپا اور ایک ایڈیشن مؤسسۃ الرسالۃ مکۃ المکرمۃ سے ۵۰ جلدوں میں الشیخ شعیب الارناوط اور ان کے رفقاء کی تحقیق سے شائع ہوا ہے۔

(۷) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف

(۱) کتاب کا مصنف

الحافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن المزی المتوفی سنہ ۷۴۲ھ۔

(۲) تصنیف سے غرض اساسی

اس میں مصنف نے کتب ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) اور بعض ان کے ملحقات کی احادیث کو اس لئے جمع کیا ہے تاکہ ایک حدیث کی مختلف ومتعدد اسانید ایک جگہ میں جمع مل جائیں۔

(۳) کتاب کا موضوع

کتب ستہ اور ان کے بعض ملحقات کی احادیث کے اطراف ذکر کرنا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مقدمہ صحیح مسلم (۲) **کتاب المراسیل لابی داؤد** (۳) **کتاب العلل الصغیر للترمذی** یہ وہ کتاب ہے جو ترمذی کے آخر میں ملحق ہے (۴) **کتاب الشمائل للترمذی** (۵) **کتاب عمل الیوم واللیلۃ للنسائی.**

کتاب میں مستعمل رموز واشارات

''خ'' سے بخاری۔ ''خت'' بخاری تعلیقا۔ ''م'' مسلم۔ ''د'' ابوداؤد۔ ''مد'' ابوداؤد فی مراسیلہ۔ ''ت'' ترمذی۔ ''تم'' ترمذی فی الشمائل۔ ''س'' نسائی۔ ''سی'' نسائی عمل الیوم واللیلۃ۔ ''ق'' ابن ماجہ۔ ''ز'' مصنف نے جو کلام احادیث پر کیا ہے جو احادیث سے زائد ہے۔ ''ک'' ابن عساکر پر جو احادیث کا استدراک کیا ہے۔ ''ع'' تمام کتب ستہ میں موجود روایت کے لئے۔

کتاب کی ترتیب

کتاب کی ترتیب صحابہ کے اسماء باعتبار حروف المعجم پر رکھی گئی ہے کتاب میں پہلے اس صحابی کی مسند ذکر کی گئی ہے جس کا نام ہمزہ سے شروع ہوتا ہے وراس کے بعد کا حرف بھی حروف ہجاء کی ترتیب پر ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے اسی لئے پہلی مسند ابیض بن حمال کی ہے یہ کتاب کی عام ترتیب ہے جس میں صحابہ کی منسانید ۹۰۵ مسانید تک شمار کی گئیں ہیں مسانید المراسیل جوائمہ تابعین کی طرف منسوب ہیں ان کی تعداد ۴۰۰ تک ہے اس نہج پر ہر صحابی کی حدیثیں الگ الگ پہچانی جاسکتی ہیں اور جب صحابی مکثر ہو (اس سے روایت کرنے والے زیادہ ہوں) تو ان سے روایت کرنے والے تابعین کو بھی وہ حروف المعجم کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں اور اگر ایک تابعی سے بہت سے تبع تابعین روایت کرنے والے ہوں تو ان کو بھی حروف المعجم کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں۔

کتاب میں حدیث کا تکرار اور اس کا سبب

مصنف کتاب میں ایک ہی حدیث کئی بار لاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حدیث بعض دفعہ کئی صحابہ سے مروی ہوتی ہے تو وہ ہر صحابی کی احادیث میں اس کو ذکر کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ کتب ستہ میں یہ حدیث فلاں فلاں صحابی سے مروی ہے اس وجہ سے اس کتاب میں احادیث کا عدد ۱۹۵۹۵ تک پہنچ جاتا ہے اسی طرح کتاب ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الاحادیث میں ۱۲۳۰۲ احادیث مذکور ہیں۔

حدیث لانے کی ترتیب

پہلے مصنف اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں جو احادیث اکثر کتب میں ہوں یعنی اگر کتب ستہ میں ہے تو اسکو اس حدیث پر مقدم کریں گے جو کتب خمسہ میں ہے اسی طرح جو کتب خمسہ میں ہے وہ مقدم ہوگی اس پر جو کتب سنن اربعہ میں ہے... الخ

کتاب میں مراجعت کرنے کی غرض

اس کتاب میں حدیث تلاش کر کے ایک بڑی غرض یہ حاصل ہوتی ہے کہ ایک حدیث کی متعدد اسانید معلوم ہو جاتی ہیں جو کتب ستہ اور ان کے ملحقات میں آئیں ہیں اور حدیث کا مکمل متن تو اصل کتب حدیث کی طرف مراجعت کرنے سے ہی معلوم ہوگا۔

کتاب کی عبارت سے ایک نمونہ

قال المصنف حرف الالف من مسند ابيض بن حمال الحميرى المار بى عن النبى ﷺ د،ت،س،ق،(یہاں ان کتب کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے) حدیث **انه وفد الى النبى ﷺ فاستقطعه الملح الذى بمارب الحديث**

د:......(سنن ابوداؤد) **فى الخراج عن قتيبة بن سعيد ومجمد بن المتوكل العسقلانى كلا هما عن محمد ابن يحيى بن قيس المار بى عن ابيه عن ثمامة بن شراحيل ان سمى بن قيس عن شمير ابن عبد المد ان عن ابيض بن حمال به.**

ت:......(ترمذی) **فى الاحكام عن قتيبة ومحمد بن يحيى بن ابى عمر كلاهما عن محمد بن يحيى ابن قيس باسناده وقال غريب .**

ک،س:......**الاستداک على ابن عساكر،سنن النسائى) فى احياء الموات (فى الكبرى) عن ابراهيم بن هارون عن محمد بن يحيى بن قيس به وعن سعيد بن عمرو عن بقية عن عبد الله بن المبارك عن معمر عن يحيى بن قيس المار بى عن ابيض بن حمال به وعمن سعيد بن عمرو عن بقية عن سفيان عم مغمر نحوه قال سفيان وحدثنى ابن ابيض بن حمال عن ابيه عن النبى ﷺ بمثله وعن عبد السلام بن عتيق عن محمد بن**

المباک عن اسمعیل بن عیاش سفیان بن عیینة کلاھما عن عمر بن یحیی بن قیس الماربی عن ابیه عن ابیض بن حمال نحوہ .

ق:......(ابن ماجہ) فی الاحکام عن محمد بن یحیی بن ابی عمر عن فرج بن سعید بن علقمه ابن سعید بن ابیض بن حمال عن عمه ثابت بن سعید عن ابیه سعید عن ابیه ابیض نوحوہ .

ک:......(المستدرک عن ابن عساکر) حدیث س (نسائی) فی روایة ابن الاحمر ولم یذکرہ ابو القاسم (تحفة الاشراف ۱/۸۷).

(۸)ذخائر المواریث فی الدلالة علی مواضع الحدیث

(۱) کتاب کا مصنف

اس کو الشیخ عبدالغنی النابلسی ۱۰۵۰ھ/۱۱۴۳ھ الدمشقی الحنفی نے لکھا ہے۔

(۲) موضوع

کتب ستہ اور موطا مالک کی احادث کے اطراف کو جمع کرنا۔

(۳) ترتیب

یہ کتاب صحابہ کی مسانید پر حروف المعجم کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے

(۴) کتاب کی تقسیم

الباب الاول: رجال الصحابہ کی مسانید میں۔

الباب الثانی: صحابہ میں سے کنیت سے مشہور ہیں۔ حروف المعجم کے اعتبار سے ان کے بیان میں۔

الباب الثالث: المبھمین من الرجال (رواۃ میں مبہم حضرات) کی مسانید ان سے روایت کرنے والے اسماء الرواۃ کی ترتیب پر۔

الباب الرابع: صحابیہ عورتوں کی مسانید میں۔

الباب الخامس: عورتوں میں مشہور بالکنیت کی مسانید میں۔

الباب السادس: عورتوں میں سے مبہمات کی مسانید ان سے روایت کرنے والوں کے اسماء کی ترتیب پر۔

الباب السابع: احادیث مراسیل کو ارسال کرنے والوں کے اسماء کی ترتیب پر ذکر کرنے میں۔

اس کے بعد انہوں نے ساتویں باب کے ساتھ تین فصلوں کو ملحق کیا۔

(۱)فصل فی کنی المراسیل (۲)فصل فی المبهمین

(۳)فصل فی مراسیل النساء

سابقہ ابواب میں بعض فصول میں بھی بعض کنی (کنیتیں) ذکر کی ہیں۔

(۵) کتاب میں مستعمل رموز

(خ) بخاری (م) مسلم (د) ابوداود (ت) للترمذی

(س) للنسائی (ہ) ابن ماجہ (ط) موطا

مسانید اور احادیث لانے کی کیفیت

مولف نے کتاب حرف الھمزہ سے کتاب شروع کی ہے وہ فرماتے ہیں:

فقال حرف الهمزه ثم قال ابيض بن حمال الحميری المار بی عن النبی ﷺ فاستقطه الملح للذی بمارب ثم قال وفيه لاحمس فی الاراک ثم کتب مايلی (’د‘ فی الخراج عن قتيبة بن سعيد ومحمد بن المتوکل وعن محمد بن احمد القرشی .

ت:......فی الحکام عن قيتيبة (ہ) فيه عن محمد بن يحيی بن ابی عمر)

انتهی ایراد الحدیث ثم ذکر بقية احاديث هذا الصحابی بهذا الشکل .

تنبیہ:۔وہ سند میں پوری سند کو ذکر کرنے کی بجائی صرف مصنف کے شیخ کو ذکر

کرتے ہیں اور رجال سند کو چھوڑ دیتے ہیں۔

کتاب میں اور حدیثی الفاظ کی ایک سطر ذکر کر دیتے ہیں اس کے بعد الفاظ کے بجائے باقی مطلب حدیث، کے معانی ذکر کر دیتے ہیں اور جب ایک حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہو تو طوالت کے خوف سے وہ ایک صحابی کی مسند میں ہی ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جیسا کہ مزی نے تحفۃ الاشراف میں کیا ہے اس لئے اس کی ذخائر احادیث ۱۲۳۰۲ ہیں جبکہ تحفۃ الاشراف میں ۱۹۵۹۵ حدیثیں ہیں۔

(۶) کتاب میں حدیث تلاش کرنے کی کیفیت

مقدمے میں مصنف نے فرمایا:

واذا اردت الاستخراج منه فتامل فی معنی الحدیث الذی تریده فی ای شی ھو؟ ولا تعتبر خصوص الفاظه ثم تامل الصحابی الذی عنه روایة ذلک الدحیث فقد یکون فی سند عن عمر او انس مثلا والروایه عن صحابی آخر مذکور فی ذالک الحدیث فصحح الصحابی المروی عنه ثم اکشف عنه فی محله تجده ان شاء اللہ تعالی

(۹) المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة

یہ کتاب بہت سی مشہور احادیث کو جامع ہے اس کے مطبوعہ نسخے میں ۱۳۵۶ احادیث ہیں اس میں حدیثی فنی کلام جس معیار کا ہے وہ دوسری اس نوع کی کتابوں میں نہیں ہے۔

قال ابن الحماد الحنبلی وھو اجمع من کتاب السیوطی المسمی ب "الدرر المنتشرة فی الاحادیث المشتھرة وفی کل منھا ما لیس فی الاخرہ۔

اسی لئے علماء نے اس کو بہت زیادہ درس وتدریس میں رکھا ہے اس کا علماء نے اختصار

بھی کیا ہے۔

(۱) تلمیذ المصنف عبدالرحمٰن بن علی بن الربیع الشیبانی فی کتابه تمییز الطیب من الخبیث.

(۲) علی بن محمد (م ۹۳۹ھ) فی کتابہ الرسائل السنیۃ:

علامہ سخاوی نے اس کو حروف المعجم کی ترتیب پر لکھا ہے تاکہ تلاش کرنے والے کے لئے آسانی رہے اور حدیث ذکر کرنے کے بعد وہ حدیث جس کی اصل ہوتی ہے اس کے مخرجین کا ذکر کرتے ہے اور علماء کے اس پر کلام کو بھی بتلاتے ہیں اگر حدیث کی کوئی اصل نہ ہو اور وہ کتب مشہورہ میں مذکور نہ ہو تو اپنے اس قول لا اصل لہ سے تصریح کر دیتے ہیں اگر ان پر اصل کا ہونا اور نہ ہونا منکشف نہ ہو اور وہ متردد ہو جائیں تو وہ فرماتے ہیں لا اعرفہ کتاب بہت قیمتی ہے اسی لئے دور تصنیف سے آج تک متداول چلی آرہی ہے۔

(۱۰) كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على السنة الناس.

یہ کتاب بہت نافع ہے یہ بہت سی مشہور احادیث کو شامل ہے ظاہر تو یہ ہے کہ اس باب میں یہ سب سے بڑی کتاب ہے اور زبان زد (مشہور و معروف) احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ ہے یہ حروف المعجم پر مرتب ہے۔

اس میں مولف نے المقاصد الحسنة کی تلخیص کرتے ہوئے اور مندرجہ ذیل خصائص کو اس میں سمویا ہے۔

(۱) بیان مخرج الحدیث۔

(۲) بیان راوی الحدیث من الصحابہ۔

(۳) اور فوائد جلیلہ عند ائمۃ الحدیث۔

(۴) ...

بھی اس میں شامل کیا ہے۔

(۵) اور الدرر المنتشرة فی الاحادیث المشتهرة للسیوطی کی احادیث کو بھی اس میں شامل کیا ہے اور ان کے علاوہ چند کتابیں بھی اس میں آ گئی ہیں۔

(۶) ہر حدیث کے بعد اصحاب المصنفات کا حوالہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں فلاں نے روایت کی ہے۔

(۷) حدیث کا رتبہ بیان کرتے ہیں یا اس کے بارے میں اقوال العلماء بیان کرتے ہیں۔

(۸) حدیث کی اگر کوئی اصل نہیں ہوتی تو بیان کر دیتے ہیں کہ لیس بحدیث کبھی فرماتے ہیں انه من الحکم الماثورة او من کلام الصحابه او احد العلماء.

کتاب ۳۲۵۴ احادیث پر مشتمل ہے المقاصد الحسنة سے دوگنا احادیث اس میں موجود ہیں فھو اکبر مصنف فی ہذا الباب واللہ اعلم۔

پہلے کتاب حسام الدین القدسی کی زیر نگرانی القاہرة سے ۱۳۵۱ھ میں طبع ہوئی پھر دار احیاء التراث العربی بیروت سے شائع ہوئی اب بہت سے مکتبوں سے شائع ہو چکی ہے۔

المصادر والمراجع:

(الف) الکتب الحدیثیة المرتبة علی الموضوعات

(۱) الجوامع

الجامع الصحیح لامام البخاری بعتناء محمد منیر الدمشقی الطبعة الثانیة بیروت عالم الکتب ۱۹۸۲م.

الجامع الصحیح لامام مسلم بتحقیق محمد فؤاد عبد الباقی بیروت دار الحیاء التراث العربی .

الجامع لامام الترمذی بتحقیق احمد شاکر والزین بیروت دار

احیاء التراث العربی .

الجامع لامام معمر بن راشد الازدی بتحقیق حبیب الرحمن الاعظمی بیروت المکتب الاسلامی الطبعة الثانیة ۱۹۸۳م(مطبوع مع مصنف عبد الرزاق)

الجامع فی الحدیث لامام عبد اللہ بن وهب بتحقیق مصطفیٰ ابو الخیر الریاض دار ابن الجوزی البطعة الاولی ۱۹۹۶م.

شرح السنة اللبغوی تحقیق شعیب الارنائووط وزهیر الشاویش بیروت المکتب الاسلامی الطبعة الثانیة ۱۹۸۳م.

مشکوة المصابیح للخطیب التبریزی تحقیق البانی بیروت المکتب الاسلامی البطعة الثالثه ۱۹۸۵م.

(۲)السنن

سنن ابی داؤد بتعلیق عزت عبید الدعاس وعادل السید حمص دار الحدیث ۱۹۶۹م.

سنن نسائی اعتنی به ورقمه وصنع فهارسه الشیخ عبد الفتاح ابو غده بیروت دار البشائر الاسلامیة الطبعة الثانیه المفهرسة ۱۹۸۸م.

سنن الدارمی بعنایة محمد احمد دهمان بیروت تصویر دار الکتب العلمیه عن طبعة دار احیاء السنه النبویه .

السنن الکبری للنسائی تحقیق عبد الغفار البنداری وسید سکروی حسن الطبعة الاولی بیروت دار الکتب العلمیه ۱۹۱۱م.

السنن الکبری للبهیقی بیروت تصویر دار المعرفة عن الطبعة الاولی لمجلس دائرة المعارف النظامیه بحیدر آباد الدکن

الهند ۱۳۴۴ھ.

سنن الدار قطني بيروت تصوير عالم الكتب الطبعة الثانية ۱۴۰۳ھ.

سنن سعيد بن منصور بتحقيق حبيب الرحمن الاعظمي بيروت دار الكتب العلمية .

السنن الصغرى للبيهيقي بتحقيق بهجة يوسف ابو الطيب بيروت دار الجيل الطبعه الاولى ۱۹۹۵م.

معرفة السنن الواثآر وهو السنن اولسطى للبيهقي بتحقيق سيد سكزوى حسن بيروت در الكتب العلمية البطعة الاولى ۱۹۹۱م

(۳)المصنفات

مصنف عبد الرزاق الصنعاني بتحقيق حبيب الرحمن الاعظمي بيروت المكتب الاسلامي الطبعة الثانية ۱۹۸۳م.

مصنف ابن ابى شيبة بتعليق سعيد اللحام بيروت دار الفكر الطبعة الاولى ۱۹۸۹م

(۴)الموطات

الموطا للامام مالك برواية يحيى بن يحيى الليثي تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي بيروت دار احياء التراث العربي ۱۹۸۵م.

الموطا للامام مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني تحقيق عبد الواب عبد اللطيف بيروت دار القلم .

الموطا للامام مالك برواية ابى مصعب المدني تحقيق بشار عواد معروف بيروت موسسة الرسالة الطبعة الثانية ۱۹۹۳م.

(۵) المجامع

جامع الاصول من احاديث الرسول لابن الاثير الجزرى بتحقيق عبد القادر الارنائووط بيروت دار الفكر الطبعة الثانية ١٩٨٣م.

كنز العمال فى سنن الاقوال والأفعال للمتقى الهندى ضبطه وفسر غريبه الشيخ بكرى حيانى بيروت موسسة الرسالة ١٩٨٩م.

التاج الجامع للاصول فى احاديث الرسول ﷺ للشيخ منصور على ناصف بيروت دار الفكر ١٩٨١م.

تيسر الوصول الى جامع الاصول لابن الديبع الشيبانى بيروت دار المعرفة ١٩٧٧م

(٦) الزوائد

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لنور الدين الهيثمى بيروت تصوير دار لكتاب العربى الطبعة الثالثة ١٩٨٢م.

كشف الاستار عن زوائد البزار لنور الدين الهيثمى بتحقيق حبيب الرحمن الاعظمى بيروت موسسة الرسالة البطعة الاولى ١٩٨٩م

موارد الظمن الى زوائد ابن حبان لنور الدين الهيثمى بتحقيق محمد عبد الرزاق .حمزه بيروت دار الكتب العلمية

المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية لابن حجر العسقلانى بتحقيق حبيب الرحمن الاعظمى بيروت دار المعرفة ١٩٩٣م.

زوائد الاجزاء المنشورة على الكتب الستة المشهورة لعبد

السلام علوش بیروت المکتب الاسلامی الطبعة الاولی ۱۹۹۵م.

مجمع البحرین فی زوائد المعجمین لنور الدین الهیثمی بتحقیق عبد القدوس محمد نذیر الریاج مکتبةالرشد الطبعة الاولی ۱۹۹۲م

(۷) المستدرکات

المستدرک علی الصحیحن للحاکم بیروت دار الکتاب العربی (تصویر) مختصر استدراک الحافظ الذهبی علی مستدرک ابی عبد اللہ الحاکم لابن المقلن بتحقیق عبد اللہ اللحیدان الریاض دار العاصمة ۱۴۱۱ھ.

تلخیص مستدرک الحاکم للذهبی مطبوع بذیل المستدرک علی الصحیح السابق ذکره

(۸) المستخرجات

المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم لابی نعیم اللاصبهانی بتحیق محمد حسن الشافعی بیروت دار الکتب العلمبه الطبعة الاولی ۱۹۹۶م

مسند ابی عوانة الاسفرائنی (مستخرج علی صحیح مسلم) بیروت دار المعرفة

(۹) الاجزاء

جزء القراه خلف الامام للبیهقی باعتناء محمد السعید زغلول بیروت دار الکتب العلمیة الطبعة الاولی ۱۹۸۴م.

(جزء) خیر الکلام فی القراء ة خلف الامام لبخاری بیروت دار الکتب العلمیة

(جـزء) تحفة الصديق في فضائل ابى بكر الصديق رضى الله عنه لابن بلبان تحقيق محى الدين مستو بيروت دار ابن كثير البطعة الاولى ۱۹۸۸م.

جـزء فـي طرق حديث لا تسبوا اصحابى لابن حجر العسقلانى تـعليـق مشهـور حسـن سلـمـان عمان دار عمار البطعه الاولى ۱۹۸۸م.

جـزء فـي الاحـاديث الواردة في القسطنطيه لنظام محمد صالح يعقوبى بيروت دار البشائر لاسلامية البطعة الولى ۱۹۹۸م.

(جزء) التوكل على الله لابن ابى الدنيا تحقيق جاسم الدوسرى بيروت دار البشائر الاسلاميه البطعة الاولى ۱۹۸۷م

(۱۰) کتب ذات موضوع عام

التـرغيـب والتـرهيـب لـلمنذرى بتعليق مصطفى محمد عمارة بيروت دار الحياء التراث العربى الطبعة الثالثة ۱۹٦۸م.

البـر والـصـلة لابـن الـجوزى تحقيق عادل عبد الموجود وعلى معوّض بيروت موسسة الكتب الثقافية ۱۹۹۳م.

فـضـائـل الاعمال لضياء الدين المقدسى تحقيق غسان هرماس بيروت موسسة الكتب الثقافية ۱۹۸۷م.

الادب الـمـفـرد للبخارى خرج احاديثه محمد فواد عبد الباقى بيروت دار البشائر السلامى البطعة لثالثة ۱۹۸۹م.

الزهد لوكيع بن الجراح تحقيق عبد الرحمن الفربوائى المدينة المنورة مكتبه الدار الطبعة الاولى ۱۹۸۴م.

السّير الابـى اسـحـاق الـفـرازى تحقيق فاروق حمادة بيروت موسسة الكتب الثقافية البطعه الاولى ۱۹۸۷م.

الامـوال لابـی عبید القاسم بن سلام تحقیق محمد خلیل هراس بیروت دار الفكر البطعة الثالثة ۱۹۸۵م.

الایـمـان لابـن مـنـده تـحـقـیـق عـلـی بن محمد الفقهی بیروت موسسة الكتب الثقافية ۱۹۸۵م.

السـنـة لـلامام احمد بن حنبل تحقیق محمد السعيد بن بسيونی زغلول بیروت دار الكتب علميه الطبعة الاولی ۱۹۸۵م.

شعب الايمان للبيهقی تحقیق محمد السعيد بن بسيونی زغلول بیروت دارل كتب العلميه الطبعة الاولی ۱۹۹۰م.

رياض الصالحين للنووی تحقیق عبدالله الدرويش بيروت دار الفكر

دلائـل الـنـبـوة لـلبـيـقـهـی تـعـلیـق عـبـد المعطی قلعجی بیروت دارالكتب العلمية البطعة الاولی ۱۹۸۵ .

الـسـنـة لابـن ابی عاصم بتعليق البانی بيروت المكتب الاسلامی الطبعة الاولی ۱۹۸۰

الـعـظـمة لابی الشيخ الاصبهانی تحقیق رجاء الله المباركفوری الرياض دار العاصمه الطبعة الاولی ۱۴۰۸ھ.

عشـرة الـنـسـاء لـلـنـسـائی تحقيق عمرو علی عمر بیروت دار الجيل الطبعة الاولی ۱۹۹۲

ذم الـكـلام راهـلـه للهروی تحقیق عبد الرحمٰن الشبل المدينة المنوره مكتبة العلوم والحكم الطبعة الاولی ۱۹۹۵ .

التـرغیب والترهيب لقوام السنة اسماعيل بن محمد بن الفضل الـجوزی الاصبهانی باعتناء ايمن بن صالح بن شعبان القاره دار الحديث البعة الاولی ۱۹۹۳ .

الشـكـر لله عـزوجـل لابـن ابـی الـدنـيـا تـحقيق ياسين السواس بیروت دار ابن كثير البطعة الثانيه ۱۹۸۷ .

قصر الامل لابن ابی الدینا تحقیق محمد خیر رمضان یوسف بیروت دار ابن حزم الطبعة الاولی ۱۹۹۵ .

الزهد لابن ابی الدنیا تحقیق یاسین السواس بیروت دار ابن کثیر البطعة الاولی ۱۹۹۹ .

زاد المعاد فی هدی خیر العباد لابن قیم الجوزیة تحقیق شعیب الارنأوط بیروت موسسة الکتب الثقافیة الطبعة الثانیة ۱۹۸۱ .

عمل الیوم واللیلة للنسائی تحقیق فاروق حمادة بیروت موسسة الرسالة البطعه الثانیة ۱۹۸۵ .

عمل الیوم واللیلة لابن السنی تحقیق عبد الله حجاج بیروت دار الجیل البطعة الثالثة ۱۹۸۴ .

الشمائل المحمدیه للترمذی بتعلیق عزت عبید الدعاس حمص دار الترمذی الطبعه الاولی ۱۹۸۹ .

الخصائص الکبری للسیوطی تحقیق محمد خلیل هراس القاهرة دار الکتب الحدیثیه

الحبائک فی اخبار الملائک للسیوطی تحقیق محمد السعید بن بسیونی زغلول بیروت دار الکتب اعلمیه البطعة الثانیة ۱۹۸۸.

(۱۱) کتب احادیث الاحکام

بلوغ المرام من ادلة الاحکام لابن حجر العسقلانی تحقیق رضوان محمد رضوان بیروت دار الکتاب العربی.

الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العبد بیروت دار الکتب العلمیة الطبعة الاولی ۱۹۸۶ .

المحرر فی الحدیث لابن عبد الهادی المقدسی تحقیق یوسف

المرعشي ومحمد سليم سماره وحمدى الذهبي بيروت دار المعرفه البطعة الاولى ١٩٨٥ .

احكام الاحكام الصادرة من بين شفتي سيد الانام لابن النقاش المغربي تحقيق رفعت فوزى عبد المطلب الاقاهرة مكتبة الخانجي البطعة الاولى ١٩٨٩ .

شرح معاني الاثار للطحاوى تحقيق محمد زهرى النجار بيروت دار الكتب العلمية الطبعة الاولى ١٩٨٩ .

الاحكام الوسطى لعبد الحق الاشبيلي تحقيق حميدى السفى وصبحي السامر ائي الرياج مكتبة الرشد ١٩٩٥ .

اعلاء السنن للتهانوى تحقيق محمد تقي العثماني كراتشي اداره القرآن ولعلوم الاسلاميه

المجموع النقهي (مسند الامام زيد ۹ جمعه عبد العزيز بن اسحاق البغدادى بيروت دار الكتب العلمية البطعة الثانيه ١٩٨٣ .

تقريب الاسانيد وترتيب المسانيد لزين الدين العراقي بيروت دار الكتب العلمعية الطبعة الاولى ١٩٨٤ .

دلائل الاحكام لابن شداد وثق اصوله محمد شيخاني وزياد الدين الايوبي بيروت دار قيتيبة البعة الاولى ١٩٩٢ .

عمدة الحكام من كلام خير الانام ﷺ لعبد الغنى المقدسى بيروت دار الكتب العلميه

المنتقى من اخبار المصطفى ﷺ لمجد الدين ابن تيمية بتعليق محمد حامد الفقي القاهرة المكتبه التجاريه الكبرى ١٩٣١ .

المحلى بالاثار لابن حزم تحقيق احمد شاكر القاهرة ادارة الطباعة المنيرة

(۱۲) کتب التخریج

نصب الراية لاحاديث الهداية للزيلعي زاده تصحيحا محمد عوامه بيروت موسسة الكتب الريان الطبعة الاولى ۱۹۹۷ .

التلخيص الحبير فى تخريج احاديث الرافعي الكبير لابن حجر العسقلانى بتعليق السيد عبدالله الهاشم اليمانى الدمنى بيروت دار المعرفه .

اللولو المصنوع فى الاحاديث والاثار التى حكم عليها الامام النووى فى المجموع لمحمد بن شومان الرملى الدمام رمادى لنشر ۱۹۹۶ .

المغنى عن حمل الاسفار فى الاسفار فى تخريج ما فى الاحياء من الاخبار لزين الدين العراقى ٠ مطبوع بذيل الاحياء) بيروت دارا لمعرفة .

غوث المكدود بتخريج منتقى ابن الجارود لابى اسحاق الجوينى الاثرى بيروت دارالكتاب العربى الطبعة الاولى ۱۹۸۸ .

الهداية فى تخريج احاديث البداية (بداية المجتهد لابن رشد) لابى الفيض احمد بن محمد بن الصديق الغمارى بيروت عالم الكتب الطبعة الاولى ۱۹۸۷ .

البدر المنير فى تخريج احاديث الشرح الكبير لابن الملقن تحقيق جملا السيد الرياض دار العاصمه الطبعة الاولى .

مناهل الصفا فى تخريج احاديث الشفا للسيوطى طبع مع شرح مدد الفياض بنور الشفا للقاضى عياض لشيخ حمزه العدى الحمزاوى مص .

خلاصة البدر المنير في تخريج الاحاديث والاثار والواقعه في الشرح الكبيرّ لابن الملقن تحيقق حمدى السلفي الرياض مكتبة الرشد الطبعة الاولى .

تخريج الاحاديث المرفوعة المسنده في كتاب التاريخ الكبير للبخارى اعداد محمد بن عبد الكريم بن عبيد الرياض مكتبه الرشد الطبعة الاولى .

(ب) الكتب المرتبة بحسب راوى الحديث من الصحابة

(ا) المسانید

مسند الامام احمد بن حنبل بيروت المكتب السلامى ۱۹۹۳ .

مسند ابى على الموصلى تحقيق حسين اسد دمشق دار المامون للتراث الطبعه ثالثة

مسند ابى داؤد الطيالسى بيروت دار المعرفه .

مسند الحميدى تحقيق حبيب الرحمن الاعظمى بيروت عالم الكتب المنتخب من مسند عبد بن حميد تحقيق السيد صبحى لبدرى السامرائى بيروت عالم الكتب الطبعة الاولى ۱۹۸۸ .

مسند الشاشى تحقيق محفوظ الرحمن زين الله المدينة المنورة مكتبة العلوم والحكم الطبعة .

جامع المسانيد والسنن الهادى لاقوم سنن لابن كثير تعليق عبد المعطى قلعجى بيروت دارلكتب العلمية البطعة الاولى ۱۹۹۴ .

مسند الرويانى تعليق ايمن على ابو يمانى موسسة قطبة الطبعة الاولى ۱۹۹۵ .

المسند الجامع ترتيب بشار عواد معروف دار الجيل الطبعة الاولى ۱۹۹۳ .

(۲) المعاجم

المعجم الكبير للطبراني تحقيق حمدى عبد المجيد السلفى بيروت دار احياء التراث العربى.

المعجم الاوسط اللطبراني تحقيق محمود الطحان الرياض مكتبة المعارف الطبعة الاولى ۱۹۸۵ .

(۳) كتب الاطراف

تحفة الاشراف بمعرفه الاطراف المزى تحقيق عبد الصمد شرف الدين بيروت المكتب السلامى البطعة الثانيه ۱۹۸۳م.

اتحاف المهرة بالفوائد المبتركة من اطراف العره لابن حجر العسقلانى تحقيق زهير الناصر واخيرين المدينه المنورة مركز خدمة السنه والسيرة النبوية البطعة الاولى ۱۹۹۴ .

ذخائر المواريث فى الدلالة على مواضع الاحاديث لعبد الغنى النابلسى الفاهرة جمعية النشر والتاليف الازهرية الطبعه الاولى ۱۹۳۴.

اطراف مسند الامام احمد بن حنبل المسمى اطراف المسند المعتلى باطراف المسند الحنبلى لابن حجر العسقلانى تحقيق زهير الناصر بيروت دار ابن كثير الطبعة الاولى ۱۹۹۳ .

(ج) الكتب المرتبة على طرف الحديث الاول

(۱) الكتب الحديثية المرتبة على حروف المعجم

الجامع الكبير او جمع الجوامع للسيوطى القاهره مجمع البحوث الاسلاميه .

الجامع الصغير من حديث البشير النذير للسيوطى تحقيق

عبدالله الدرويش دمشق ۱۹۹٦ .

الفتح الكبير في ضم الزيادة الى الجامع الصغير ليوسف النبهاني بيروت دار الكتاب العربي .

الدرر اللوامع في زوائد الجامع الازهر على جمع الجوامع اللمناوى صنعه احمد عبد الجواد بيروت دار الجبل الطبعة الاولى ۱۹۹۲ .

كنوز الحقائق من حديث خير الخلاق للمناوى بيروت دار الجيل الطبعة الاولى ۱۹۸۵

المعجم الوجيز من احاديث الرسول العزيز الميرغنى تحقيق سمير مجذوب بيروت عالم الكتب الطبعة الاولى ۱۹۸۸ .

جامع الاحاديث الجامع الصغير وزوائده والجامع الكبير جمع وترتيب عباس احمد صفر واحمد عبد الجواد بيروت دار الفكر ۱۹۹۴ .

(۲) كتب الاحاديث المشتهرة على الالسنة

المقاصد الحسنة في بيان كثير من الاحديث المشتهرة على الالسنة للسخاوى تحقيق محمد عثمان الخشت بيروت دار الكتاب العبرى الطبعه الاولى ۱۹۸۵ .

مختصر المقاصد الحسنة للزرقانى تحقيق محمد الصباغ بيروت المكتب السلامى الطبعة الثالثه ۱۹۸۳ .

تمييز الطيب من الخبيث فيما يدور على السنه الناس من الحديث لابن الديبع الشيبانى بيروت دار الكتاب العربى ۱۹۸۵ .

كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على

السنة الناس للعجلونى تعليق احمد القلاش بيروت موسسه
الرساله الطبعة الرابعة ۱۹۸۵ .

الدرر المنتثرة فى الاحاديث المشتهرة للسيوطى تحقيق خليل
الميس بيروت المكتب الاسلامى الطبعه الاولى ۱۹۸۴ .

الغماز على اللماز فى الاحاديث المشتهره للسمهودى تحقيق
محمد اسحاق السلفى الرياض داراللواء الطبعة الاولى ۱۹۸۱ .

اسنى المطالب فى احاديث مختلفة المراتب للحوت باعتناء
خليل الميس بيروت دار الكتاب العربى البطعة الثانيه ۱۹۸۳ .

الشذره فى الاحاديث المشترة لابن طولون الصالحى تحقيق
كمال بن بسيونى ذغلول بيروت دار الكتب العلميه الطبعة
الاولى ۱۹۹۳ .

المنار المنيف فى الصحيح والضعيف لابن قيم الجوزيه تحقيق
عبد الفتاح ابو غده حلب مكتب المطبوعات الاسلامية
والكتاب ليس مرتبا على حروف المعجم ولكن له فهرس
الفبائى .

التذكرة فى الاحاديث المشتهرة او اللآلى المنثورة فى
الاحاديث المشهورة للزركشى تحقيق مصطفى عطا بيروت
دارالكتب العلميه الطبعة الاولى ۱۹۸۶
والكتاب ليس مرتبا على حروف المعجم ولكن له فهرس
الفبائى

(د)الكتب الحديثية المتعلقة بصفات الاسانيد او المتون

(۱) کتب الاحادیث المتواترہ

قطف الازهار المتناثره فى الاخبار المتواترة للسيوطى تحقيق

خليل الميس بيروت المكتب الاسلامى الطبعة الاولى ١٩٨٥ .

نظم المتناثر من الحديث المتواتر للكتانى بيروت دار الكتب العلمية الطبعة الاولى لقط اللالى المتناثرة فى الاحاديث المتواترة للزبيدى تحقيق محمد عبد القادر عطا بيروت دار الكتب العلميه الطبعة الاولى ١٩٨٥ .

(۲) کتب الاحادیث القدسیۃ

الاتحافات السنيه بالاحاديث القدسية للمناوى بيروت دار المعرفة .

الاتحافات السنيه فى الاحاديث القدسية لمحمد المدنى حيد رآباد الدكن دائرة المعارف العثمانية الطبعه الثانية .

مشكاة الانوار فى ما روى عن الله سبحانه وتعالى من الاخبار لابن عربى حلب المطبعه العلميه لمحمد راغب الطباخ .

الاحاديث القدسية الاربعينية لملا على القارى مبطوع مع مشكاة الانور حلب المطبعة العلميه لمحمد راغب الطباخ .

الاحاديث القدسية للجنة القرآن والحديث بلمجلس الاعلى لشئوون الاسلاميه بمصر بيروت دار الكتاب العربى ١٩٨٢ .

الصحيح المسند من الاحاديث القدسيه لمصطفى بن العدوى طنطاء دار الصحابة لتراث الطبعه الاولى ١٩٨٩ .

معجم الاحاديث القدسّه الصحيحة ومعها الاربعون القدسية اعداد كمال بن بسيونى الأبيانى القاهرة مكتبة النسة الطبعة الأولىٰ ١٩٩٢

(۳) كتب الاحاديث التى التزمت الصحة سوى الصحيحين والمستدركات والمستخرجات السابقه

صحيح ابن خزيمه تحقيق محمد مصطفى الاعظمى بيروت المكتب الاسلامى الطبعة الاولى ١٩٨٥ .

الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان لابن بلبان تحقیق شعیب الارنائووط بیروت موسة الرسالة الطبعة الاولی ۱۹۸٦ .

الالزامات والتتبع للدار قطنی تحقیق مقبل بن هادی الوادعی بیروت الکتب العلمیة الطبعة الثانیة ۱۹۸۵ .

الاحادیث المختاره ٠او المستخرج من الاحادیث المختارة مما لم یخرجه البخاری ومسلم فی صحیحهما) لضیاء الدین المقدسی تحقیق عبدالملک بن عبد الله بن دهیش مکة المکرمة مکتبة النهضة الحدیثة .

المنتقی من السنن المسندة لابن الجارود باکستان مطابع لاهور الطبعة الاولی ۱۹۸۳ .

(۴) کتب یغلب علی احادیثها الضعف اذا انفردت باخراجها سوی کتب التراجم

نوادر الاصول للحکیم الترمذی تحقیق عبد الرحمن عمیرة بیروت دار الجیل الطبعیة الاولی ۱۹۹۲ .

الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی تحقیق محمد السعید بن بسیونی زغلول بیروت درالکتب العلمیه ۱۹۸٦ .

مسند الشهاب القضاعی تحقیق حمدی السلفی بیروت موسسة الرسالة الطبعة الاولی ۱۹۸۵ .

(۵) کتب الاحادیث الموضوعۃ

الموضوعات لابن الجوزی تحقیق عبد الرحمن محمد عثمان بیروت دار الفکر البطعة الثانیه ۱۹۸۳ .

تنزیه الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعه الموضوعة لابن

عراق تحقیق عبد الوهاب عبد اللطيف بيروت در الكتب العلميه ۱۹۸۱.

الفوائد المجموعة فى الاحاديث الموضوعة للشوكانى تحقيق عبد الرحمن بن يحيى المعلمى اليمانى بيروت الطبعة الثانية.

اللالى المصنوعة فى الاحاديث الموضوعة للسيوطى بيروت دار المعرفة الطبعة الثانية الاسرار المرفوعة فى الاخبار الموضوعه لملا على القارى تحقيق محمد بن لطفى الصباغ بيروت المكتب الاسلامى الطبعة الثانيه.

الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة لعبد الحى اللكنوى تحقيق محمد السعيد بن بسيونى زغلول بيروت دار الكتب العلميه ۱۹۸۴.

المصنوع فى معرفة الحديث الموضوع لملا على القارى تحقيق عبد الفتاح ابو غده بيروت دار البشائر الاسلامية الطبعة الخامسة ۱۹۹۴.

تذكرة الموضوعات للمقدسى (ابن القيسرانى) تعليق السيد محمد امين القهرة المكتبة المحمودية الطبعة الثانية ۱۹۳۵.

تحذير الخواص من اكاذيب القصاص للسيوطى تحقيق محمد بن لطفى الصباغ بيروت الكتب الاسلامى الطبعة الثانية.

النخبه البهية فى الاحاديث المكذوبة على خير البريه لمحمد الامير الكبير تحقيق زهير الشاويش بيروت المكتب الاسلامى الطبعة الاولى ۱۹۸۸.

المغير على الاحاديث الموضوعة فى الجامع الصغير للغمارى بيروت دار الرائد العربى.

تحذير المسلمين من الاحاديث الموضوعة على سيد

المرسلين لمحمد بن بشير ظافر المالكى الأزهرى تحقيق فواز زمرلى بيروت در الكتاب العربى .

ذخيرة الحفاظ المخرج على الحروف والالفاظ الذخيره فى الاحاديث الضعيفة والموضوعة ترتيب احاديث الكامل فى تراجم الضعاء وعلل الحديث للمقدسى ابن القيسرانى تحقيق عبد الرحمن الفريوائى الرياض دار السلف الطبعه الاولى ۱۹۹۶ .

الجد الحثيث فى بيان ما ليس بحديث لاحمد بن عبد الكريم الغزى العمرى تحقيق فواز زمرلى بيروت دار ابن حزم الطبعة الاولى ۱۹۹۷ .

اللولو المرصوع فيما لا اصل له او باصله موضوع للقاوقجى تحقيق فواز زمرلى بيروت دارالبشائر الاسلامية الطبعه الاولى .

تذكرة الموضوعات للفتنى القاهره دار الطباعة المنيرية .

الاحاديث الموضوعة من الجامع الكبير والجامع الازهر جمع وترتيب عباس احمد صقر واحمد عبد الجواد بيروت دار الاشراق الطبعه الاولى ۱۹۸۸ .

جنة المرتاب بنقد المغنى عن الحفظ والكتاب لابى اسحاق الحونى الاثرى بيروت دار الكتاب العربى .

فضائل افريقية فى الاثر والأحاديث الموضوعة لمحمد العروسى المطوى بيروت دار الغرب الاسلامى .

(۲) كتب الاحاديث المسلسلة

المناهل السلسلة فى الاحاديث المسلسلة للايوبى تصحيح محمد الدفتر دار المدنى القاهره كتبة المقدسى مكتبة المقدسى .

التحفة المدنية فى المسلسلات الوترية لمحمد على بن السيد ظاهر الوترى المدنى مطبعة كريمية قزاندة .

(۷) کتب علل حدیث

علل الترمذی الکبیر ترتیب ابی طالب القاضی تحقیق حمزة دیب مصطفی عمان مکتبة الاقصی الطبعة الاولی ۱۹۸۶ .

علل الحدیث لابن ابی حاتم بیروت دار المعرفة ۱۹۸۵ .

العلل الواردة فی الاحادیث النبویة للدارقطنی تحقیق محفوظ الرحمن زین الله السلفی الریاض دار طیبة .

العلل ومعرفة الرجال لاحمد بن حنبل تحقیق وصی الله بن محمد عباس بیروت المکتب الاسلامی الطبعة الاولی ۱۹۸۳ .

العلل المتناهیة فی الاحادیث الواهیة لابن الجوزی ضبطه خلیل المیس بیروت دار الکتب علمیه البطعة الاولی ۱۹۸۳ .

العلل لابن المدینی تحقیق محمد مصطفی الاعظمی بیروت المکتب الاسلامی الطبعة الاولی ۱۹۸۰ .

بیان الوهم والایهام فی کتاب الاحکام لابن القطان الفاسی تحقیق الحسن آیت سعید الریاض دار طیبة الطبعة الاولی ۱۹۹۷ .

المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرعی المناوی لاحمد بن محمد بن الصدیق الغماری القاهرة دار الکتبی الطبعة الاولی ۱۹۹۶ .

(۸) کتب المراسیل

المراسیل لابی داود تحقیق شعیب الارناؤوط بیروت موسسه الرسالة الطبعیة الثانیة ۱۹۹۸ .

المراسیل الابن ابی حاتم الرازی بعنایة شکر الله قوجانی بیروت موسسة الرسالة الطبعة الثانیة ۱۹۸۲ .

(۹) کتب روایات الابناء عن الاباء

من روی عن ابیه عن جده لابن قطلوبغا تحقیق باسم الجواهر الکویت مکتبة المعلا الطبعة الاولی ۱۹۸۸ م.

فہارس الکتب

فهرس الاحاديث وآثار صحيح البخارى بيروت عالم الكتب .

فهارس صحيح مسلم وهو المجلد الخامس الملحق بالكتاب بيروت دار احياء التراث العربى .

فهارس(سنن)الدارمى بيروت دار الكتب العلمية .

فهارس شرح السنة وهو المجلد السادس عشر الملحق بالكتاب بيروت المكتب الاسلامى .

فهارس مشكوة المصابيح بيروت دار االفكر

فهارس سنن ابى داؤد بيروت دار الجيل

فهارس سنن النسائى بيروت دار الكتب العلمية

فهارس سنن ابن ماجه بيروت دار الكتب اعلمية

فهرس احاديث وآثار سنن الدارمى بيروت عالم الكتب

فهرس احاديث السنن الكبرى للبيهقى بيروت دارا لمعرفة

فهرس احاديث وآثار سنن الدار قطنى عالم الكتب

فهارس المصنفات

فهارس احاديث وآثار مصنف عبد الرزاق بيروت عالم الكتب

فهرس احاديث وآثار مصنف ابن ابى شيبة بيروت عالم الكتب

فهارس المجامع

معجم جامع الاصول بيروت دار الفكر .

المرشد الى كنز العمال بيروت موسسة الرسالة

مفتاح الوصول الى التاج الجامع للاصول بيروت دار احياء التراث العربى

فهارس الزوائد فهرس احاديث وآثار مجمع الزوائد بيروت عالم الكتب

فهرس احاديث موارد الظمان بيروت دار البشائر الاسلامية

فهرس احاديث المطالب العالية بيروت دار المعرفة

فهرس احاديث كشف الاستار عن زوائد البزار بيروت دار الكتب العلمية

فهرس مجمع البحرين فى زوائد المعجمين الرياض مكتبة الرشد

فهارس المستدركات .

فهرس المستدرك للحاكم بيروت عالم الكتب فهارس المستخرجات.

الابانة فى ترتيب احاديث وآثار مسند ابى عوانة الكويت مكتبه دار القصى فهارس كتب ذات موضوع عام فهارس الترغيب والترهيب بيروت دار احياء التراث العربى قرة عين السعد بترتيب اطراف الادب المفرد الكويت مكتبة المعلا

فهرس احاديث كتاب الزهد للامام احمد بيروت دار البشائر الاسلامية

فهرس احاديث وآثار كتاب الاموال لابى عبيد بيروت عالم الكتب

فهارس احاديث الاموال لحميد بن زنجويه والخراج ليحيى بن آدم القرشي والخراج لابى يوسف الرياض دار الهجرة .

فهارس احاديث وآثار كتاب السنه لابن ابى عاصم الرياض مكتبة الرشد فهرس احاديث الزهد لابن المبارك بيروت دار البشائر الاسلامية

فهرس احاديث نوادر الاصول للحكيم الترمذى بيروت دار البشائر الاسلامية

كنوز الباحثين التراجم والفهارس التفصيلية لكتاب رياض الصالحين بيروت دار الفكر المعاصر

فهارس شعب الايمان للبيهقى بيروت دار الكتب العلميه فهرس الاحديث التى رواها بن ابى الدنيا (اطراف احاديث ۳۹ كتابا) بيروت دار ابن حزم

فهارس زاد المعاد بيروت موسسة الرساله

فهارس كتب احاديث الاحكام

فهرس الاحاديث والاثار للمحلى الرياض دار الراية

تنوير اولى الابصار بترتيب نيل الاوطار بيروت دار الكتب العلمية

فهارس شرح معانى الاثار للطحاوى بيروت دار الجيل

فهارس كتب التخريج فهرس احاديث وآثار كتاب نصب الراية
بيروت عالم الكتب فهارس التلخيص الحبير ابيروت دار المعرفة

فهارس الدرايه فى تخريج احاديث الهداية بيروت دار المعرفة

اسعاف الملحين بترتيب احاديث احياء علوم الدين (وتخريجه)
بيروت دار البشائر الاسلامية

فتح الوهاب بتخريج احاديث الشهاب بيروت عالم الكتب

فهارس المسانيد

فهرس احاديث وآثار مسند احمد بيروت المكتب الاسلامى

فهرس احاديث مسند الحميدى بيروت دار البشائر الاسلامية

ترتيب اطراف احاديث مسند الطيالسى الكويت مكتبة دار الاقصى
فهارس مسند ابى يعلى الموصلى دمشق دار المومون للتراث

فهارس المعاجم

فهارس المعجم الاوسط للطبرانى الرياض مكتبة المعارف

فهارس المعجم الكبير للطبرانى بيروت دار احياء التراث العربى

فهارس كتب التزمت الصحة سوى الصحيحين والمستدركات
والمستخرجات السابقة

فهارس صحيح ابن خزيمه بيروت دار الكتب العلمية

فهرس الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان بيروت موسسة الرساله

فهارس كتب يغلب على احاديثها الضعف اذا انفردت باخراجها
سوى كتب التراجم

فهرس احاديث نوادر الاصول بيروت دار البشائر الاسلامية

فهرس الفردوس بماثور الخطاب بيروت دار الكتب العلميه

قبس الانوار وتذليل الصعاب فى ترتيب احاديث الشهاب حلب المطبعة العلمية

فهارس كتب الاحاديث الموضوعة

الدرر المجموعة بترتيب احاديث اللالى المصنوعة بيروت دار البشائر الاسلامية

فهارس احاديث الفوائد المجموعة فى احاديث تنزيه الشريعة المرفوعة بيروت دار البشائر الاسلامية

فهارس كتب علل الحديث

فهارس علل الحديث لابن ابى حاتم بيروت دار المعرفة

فهارس المراسيل

فهرس احاديث المراسيل لابى ذاؤد بيروت دار المعرفة

فهارس كتب التفاسير

فهرس احاديث تفسير البغوى بيروت دار البشائر الاسلامية

فهرس احاديث تفسير القرآن العظيم لابن كثير بيروت دار المعرفه

فهرس احاديث الدر المنثور فى التفسير بالماثور الرياض عالم الكتب

فهارس تفسير البحر المحيط لابى حيان بيروت دار الكتب العلمية

فهارس الجامع لاحكام القرآن بيروت دار احياء التراث العربى

فهارس التفسير الكبير للرازى بيروت دار الكتب العلمية

فهارس روح المعانى للالوسى بيروت دار الكتب العلميه

فهارس كتب الشروح

فهارس اتحاف السادة المتقين بيروت دار احياء التراث العربى

فهارس فتح البارى بيروت دار الكتب العلمية

فهارس الفتح الربانى بيروت دار الجبيل فهارس التمهيد لما فى الموطا من المعانى والاسانيد المغرب وازرة الاوقاف

فهارس الاستذكار بيروت دار قتيبة

فهارس كتب غريب الحديث

فهرس غريب الحديث لابى عبيد القاسم بن سلام بيروت دار البشائر الاسلامية

فهارس كتب التاريخ

فهارس تاريخ الطبرى بيروت دار الكتب العلمية

فهرس عام لكتاب البداية و النهاية بيروت مكتبة المعارف

مراجع لا بد منها فى المكتبة الحديثية

المعجم المفهرس لالفاظ الحديث الشريف لفنسك

مفتاح كنوز السنه لفنسك القاهرة لجنة ترجمة دائرة المعارف الاسلامية

مفتاح المعجم المفهرس لمامون صاغرجى بيروت دار الفكر المعاصر

تيسير المنفعة لمحمد فواد عبد الباقى بيروت دار الحديث

موسوعة اطراف الحديث النبوى الشريف لمحمد السعيد بن بسيونى زغلول بيروت دار الفكر

الرساله المستطرفة للكتانى بيروت دار البشائر الاسلامية

فهارس كتب الرجال غير المختصة بالضعفاء

فهرس الاحاديث والاثار لكتاب الكنى والاسماء للدولابى بيروت عالم الكتب

فهارس التاريخ الكبير للبخارى بيروت دار الكتب العلمية

فهار

فهرس احاديث حلية الاولياء بيروت دار الكتب العلميه

فهرس الاحاديث و آثار تاريخ جرجان الرياض جامعة الامام محمد بن سعود

فهارس كتاب الثقات لابن حبان بيروت موسسه الكتب الثقافية

فهارس مختصر تاريخ دمشق لابن منظور بيروت دار الفكر المعاصر

فهارس الطبقات الكبرى لابن سعد بيروت دار الكتب العلمية

فهارس تاريخ بغداد بيروت دار الكتب العلمية

فهارس ذيول تاريخ بغداد بيروت دار الكتب العلمية

فهارس كتب الرجال الضعفاء

بلوغ الامال فى ترتيب احاديث ميزان الاعتدال بيروت المكتب الاسلامى

فهرس كتاب المجروحين والضعفاء لابن حبان بيروت دار الجيل

معجم الكامل فى ضعفاء الرجال بيروت دار الفكر

تمت بعون الله سبحانه وتعالىٰ

اللهم تقبله وانفع به الناس

آمين بجاه سيد المرسلين ﷺ

آئینہ کتاب (حصہ دوم)

تمہید

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

بندہ ابو محمد محسن گلزار نعمانی عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ اس سے پہلے تخریج الحدیث سے متعلق مباحث گزری ہیں جن میں اکثر الفاظ اصطلاحات حدیث سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں عام مبتدی طلباء اچھی طرح سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں تو بندہ کو خیال ہوا کہ کتاب "آپ حدیث کیسے تلاش کریں؟" سے استفادہ اور اس کی فہم کے لئے اصطلاحات حدیث پر مشتمل حصہ دوم کو بطور ضمیمہ ملحق کر دیا جائے اگر طالب علم کو کسی حدیث کی اصطلاح کا ادراک نہ ہو سکے تو آنے والے صفحات پر مشتمل اصطلاحات حدیث کا مطالعہ کرنے سے مقصود حاصل ہو جائے گا۔ یہاں پر یہ بات قابل بیان ہے کہ اس کتاب میں محدثین کی اصطلاحات بیان کی گئیں ہیں جو اصول حدیث للفقہاء اور بالخصوص اصول حدیث للاحناف سے مختلف وجدا ہیں جن کا بیان بندہ تخصص فی علوم الحدیث النبوی الشریف کے تحت لکھے جانے والے مقالہ "الموازنۃ بین اصول الاحناف والمحدثین فی الحدیث" میں تفصیل سے ذکر کر چکا ہے اور عنقریب اس کے اردو ترجمہ بھی منظر عام پر آ جائے گا اور یہاں چونکہ محدثین کی ان اصطلاحات کا بیان مقصود تھا جن کا ذکر خاص حصہ اول میں گزرا ہے اس لئے یہاں چند تنبیہات کے ساتھ میں نے دکتور صبحی صالح کی کتاب علوم الحدیث سے اصطلاحات کے باب کا ترجمہ نقل کر دیا ہے اس کتاب کا ترجمہ پہلی دفعہ پاکستان میں پروفیسر غلام احمد حریری نے کیا تھا۔

یہ کتاب علوم حدیث میں محدثین کے مزاج وذوق کے مطابق اصطلاحات پر

معلومات کا اچھا ذخیرہ ہے امید ہے کہ اہل ذوق حضرات اس کی قدر کرینگے اور اپنی دعاؤں میں دکتور صبحی صالح پروفیسر احمد حریری اور بندہ کو ضرور یاد رکھیں گے اور حصہ اول ودوم میں جہاں بھی کسی خطاء ولغزش پر مطلع ہونگے از راہ کرم بندہ کو مطلع فرما کر دعا وشکریہ کا موقع فراہم کرینگے آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے دونوں اجزاء کو اپنے عباد کے لئے نفع بخش بنائے اور بندہ اور اس کے والدین واساتذہ کرام اور بالخصوص حضرت اقدس مولانا نور البشر صاحب دامت برکاتہم (رئیس شعبہ تخصص فی علوم الحدیث النبوی الشریف جامعہ فاروقیہ کراچی) فضیلۃ الاستاذ مولانا ساجد احمد الصدوی حفظہ اللہ ورعاہ (استاذ شعبہ تخصص فی علوم الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی) حضرت اقدس مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ العالی اور حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کے لئے صدقہ جاریہ اور ذخیرہ آخرت بنائے کہ انہی حضرات کی توجہات اور شفقتوں نے مجھے اس قابل بنایا ہے کہ میں یہ حقیر سی کاوش امت کے ان غیور طلباء وعلماء کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جو حفاظت حدیث واشاعت حدیث اور الفت حدیث کے جذبات سے سرشار ہیں۔

اللھم تقبلہ بجاہ النبی الامی الکریم (امین)

کتبہ العبد ابو محمد محسن گلزار نعمانی (قصور) عفی اللہ عنہ وعافاہ

واستاذ مدرسہ عربیہ قادریہ عیدگاہ تلمبہ

مدرسۃ الحسنین رئیس آباد تلمبہ خانیوال

یوم الاثنین ۲/۳/۱۴۳۱ھ بمطابق ۸/۳/۲۰۱۰ء

اصطلاحات
حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل اول

اقسام حدیث:

حدیث کی دو قسمیں ہیں

(۱) مقبول: صحیح حدیث کو مقبول کہتے ہیں (۲) مردود: ضعیف حدیث کو مردود کہا جاتا ہے۔

یہ حدیث کی طبعی تقسیم ہے، جس کے تحت بہت سی قسمیں داخل ہیں اور جن کے درجات میں صحت وضعف احوال رواۃ اور متون حدیث کے اعتبار سے بہت زیادہ فرق مدارج پایا جاتا ہے۔

مگر محدثین نے حدیث کی ایک ثلاثی (سہ گانہ) تقسیم بھی کی ہے جس کو وہ تقسیم سابق کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے کوئی حدیث ایسی نہیں جو ان تین عظیم اقسام میں شامل نہ ہو۔ وہ تین قسمیں یہ ہیں:

(۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف[1]

ظاہر ہے کہ حدیث حسن پہلے قول کے مطابق سابق الذکر دونوں قسموں (صحیح و ضعیف) میں سے ایک میں ضرور شامل ہوگی۔ چنانچہ امام بخاری ومسلم[2] اور محدث ذہبی

(۱) التدریب ص ۱۳، نیز توضیح الافکار ۱ص ۷ (۲) امام ذہبی اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ امام بخاری ومسلم نے جن راویوں سے حدیثیں روایت کی ہیں ان میں کم درجے کے راوی تو ہو سکتے ہیں مگر ان میں کوئی راوی متہم بالکذب نہیں ہے۔ مگر کم درجہ راوی ہونے کی صورت میں بخاری ومسلم نے یہ شرط عائد کی ہے کہ اس کی تائید ایسی حدیث سے ہونی ضروری ہے جو بالکل صحیح ہو۔ چنانچہ ان دونوں کتب میں صرف احادیث صحیحہ ہی پائی جاتی ہیں۔ اس لئے جن احادیث پر صفت حسن کا غلبہ ہے ان کو بھی احادیث صحیحہ میں شمار کرنا چاہیے۔

حسن کو حدیث صحیح کی ایک قسم قرار دیتے ہیں بخلاف ازیں امام احمد بن حنبل حسن کو ایسی ضعیف حدیث تصور کرتے ہیں جس پر عمل کرنا جائز ہوتا ہے(۱)۔

بلکہ وہ قیاس کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہوتی ہے دوسری رائے کے مطابق حدیث حسن حدیث کی ایک جداگانہ مستقل قسم ہے وہ صحیح سے کم درجہ اور ضعیف سے افضل ہوتی ہے۔

موضوع

موضوع وہ حدیث ہے جو خود گھڑ کر آنحضور ﷺ یا صحابہ کرام کی طرف منسوب کر دی جائے ہم نے موضوع کو حدیث کی قسموں میں اس لئے شمار نہیں کیا کہ موضوع نفس الامر اور واقع میں حدیث نہیں ہوتی البتہ اس کا واضع اس کو حدیث کے حکم میں شامل کرتا ہے (۲)۔ موضوع روایت کے بارے میں جب ثابت کر دیا جائے کہ وہ موضوع ہے تو اسے حدیث نہیں کہہ سکتے البتہ اثبات وضع سے پہلے بحث و تحقیق کے نتیجہ کے انتظار میں اس کو موضوع کہہ سکتے ہیں۔ بعد از تحقیق یا تو اس میں ضعف ثابت ہو جائے گا تو اس کو ضعیف حدیث کہیں گے اور ضعف کا سبب بیان کر دیا جائے گا یا اس کا موضوع ہونا واضح ہو جائے گا اور اس صورت میں وہ حدیث نہیں رہے گی۔ جب حدیث موضوع کا لفظ پڑھا یا سنا جائے تو اس میں حدیث کا لفظ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی نقل و روایت حرام ہے۔

پھر ان اقسام ثلاثہ (صحیح، حسن، ضعیف) کے تحت حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں۔

ان میں کچھ تو خالص صحیح، حسن یا ضعیف ہیں اور بعض صحیح و حسن میں مشترک ہیں اور بعض وہ ہیں جو مساوی طور پر تینوں میں مشترک ہیں پھر حدیث کی ان خالص یا مشترک

---

(۱) اس لئے کہ محدثین نے ضعیف حدیث کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔ ا۔۔۔۔۔۔وہ ضعیف حدیث جو متروک العمل ہوتی ہے اور اس کا راوی متہم بالکذب اور کثیر الغلط ہوتا ہے۔ ۲۔۔۔۔۔۔وہ ضعیف حدیث جو متروک العمل نہیں ہوتی اس کو حسن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا راوی متہم بالکذب اور کثیر الغلط نہیں بلکہ صرف حفظ و ضبط میں کمزور ہوتا ہے۔

(۲) امام سیوطی فرماتے ہیں ہم نے موضوع کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ اصطلاحاً حدیث نہیں ہوتی البتہ واضع اس کے حدیث ہونے کا مدعی ہوتا ہے (التدریب ص ۱۴۲) اس سے ہمارے سابق الذکر قول کی تائید ہوتی ہے کہ موضوع حدیث نہیں ہوتی۔

اقسام کے لئے بہت سی اصطلاحات وضع کی گئی ہیں ان جداگانہ اصطلاحات کو علوم بھی کہتے ہیں اور انواع بھی، علمائے حدیث اس امر میں متفق ہیں کہ اقسام خارج از حصر و عدد ہیں (۱)۔

امام حازمی فرماتے ہیں۔ (۲)

علم حدیث کی قسمیں سو (۱۰۰) تک پہنچتی ہیں ہر نوع ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے، اگر طالب علم اپنی پوری عمر بھی اس نوع میں کھپا دیتو اس کی انتہا کو نہیں پا سکتا۔ (۳)

محدث ابن الصلاح نے اپنی کتاب علوم حدیث میں علم حدیث کی ۶۵ اقسام کا ذکر کیا ہے اور تحریر کیا ہے کہ یہ آخری حد نہیں ہے بلکہ اس کی لاتعداد قسمیں ہو سکتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ راویان حدیث اور مرویات کے احوال وصفات کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ (۴)

حافظ ابن کثیر نے کتاب علوم حدیث کا جو اختصار لکھا ہے اس میں تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن اقسام کا ذکر ابن الصلاح نے کیا ہے وہ ایک دوسری میں مدغم ہو سکتی ہیں اس لئے اقسام حدیث کا یہ پھیلاؤ درست نہیں انہوں نے اپنے نکتۂ خیال کے مطابق انواع حدیث کو از سر نو مرتب کیا ہے۔ (۵)

آگے چل کر ہم ابن کثیر کی ترتیب جدید پر نقد و تبصرہ کریں گے، ہماری کتاب کا ماخذ بڑی حد تک اگرچہ ابن کثیر ہی کی کتاب ہے، تاہم ہم نے ہر جگہ ان سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اختلاف بھی کیا ہے۔ ہمارے خیال میں علامہ جمال الدین قاسمی (۶) نے ''قواعد التحدیث'' میں احادیث کی جو تقسیم کی ہے وہ عقل و منطق سے قریب تر ہے۔ علامہ مذکور نے حدیث کے ایسے القاب کا ذکر کیا ہے جس میں صحیح و حسن سب شامل ہیں (۷)۔ حدیث کی بعض قسمیں وہ ہیں جن میں صحیح، حسن اور ضعیف سب شریک ہیں (۸) بعض قسمیں ضعیف کے ساتھ خاص

---

(۱) التدریب ص۹ (۲) ابوبکر محمد بن موسیٰ بن حازم ہمدانی بہت بڑے امام حافظ حدیث اور ماہر انساب تھے آپ نے بغداد میں ۸۸۴ھ میں وفات پائی، آپ کثیر التصانیف تھے، آپ کی کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الآثار مشہور ہے آپ کی ایک تصنیف العجالۃ بھی ہے۔ (۳) التدریب ص۹ (۴) اختصار علوم الحدیث ص۱۹، ۲۰۔ (۵) حوالہ مذکور (۶) شام کے مشہور علامہ جمال الدین قاسمی صاحب تصانیف تھے آپ نے ۱۳۳۲ھ میں وفات پائی۔ (۷) قواعد التحدیث ص۸۸ (۸) کتاب مذکور ص۱۰۴

ہیں چونکہ یہ تقسیم ہمیں پسند ہے اس لئے ہماری یہ تصنیف بڑی حد تک ''قواعد التحدیث'' سے متاثر نظر آتی ہے مگر قاری کو اس حقیقت سے باخبر رہنا چاہیے کہ ہم نے اپنی اصطلاحات وتقسیمات میں ہر جگہ علامہ شام جمال الدین قاسمی کے ساتھ اتفاق ہی نہیں بلکہ اختلاف بھی کیا ہے اور متقدمین تو کہہ چکے ہیں کہ ''لا مشاحه فی الاصطلاح'' (نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی)۔

چنانچہ ہم نے اس ضمن میں اللہ تعالی سے دعا کی کہ وہ ہمیں نہایت روشن عبارت میں اصطلاحات حدیث پیش کرنے کی توفیق بخشے اس تقسیم میں نہ تو کوئی التباس باقی رہے اور نہ ہی حدیث کی بعض قسمیں دیگر اقسام میں مدغم ومتداخل ہوں ۔ہم صرف اہم مباحث ومسائل کے ذکر وبیان پر اکتفاء کریں گے اور بے فائدہ مباحث اور جدل ونزاع میں الجھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

فصل دوم (۱)

(۱) حدیث صحیح:

حدیث صحیح کی تعریف یہ ہے:

الحدیث المسند الذی یتصل اسنادہ بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط حتی ینتھی الی رسول اللہ ﷺ او الی منتھاہ من صحابی او من دونہ ولا یکون شاذا ولا معللا.

صحیح اس مسند حدیث کو کہتے ہیں جو صاحب العدالت اور ضابط راوی دوسرے عدل اور ضابط راوی سے روایت کرے یہاں تک کہ وہ نبی ﷺ یا صحابی و تابع تک پہنچ جائے اور وہ معلل اور شاذ بھی نہ ہو۔

مذکورہ صدر تعریف میں چند امور قابل غور ہیں۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ صحیح حدیث مسند ہوتی ہے مسند (۲) وہ حدیث ہوتی ہے جو اپنے راوی سے لے کر آخر تک مربوط متصل ہو (اور اس میں کوئی کڑی ٹوٹی ہوئی نہ ہو) مسند کو موصول اور متصل بھی کہتے ہیں بنا

بریں حدیث مرسل جس میں صحابی کا نام مذکور نہ ہو متصل نہ ہوگی اس لئے وہ مذہب راجح کے مطابق ضعیف ہوگی، صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ اس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہو گیا ہوتا ہے یا اس کی سند میں کسی مبہم شخص کا ذکر کیا جاتا ہے اور ابہام و سقوط میں چنداں فرق نہیں ہے۔ علی ہذا القیاس حدیث مفصل جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوتے ہیں

(۱) اختصار علوم الحدیث ۲۱۔ (۲) بعض اوقات محدثین کرام مسند و متصل میں فرق بھی کرتے ہیں، وہ فرق یہ ہے کہ مسند لازماً حدیث مرفوع ہوتی ہے جو ذات نبوی تک پہنچ کر ختم ہوتی ہے، بخلاف ازیں متصل وہ حدیث ہے جس کی تمام کڑیاں ملی ہوئی ہوں، یعنی ہر راوی نے اپنے اوپر والے راوی سے سنا ہو، خواہ وہ حدیث مرفوع ہو یا موقوف ہو اور صرف صحابی تک پہنچی ہو یا مقطوع ہو اور تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہو۔ (التدریب ص ۶۰)

صحیح حدیث نہ ہوگی۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ صحیح حدیث شاذ نہیں ہوتی شاذ اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو جیسا کہ آگے چل کر ہم شذوذ کی بحث میں بیان کریں گے

(۳) حدث صحیح معلل بھی نہیں ہوتی۔ معلل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کوئی ایسی علت قادحہ پائی جاتی ہو جس سے حدث کی صحت مخدوش ہو جاتی ہو اگرچہ بظاہر اس میں کوئی عیب نظر نہ آتا ہو۔

(۴) حدیث صحیح کی سند کے تمام راوی صاحب العدالت والضبط ہوتے ہیں، اگر کسی ایک میں بھی ضبط وعدالت کا وصف مفقود ہو تو وہ حدیث صحیح نہیں رہتی۔ ہم فصل ''شروط الراوی'' میں بیان کر چکے ہیں کہ ضبط وعدالت سے کیا مراد ہے۔

صحیح کی دو قسمیں:

(۱) صحیح لذاتہ:۔ جو نہایت اعلی درجہ کی صفات قبول کو شامل ہو۔

(۲) صحیح لغیرہ:۔ وہ حدیث ہے جس میں اعلی صفات تو موجود نہ ہوں البتہ کسی اور وصف کی بنا پر اس کو صحیح قرار دیا جائے مثلاً حدیث حسن جب متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ حسن کے درجہ سے ترقی کر کے حدیث صحیح کے درجہ پر فائز ہو جاتی ہے(۱)۔ جس طرح حدیث حسن کو مسند و متصل کہتے ہیں اسی طرح اسے متواتر واحاد اور مشہور وغریب (۲) بھی کہا جاتا ہے، ہم دیکھیں گے کہ حدیث کے بہت سے اوصاف ایسے بھی ہیں جن میں صحیح اور حسن دونوں شریک ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ اصطلاحات ایسی بھی ہیں جو صحیح حسن اور ضعیف تینوں قسموں کو شامل ہیں۔

حدیث متواتر

متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک ایسی جماعت روایت کرتی ہو جس کا جھوٹ

---

(۱) قواعد التحدیث ص ۵۶۔ (۲) اختصار علوم الحدیث ص ۲۱۔

پر متفق ہونا عقلا وعادۃ محال ہو اور وہ جماعت جس دوسری جماعت سے روایت کرتی ہو وہ بھی اسی طرح کی ہو اور یہ وصف سند کے آغاز وسط اور آخر میں موجود رہے[1]۔

متواتر کی تعریف میں یہ قید کہ "عقل ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کو محال سمجھتی ہو" ہم نے اس لئے عائد کی ہے کہ ان متعارض ومتخالف نظریات سے بچ سکیں جو اس جماعت کی عددی تعیین کے بارے میں بلا برہان ودلیل پیش کیے گئے ہیں۔ مثلاً بعض علماء نے آیت قرآنی "لولا جاء وا علیه باربعة شهداء"[2] سے جو زنا کی شہادت کے بارے میں وارد ہوئی ہے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ کم از کم چار راویوں کی روایت کو متواتر کہتے ہیں۔ بعض علماء نے آیت لعان[3] کے پیش نظر پانچ راویوں کو کافی قرار دیا بعض نے دس کو کافی سمجھا اس لئے کہ دس سے کم پر جمع کا اطلاق نہیں کیا جاتا بلکہ ان کو احاد کہتے ہیں۔ بعض نے آیت قرآنی "وبعثنا منهم اثنی عشر نقیبًا"[4] سے استدلال کرتے ہوئے بارہ (۱۲) کی تعداد مقرر کی۔ بعض نے متواتر کے راویوں کی کم از کم تعداد بیس (۲۰) مقرر کی، اور دلیل میں یہ آیت پیش کی "ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین"[5] بعض نے چالیس (۴۰) کہا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی "یایها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المومنین"[6] جب یہ آیت کریمہ اتری تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی بناء پر مسلمانوں کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تھی۔ بعض ستر کہتے ہیں اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں، "واختار موسی قومه سبعین رجلا لمیقاتنا"[7] بعض نے تین سو تیرہ مرد اور دو عورتیں کہا اور دلیل یہ دی کہ اصحاب بدر کی تعداد یہ تھی۔ مذکورہ صدر دلائل اگرچہ قرآن سے ماخوذ ومستنبط ہیں، مگر ان میں سے کوئی

---

(۱) شرح نخبہ ص ۳ (۲) سورہ نور ص ۱۳ (۳) یہ آیت سورہ نور میں ہے فرمایا والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقین، والخامسة ان لعنة الله علیه ان کان من الکاذبین، ویدرؤا عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الکاذبین والخامسة ان غضب الله علیها ان کان من الصادقین (آیت ۶ تا ۹) (۴) سورۃ مائدہ آیت ۱۱۔ (۵) سورۃ الانفال آیت ۶۵۔ (۶) سورۃ الانفال آیت ۶۴ (۷) سورۃ الاعراف آیت ۱۵۵

بھی اپنے مقصد پر صراحۃ دلالت نہیں کرتا۔ اس لیے کہ ان تمام آیات میں جس گنتی کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق ایک خاص واقعہ کے ساتھ ہے۔ اس لیے حدیث متواتر کی تعریف میں قول راجح یہ ہے کہ جماعت کی تعداد متعین کرنے کے بجائے یہ کہا جائے کہ عقل ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کو محال تصور کرتی ہو، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

صحیح قول کے مطابق عدد متعین کرنے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ (۱)

حدیث متواتر کی دو قسمیں ہیں

(۱) متواتر لفظی (۲) متواتر معنوی۔

متواتر لفظی: ۔ متواتر لفظی وہ حدیث ہے جس کو مذکورہ جماعت سند کے اول، وسط، اور آخر میں ایک ہی قسم کے الفاظ کے ساتھ روایت کرتی ہو، جیسا کہ محدث ابن صلاح فرماتے ہیں: متواتر لفظی نادر الوجود بلکہ معدوم ہے۔ اس کی مثال طلب وتلاش پر بھی کہیں نہیں مل سکتی۔ (۲)

اکثر علماء کا خیال ہے کہ اگر متواتر میں لفظی مطابقت ومماثلت کی شرط لگائی جائے تو قرآن کریم کے سوا اس کی مثال کوئی دوسری نہیں مل سکتی۔ بخلاف ازیں بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ بہت سی حدیثیں متواتر لفظی ہیں مثلاً مندرجہ ذیل احادیث نبویہ:

(۱) وہ حدیث جس میں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) حدیث نبوی من کذب علی متعمدا ......الخ

(۳) حدیث نبوی من بنی للہ مسجدا ....الخ

(۴) وہ حدیث جس میں آپ کی شفاعت کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) وہ حدیث جس میں کھجور کے اس تنے کے رونے کا ذکر کیا گیا ہے جس کے ساتھ سہارا لگا کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

---

(۱) شرح نخبہ صفحہ ۳ (۲) مگر ابن الصلاح حدیث من کذب علی متعمدا کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ۶۲ صحابہ سے مروی ہے (تدریب ص ۱۹۰)۔

(۶) موزوں پر مسح کی حدیث۔

(۷) واقعہ معراج۔

(۸) وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ آپ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے لگا اور سب لشکر سیراب ہو گیا

(۹) قتادہ کی آنکھ واپس دلانا۔

(۱۰) تھوڑے سے کھانے سے سب لشکر کو سیر کرنا۔[۱]

امام جلال الدین سیوطی[۲] نے اپنی کتاب "الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ"[۳] اور قاضی عیاض نے "الشفاء" میں اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ کچھ یوں نظر آتا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا رجحان ومیلان بھی اسی جانب ہے۔ چنانچہ شرح نخبہ میں فرماتے ہیں:

> جس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ متواتر احادیث بکثرت موجود ہیں یہ بات ہے کہ جو مشہور ومعروف کتب حدیث عام طور سے شرق وغرب میں لوگوں کے ہاتھوں میں متداول ہیں اور جن کی نسبت ان کے جامعین کی جانب بالکل قطعی ہے، جب یہ کتب کسی حدیث کے روایت کرنے میں متفق ومتحد ہوں۔ اس حدیث کے طرق واسانید بھی اس قدر متعدد ہوں کہ عقل عادۃ ان کے کذب پر جمع ہونے کو محال سمجھتی ہو تو ایسی حدیث یقینی علم کا فائدہ دے گی اور اس کی نسبت اس کے قائل کی جانب صحیح ہو گی[۴]۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ حدیث من کذب علی متعمدا کو چالیس سے زائد صحابہ نے روایت کیا ہے ان میں عشرہ مبشرہ بھی

(۱) التدریب ص ۱۹۰۔ (۲) علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ صاحب تصانیف کثیرہ، آپ نے حدیث وتفسیر اور لغت پر کتابیں لکھیں، حدیث میں الفیہ اور تدریب الراوی مشہور کتابیں ہیں۔ (۳) التدریب ص ۱۹۰۔ (۴) شرح نخبہ ص ۴، ۵۔

شامل ہیں(۱)۔

متواتر معنوی

متواتر معنوی میں حدیث کے الفاظ کا یکساں ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ مفہوم متحد ہونا چاہیے۔ اگر چہ روایات کے الفاظ مختلف ہوں۔ متواتر معنوی کی راوی بھی ایسی جماعت ہوتی ہے جس کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہو۔ متواتر معنوی احادیث بکثرت موجود ہیں، اور کسی کو اس سے مجال انکار نہیں، مثلاً

دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی حدیث رفع الیدین فی الدعا کے بارے میں تقریباً یک صد احادیث وارد ہوئی ہیں، اگر چہ ان کے مواقع مختلف ہیں۔ امام سیوطی نے ان احادیث کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، یہ درست ہے کہ ان میں سے جو حدیث کسی موقع پر وارد ہوئی ہے وہ موقع بذات خود متواتر نہیں مگر ان کا قدر مشترک یعنی رفع الیدین فی الدعا مجموعی اعتبار سے متواتر ہے(۲)۔

بعض محدثین کا خیال ہے کہ جن احادیث سے علماء نے متواتر لفظی کے وجود پر استدلال کیا ہے دراصل وہ متواتر معنوی ہیں البتہ ان کے معنی ومفہوم کی شہرت نے لفظی اختلاف کو مٹا دیا اور علماء ان کو متواتر لفظی سمجھنے لگے۔

بعض علماء حدیث اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ متواتر معنوی ابتدائی دور میں خبر

---

(۱) عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان حضرت علی سعد بن ابی وقاص سعید بن زید طلحہ بن عبید اللہ زبیر بن عوام عبد الرحمٰن بن عوف ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہم۔ بعض علما کا قول ہے کہ اس حدیث کو سو سے زائد راویوں نے روایت کیا ہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں "اس کو دو صد اشخاص نے روایت کیا ہے" حافظ عراقی کہتے ہیں یہ سب روایت متحد الالفاظ نہیں ہیں، البتہ یہ جھوٹ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں، البتہ صرف ان الفاظ کی روایت کرنے والے ستر سے زائد صحابہ ہیں ان میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ امام سیوطی نے تدریب میں ان کے نام ذکر کئے ہیں (تدریب ص۱۹۰) (۲) التدریب ص ۱۹۱۔

واحد[1] ہو۔ پھر آگے چل کر اس کو شہرت حاصل ہو جائے۔ نظر بریں وہ حدیث "انما الاعمال بالنیات" کو متواتر معنوی قرار دیتے ہیں، حالانکہ اس کے راوی صرف حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں ان سے صرف علقمہ نے روایت کی، اور علقمہ سے روایات کرنے والے صرف محمد بن ابراہیم تیمی تھے اور ان سے صرف یحییٰ انصاری نے روایت کی۔ البتہ یحییٰ سے روایت کرنے والے بہت لوگ تھے اور اس طرح یحییٰ کے زمانہ میں اس حدیث کو شہرت نصیب ہوئی۔[2]

محدثین متواتر کا ذکر اس کا جداگانہ نام لے کر نہیں کرتے، بلکہ اس ضمن میں فقہاء اور علمائے اصول کی پیروی کرتے ہیں اس لئے کہ تواتر کا اسناد کے مباحث کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ اسناد کے علم میں حدیث کی صحت وضعف سے اس لئے بحث کی جاتی ہے کہ بصورت صحت اس پر عمل کیا جائے اور ضعیف ہونے کی حالت میں اس پر عمل نہ کیا جائے۔ لیکن متواتر کے رواۃ ورجال سے نقد وجرح نہیں کی جاتی بلکہ جدل ونزاع کے بغیر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔[3]

(۱) خبر واحد اصطلاحاً وہ حدیث ہے جو شروط تواتر حامل نہ ہو، اگر اس کا راوی صرف ایک ہو تو اس کو غریب کہتے ہیں، دو راوی ہوں تو وہ حدیث عزیز کہلاتی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو اس کو مشہور کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد کا راوی ہمیشہ ایک ہی نہیں ہوتا، شرح نخبۃ ص ۶۔

(۲) التدریب ص ۱۸۹ نیز توضیح الافکار ج ا ص ۲۴۔ (۳) شرح نخبہ ص ۴

خبر واحد سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے

فقہاء ومحدثین احناف کا نقطہ نظر اس موضوع میں کیا ہے ؟اس کے جواب کے لئے دیکھیں مقدمہ فتح الملهم للشيخ شبير احمد العثمانی کشف الاسرار للبخاری ،قواعد فی علوم الحدیث للشیخ ظفر احمد التھانوی.
ازابومحمد محسن گلزار نعمانی۔

اس امر میں محدثین کے یہاں سرے سے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ متواتر لفظی ہو یا معنوی دونوں سے قطعی علم حاصل ہوتا ہے متنازع فیہ یہ بات ہے کہ آیا صحیح خبر واحد سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے یا یقینی ؟ امام نووی تقاریب میں کہتے ہیں کہ خبر واحد ظنی الثبوت ہوتی ہے اس لئے اس سے علم بھی ظنی حاصل ہوتا ہے اکثر محدثین کا خیال ہے کہ خبر واحد اگر بخاری ومسلم کی روایت کردہ ہو تو اس سے قطعی علم حاصل ہوتا ہے بعض علماء نے اس پر خیال کا اظہار کیا ہے کہ خبر واحد اگر صحیح ہو تو خواہ اسے شیخین (بخاری ومسلم) نے روایت کیا ہو یا دیگر محدثین نے وہ حدیث متواتر کی طرح یقینی علم کا فائدہ دیتی ہے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں:

"ایک صاحب العدالت راوی جب دیگر اصحاب عدالت سے روایت کرتا ہو تو ایسی حدیث واجب العلم والعمل ہوتی ہے۔"

امام ابن حزم کی رائے لائق اتباع ہے اس لئے کہ صرف بخاری ومسلم کی احادیث کو افادہ یقین کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی دلیل نہیں جب دیگر کتب حدیث میں واردہ شدہ روایات کی صحت ثابت ہو جائے تو ان کا درجہ وحکم بھی وہی ہونا چاہیے جو بخاری ومسلم کی احادیث کا ہے لیکن بخاری ومسلم کو مسلمانوں کے دلوں میں جو قدر ومنزلت حاصل ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسری کتب کی احادیث صحیحہ کا مقام ومرتبہ گھٹا دیا جائے اسی طرح یہ بات بھی عقل ومنطق کے خلاف ہے کہ جب احادیث

احاد کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر بھی ان سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ اثبات صحت کے لئے جو شرائط مقرر ہیں ان کے پائے جانے سے ظن کے جملہ امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور وہ حدیث یقینی علم کی موجب ہوتی ہے۔ (۱)

غریب

جب صرف ایک ہی ثقہ راوی کوئی روایت بیان کرے تو اس کی روایت کردہ حدیث صحیح کو غریب کہتے ہیں اس کی غرابت کبھی حدیث کے متن میں ہوتی ہے اور کبھی سند میں۔ (۲)

حدیث مشہور

جب رُواۃ حدیث کی ایک جماعت ثقہ راوی سے روایت کرنے میں شریک ہو تو ان کی روایت کردہ حدیث کو مشہور کہتے ہیں۔ (۳)

یہ عجیب بات ہے کہ بعض محدثین نے یہ شرط ٹھہرائی ہے کہ حدیث صحیح عزیز ہو (۴) امام حاکم نے علوم الحدیث میں اس جانب اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں:

> حدیث صحیح کی تعریف یہ ہے کہ اس کو روایت کرنے والا گمنام نہ ہو جس کی صورت یہ ہے کہ دو تابعی اس سے روایت کرتے ہوں بعد ازاں رواۃ حدیث عام طور سے اس کو دور حاضر تک روایت کرتے چلے آئے ہوں جس طرح گواہ کے حق میں شہادت دینے سے اس کی تائید و توثیق ہو جاتی ہے۔ (۵)

ظاہر ہے کہ اس مخصوص اصطلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ راوی حدیث کی تعدیل اور گواہ کی صفائی پیش کرنے کے مابین بہت فرق و امتیاز پایا جاتا ہے۔

---

(۱) الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۱۹، ۱۳۷) نیز اغاثۃ اللفان لابن القیم ص ۱۶۰ مطبع میں یہ قاہرہ۔ ۲ باعث الحثیث ص ۳۹ (۲) حدیث غریب کا بیان آگے آرہا ہے۔ (۳) ہم آگے چل کر حدیث مشہور کے سلسلہ میں مزید تفصیلات بیان کریں گے (۴) عزیز اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو کم از کم دو راوی دو راویوں سے بیان کرتے ہوں ایسی حدیث کو یا تو نادر الوجود ہونے کی وجہ سے عزیز کہتے ہیں یا اس لئے کہ ایک کے بجائے دو راوی ہونے کی بناء پر وہ عزیز یعنی قوی تر ہو جاتی ہے (شرح نخبہ ص ۵) (۵) معرفہ علوم الحدیث ص ۶۲ نیز شرح نخبہ ص ۵

امام بخاری اولین محدث تھے جنہوں نے مرسل، منقطع اور بلاغات کے بغیر ''خالص احادیث صحیحہ'' کی جمع وتالیف کا بیڑا اٹھایا انہوں نے صحیح بخاری میں جو تعلیقات درج کی ہیں وہ مقصود بالذات نہیں بلکہ ان کو صرف استشہاد اور دوسری احادیث کی تائید وتوثیق کے لئے لایا گیا ہے اس لئے تعلیقات کو بخاری میں شامل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بخاری شریف خالص احادیث صحیحہ پر مشتمل نہیں ہے۔ (۱)

امام مالک کو احادیث صحیحہ کے اولین جامع ومؤلف نہیں کہہ سکتے س لئے کہ انہوں نے محض احادیث صحیحہ کی جمع وتالیف کا اہتمام نہیں کیا بلکہ اپنی کتاب میں مرسل مقطوع روایات اور بلاغات کو بھی جمع کر دیا ہے، امام بخاری کے بعد آپ کے شاگرد عزیز امام مسلم نے آپ کی پیروی میں احادیث صحیحہ (۲) کی جمع وتالیف کا بیڑا اٹھایا پھر اس کے بعد عام طور سے تدوین حدیث کا سلسلہ شروع ہو گیا، جیسا کہ آگے چل کر ہم فصل ''اہم کتب الروایۃ'' میں اس کی تفصیلات بیان کریں گے۔

یاد رہے کہ جن احادیث کو صحیح کہا جاتا ہے ان کا مرتبہ صحت میں یکساں نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں جن کتب میں احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے اس کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان میں مندرج احادیث صحت میں مساوی الدرجہ ہیں بخلاف ازیں محدثین کے نزدیک بعض حدیثیں ''صحیح'' اور بعض ''اصح'' (صحیح تر) ہوتی ہیں، اسی طرح بعض حدیثیں ''ضعیف'' اور بعض ''اضعف'' (ضعیف تر) ہوتی ہیں۔

محدثین کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ جس طرح صحت کے مقتضی اوصاف میں قوت وضعف کے اعتبار سے درجہ بندی ہوتی ہے اسی طرح حدیث صحیح کے درجات بھی ان اوصاف کے اعتبار سے مختلف ومتنوع ہوتے ہیں۔ (۳)

درجات کے اسی تفاوت کے پیش نظر امام نووی نے حدیث صحیح کو سات قسموں میں منقسم کیا ہے۔

(۱) وہ متفق علیہ حدیث جو بخاری ومسلم دونوں میں موجود ہو۔

---

(۱) التدریب ص ۲۴، ۲۵۔ (۲) التدریب ص ۲۵ (۳) شرح نخبۃ ص ۹

(۲) جو حدیث صرف بخاری میں ہو۔

(۳) جو صرف مسلم نے روایت کی ہو۔

(۴) جو حدیث بخاری و مسلم میں نہ ہو مگر کسی محدث نے اس حدیث کو ان دونوں کی شرط کے مطابق روایت کیا ہو۔

(۵) جو حدیث صرف بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔

(۶) جو حدیث صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔

(۷) وہ حدیث جس کو بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر آئمہ حدیث نے صحیح قرار دیا ہو۔[1]

حدیث صحیح کے درجات و مراتب میں تفاوت کی ایک وجہ وہ بلاد و امصار بھی ہیں جہاں کے راویوں نے وہ حدیثیں روایت کیں۔ چنانچہ اکثر علماء بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کی روایات سب سے زیادہ صحیح ہوتی ہیں اس لئے کہ مدینہ طیبہ حدیث و سنت کا گھر تھا۔

امام ابن تیمیہ[2] فرماتے ہیں:

''محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح ترین احادیث وہ ہیں جن کو اہل مدینہ نے روایت کیا اس کے بعد اہل بصرہ کا درجہ ہے پھر اہل شام کا''۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

''صحیح ترین احادیث وہ ہیں جن کو اہل حرمین (مکہ و مدینہ) نے روایت کیا، ان کے یہاں تدلیس نہایت کم ہے اور دروغ بیانی اور وضع احادیث کا وہاں گزر نہیں۔ اہل یمن کی روایات نہاں صحیح مگر قلیل ہیں، حجاز حدیث نبوی کا مرکز و محور ہے۔ اہل بصرہ اسانید واضحہ کے ساتھ بہت صحیح حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ ان کی مرویات بکثرت ہیں۔ اہل کوفہ کی روایات بھی کثیر التعداد ہیں مگر ان کے یہاں دروغ گوئی کی فراوانی ہے اس لئے ان کی بہت کم مرویات علل سے

---

(۱) قواعد التحدیث ص ۵۹ نیز التدریب ص ۳۷۔ (۲) امام مجدد شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی دمشقی آپ کثیر التصانیف تھے ۷۲۸ھ میں وفات پائی فرانسیسی مستشرق ہنری لاؤست نے آپ کی سیرت و افکار پر ایک قابل قدر کتاب تحریر کی ہے

پاک ہیں۔ اہل شام کی روایات میں مرسل اور مقطوع کی بھرمار ہے۔ البتہ ثقات کی متصل روایات قابل احتجاج ہیں اور زیادہ تر وعظ ونصیحت سے تعلق رکھتی ہیں۔"(۱)

آئمہ حدیث اس ضمن میں مختلف الرائے ہیں کہ کون سی سند اصح الاسانید کہلانے کی مستحق ہے۔ ہر ایک نے جداگانہ خیال کا اظہار کیا ہے۔ ہر صحابی سے تابعین کی ایک جماعت روایت کرتی ہے پھر تابعین سے اتباع تابعین روایت کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر ثقہ راوی ہیں اس لیے کسی خاص صحابی کی روایت کے بارے میں "اصح الاسانید" کا حکم لگانا درست نہیں۔(۲)

بعض اوقات محدثین "حدیث صحیح" کے بجائے "صحیح الاسناد" کہتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ واضح کرنا ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند اگرچہ صحیح ہے مگر متن کا حال معلوم نہیں۔ ممکن ہے متن حدیث میں کوئی علت یا شذوذ موجود ہو، جب سند، متن دونوں کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں تو علی الاطلاق ہذا حدیث صحیح کہتے ہیں یہ عبارت صحیح الاسناد کہنے سے ارفع واولیٰ ہے۔

امام سیوطی الفیہ میں فرماتے ہیں:

والحکم بالصحة للاسناد   والحسن دون المتن للنقّاد

لِعلّةٍ او لِشُذُوذٍ واحکم   للمتن ان اطلق ذو حِفظٍ نُمی

(الفیہ سیوطی ص ۱۰۴، ۱۰۵)

جب محدثین کسی حدیث کے بارے میں اصح شئ فی الباب کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس حدیث کو صحیح ٹھہراتے ہیں۔ بسا اوقات یہ الفاظ ضعیف حدیث کے بارے میں بھی کہے جاتے ہیں۔ محدثین کا مقصد اس عبارت سے صرف اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں جس قدر احادیث وارد ہوئی ہیں یہ ان سب میں راجح ہے یا اس میں دوسری روایات کی نسبت کم ضعف پایا جاتا ہے۔ (قواعد التحدیث بحوالہ نووی ص ۵۹)

---

(۱) قواعد التحدیث للقاسمی ص ۵۸ (۲) معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۴، ۵۵ نیز توضیح الافکار ج ۱ ص ۳۳ علامہ احمد محمد شاکر نے چند اسانید کو جمع کیا ہے جن کو اصح الاسانید کہا جاتا ہے (الباعث الحثیث ص ۲۵)

فصل سوم (۱)

حدیث حسن:

حدیث حسن کی تعریف یہ ہے:

ھو ما اتصل سندہ بنقل عدل خفیف الضبط وسلم من الشذوذ والعلۃ

"حدیث حسن وہ ہے جس کی سند متصل ہو اور جس کا راوی صاحب العدالت مگر قلیل الضبط ہو اور اس میں شذوذ وعلت بھی نہ ہو۔"

حدیث حسن اور صحیح کے مابین فرق وامتیاز کے لئے اس تعریف کا اہم پہلو یہ ہے کہ حدیث حسن کے راوی میں ضبط کی کمی ہوتی ہے۔ بخلاف ازیں حدیث صحیح کا راوی کامل الضبط ہوتا ہے، البتہ صحیح وحسن دونوں میں شذوذ وعلت کا وجود نہیں ہوتا۔ یہ دونوں قسمیں قابل احتجاج ہوتی ہیں۔

حدیث حسن کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حسن لذاتہ (۲) حسن لغیرہ

جب کسی قید وشرط کے بغیر حدیث حسن کہا جائے تو اس سے حسن لذاتہ مراد ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی جداگانہ تعریف کی حاجت نہیں ہے۔ حسن لذاتہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں جو خوبی پائی جاتی ہے وہ اس کی ذاتی ہے کسی خارجی سبب کی بناء (۲) پر نہیں اس میں حدیث صحیح کے سب شرائط پائے جاتے ہیں، البتہ اس کے رواۃ ورجال میں ضبط کی کمی ہوتی ہے۔

حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں ایسا مستور راوی ہوتا ہے جس کی ؟؟؟ عدم صلاحیت کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، البتہ وہ زیادہ غفلت پیشہ کثیر الخطا اور متہم نہیں ہوتا۔ نیز کسی دوسری حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہو، تائید کرنے والی حدیث کو متابع اور

(۱) شرح نخبۃ ص ۱۱ نیز حاشیہ الفیہ سیوطی ص ۴۲۔ (۲) شرح نخبۃ ص ۱۱

شاہد کہتے ہیں۔[۱]

حسن کی دونوں قسموں میں کافی جدل و بحث کی گنجائش ہے البتہ ہم ان بے کار مباحث میں الجھنا نہیں چاہتے۔[۲]

جامع ترمذی حدیث حسن کی پہچان میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے اگرچہ علماء نے ان کی تعریف پر اعتراضات کیے ہیں۔ امام ترمذی اولین محدث تھے جنہوں نے حسن کو شہرت دی اور سب سے پہلے حدیث کو تین قسموں ''صحیح، حسن اور ضعیف'' میں تقسیم کیا۔

محدثین کے نزدیک ضعیف کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ ضعیف حدیث جس پر عمل جائز ہوتا ہے یہ امام ترمذی کی اصطلاح حدیث حسن سے ملتی جلتی ہے (۲) وہ ضعیف حدیث جس پر عمل جائز نہیں اور جس کو داہی (بیکار) بھی کہتے ہیں[۳]۔ جامع ترمذی کی دو اصطلاحات ہیں جن کا فہم وادراک بے حد ضروری ہے ورنہ قاری کے التباس وابہام میں پڑ جانے کا خطرہ ہے۔[۴]

پہلی اصطلاح: حدیث حسن صحیح اور دوسری حسن صحیح غریب ہے۔

پہلی اصطلاح کا بہترین جواب یہ ہے کہ جس روایت کو حسن کہا گیا ہے وہ دوسری سند کے مطابق صحیح ہے۔ کیونکہ اس میں صحت کے شرائط پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا جس سند کے بارے میں ترمذی حسن صحیح کہتے ہیں وہ ترمذی کے نزدیک حسن سے اعلیٰ اور صحیح سے کم درجہ کی ہوتی ہے[۵] حافظ ابن حجر نے اس اشکال کا ایک جامع جواب دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''امام ترمذی کا یہ قول اسی طرح ہے جیسے نقاد حدیث کسی راوی کے بارے

---

(۱) توضیح الافکار ج ۱ ص ۱۰۰ ہم آگے چل کر متابع اور شاہد کا ذکر کریں گے سردست یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حسن لغیرہ کی تائید کسی اور حدیث سے بھی ہوتی ہے، جو الفاظ ومعانی میں اس کے مطابق ہوتی ہے تائید کرنے والی روایت کو متابع اور شاہد کہتے ہیں۔ (۲) اس جدل ونزاع میں یہ امر شامل ہے کہ حسن کی منطقی تعریف کیا ہے اور اس پر علماء نے کون سے اعتراضات وارد کیے ہیں نیز حسن کی وہ تعریف جو امام ترمذی نے کی ہے اور اس پر نقد وجرح پھر دونوں تعریفوں میں جمع وتطبیق (التدریب ص ۴۹، ۵۲) (۳) اختصار علوم الحدیث وشرحہ ص ۴۳ (۴) یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول ہے (قواعد التحدیث ص ۸۳) (۵) اختصار علوم الحدیث ص ۴۷

میں کہتے ہیں ''صدوق'' اور کسی کے بارے میں ''صدوق ضابط'' ظاہر ہے کہ پہلا وصف حدیث صحیح کے رواۃ ورجال کے مقابلہ میں کم درجہ اور دوسرا ان کے مساوی ہے، لہٰذا جس طرح ان دونوں اوصاف کے جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح صحیح اور حسن کا اطلاق بھی ایک ہی حدیث پر کیا جا سکتا ہے''۔ (۱)

حدیث حسن صحیح کو غریب کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صحیح حدیث بعض اوقات ایک ہی سند سے مروی ہونے کی وجہ سے غریب ہوتی ہے لہٰذا حسن جو کہ صحیح سے کم درجہ ہوتی ہے بالاولی غریب ہو سکتی ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ امام ترمذی نے حسن مطلق (بلا قید وشرط) کی تعریف نہیں کی بلکہ حسن کی ایک خاص قسم کی تعریف کی ہے جس کا ذکر ان کی کتاب میں آیا ہے اور وہ حسن (معرف) وہ ہے جہاں اس کے ساتھ کوئی دوسری صفت مذکور نہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ترمذی بعض احادیث کو ''حسن''، بعض کو ''صحیح''، اور بعض کو ''غریب'' کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض احادیث کو ''حسن صحیح''، بعض کو ''حسن غریب'' اور بعض کو ''حسن صحیح غریب'' کہتے ہیں۔ نظر بریں انہوں نے جس ''حسن'' کی تعریف کی ہے اس سے مراد وہ ''حسن'' ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری صفت مذکور نہ ہو، چنانچہ ان کی عبارت سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔

امام ترمذی کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں:

''جس حدیث کے بارے میں ہم نے اپنی کتاب میں ''حدیث حسن'' کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سند ہمارے نزدیک حسن ہے جس حدیث کا راوی متہم بالکذب نہ ہو وہ کسی اور سند سے بھی مروی ہو اور شاذ بھی نہ ہو تو ہمارے نزدیک وہ حدیث حسن ہے''۔

---

(۱) التدریب ص ۵۳۔

اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس حسن کی تعریف کی ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری صفت مذکور نہ ہو۔ جس حدیث کے بارے میں وہ ''حسن صحیح'' یا ''حسن غریب'' یا ''حسن صحیح غریب'' کہتے ہیں۔ اس کی تعریف نہیں کی اسی طرح جہاں وہ صرف صحیح یا غریب کہتے ہیں عام شہرت کی وجہ سے اس کو بھی نظر انداز کر دیا، صرف ''حسن'' کی تعریف یا تو اس لئے کہ یہ غامض اور دقیق ہے اور یا اس لئے کہ یہ ایک جدید اصطلاح ہے اس لئے ''عندنا'' فرمایا اور محدث خطابی (۱) کی طرح اس کو دیگر علماء نے حدیث کی جانب منسوب نہ کیا۔ (۲)

حدیث حسن لذاتہ جب کسی اور سند سے بھی مروی ہو تو وہ حسن کے درجہ سے ترقی کر کے صحیح کے درجہ پر فائز ہو جاتی ہے اس لئے کہ دونوں سندوں کے مل جانے سے حدیث پہلے کی نسبت قوی تر ہو جاتی ہے کیونکہ حدیث حسن کے راوی میں حفظ وضبط کی کمی ہوتی ہے اگر چہ وہ راست گوئی اور عیوب کے ڈھکے چھپے ہونے میں مشہور ہوتا ہے، جب اس کی روایت کردہ حدیث کسی اور سند سے بھی منقول ہو گی تو اس تائید کی وجہ سے اس میں قوت پیدا ہو جائے گی اور اس طرح راوی میں حفظ وضبط کی جو کمی تھی اس کا ازالہ ہو جائے گا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حدیث حسن کے درجہ سے ترقی کے صحیح کے درجہ پر فائز ہو جائے گی۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

لو لا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوۃ

''اگر مجھے اپنی امت پر تکلیف کا احساس نہ ہوتا تو ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم صادر کرتا۔''

یہ حدیث محمد بن عمرو نے ابوسلمہ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے، محمد

---

(۱) محدث خطابی کا نام حمد بفتح الحاء بلا ہمزہ ہے امام حاکم کہتے ہیں کہ میں نے خطابی سے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے کہا میرا نام حمد ہے، جب لوگ عام طور سے احمد کہنے لگے تو میں نے یہی نام بیٹے کا رکھ دیا امام خطابی بہت بڑے ادیب فقیہ اور محدث تھے آپ کی کتاب معالم السنن شرح ابی داؤد چھپ چکی ہے آپ نے اعلام السنن کے نام سے بخاری کی شرح بھی لکھی تھی ۳۸۸ھ میں بمقام بست وفات پائی اسی لئے آپ کو بستی بھی کہا جاتا ہے۔ (۲) شرح نخبہ ص ۱۲

بن عمر و حفظ وضبط میں متہم ہے اگر چہ بہت سے محدثین نے اس کی توثیق بھی کی ہے، لہذا یہ حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیر ہ ہے۔ اس لئے کہ حدیث محمد بن عمرو کے استاد اور ان کے شیخ الشیخ سے ایک اور طریقہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے لوگوں نے یہ روایت ابوہریرہ سے نقل کی ہے جن میں اعرج بن ہرمز اور سعید مقبری کے اسماء (۱) بھی شامل ہیں۔

امام ترمذی اولین محدث تھے جنھوں نے حدیث حسن کو شہرت عطا کی۔ تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ امام ترمذی سے پہلے محدثین کا جو طبقہ موجود تھا مثلاً امام بخاری اور امام احمد بن حنبل ان کے اساتذہ کے یہاں بھی ایسی حدیثیں موجود تھیں جن پر حدیث حسن کی صفات غالب تھیں (۲) اور وہ حدیث صحیح سے فروتر اور ضعیف سے اعلیٰ وارفع تھیں۔ جب ہم امام ذہبی کی یہ تصریح ذکر کر چکے ہیں کہ حدیث حسن صحیح کی ایک قسم ہے تو اس سے ہمیں کوئی حیرت نہیں ہوتی کہ حسن کی صفات سے متصف احادیث نہ صرف مسند احمد بلکہ صحیح بخاری تک میں موجود ہیں۔

محدث ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ حسن حدیثیں سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہیں امام ابوداؤد سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

> ''میں نے احادیث صحیحہ کے پہلو بہ پہلو وہ حدیثیں بھی اس کتاب میں درج کر دیں جو ان سے ملتی جلتی ہیں جس میں زیادہ ضعف پایا جاتا تھا وہ ذکر کر دیا جس حدیث پر میں نے کوئی جرح نہیں کی وہ قابل احتجاج ہے۔ میری کتاب میں بعض حدیثیں دوسری احادیث کی نسبت صحیح تر ہیں''۔ (۳)

''ابن الصلاح ابوداؤد کی مذکورہ صدر عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> جو حدیث ہم ابوداؤد میں پائیں اور وہ نہ بخاری ومسلم میں موجود ہو اور نہ کسی نے اس کو صحیح قرار دیا ہو تو وہ ابوداؤد کے نزدیک حدیث حسن ہوگی''۔ (۴)

---

(۱) التدریب ص ۵۷ (۲) اختصار علوم الحدیث وشرحہ ص ۴۳ (۳) التدریب ص ۵۵ نیز توضیح الافکار ج ۱ ص ۱۹۱

(۴) اختصار علوم الحدیث ص ۴۴،

محدث ابن الصلاح کا مذکور صدر نقد و تبصرہ ان کے اس منہج و مقصد پر مبنی ہے کہ جب کوئی حدیث بخاری مسلم میں موجود نہ ہو اور آئمہ حدیث میں سے کسی نے بھی اس کی تصحیح نہ کی ہو تو متاخرین اس حدیث کو صحیح قرار نہیں دے سکتے اسی لئے ابن الصلاح کی رائے یہ ہے کہ محدث حاکم نے جن احادیث کی تصحیح کی ہے اور دیگر محدثین سے ان کے بارے میں تصحیح یا تضعیف منقول نہیں تو ہم ان احادیث کو حسن قرار دیں گے (یعنی احادیث صحیحہ میں شمار نہیں کریں گے) بجز اس صورت کے کہ ان میں کوئی ایسی علت پائی جائے جو ان کے ضعیف ہونے کی موجب ہو (تو اس صورت میں ان کو ضعیف قرار دیا جائیگا) مگر اس ضمن میں حافظ عراقی (۱) کا زاویہ نگاہ زیادہ قرین صحت وصواب نظر آتا ہے آپ فرماتے ہیں "جو شخص اسانید و علل میں ماہرانہ بصیرت رکھتا ہو وہ کسی حدیث کی صحت یا ضعف کا حکم صادر کرسکتا ہے"۔ (۲)

امام بغوی (۳) نے اپنی کتاب مصابیح السنۃ میں صحیح اور حسن احادیث میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے ایک خاص اصطلاح مقرر کی ہے، چنانچہ وہ صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کی نقل کردہ حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔

علاوہ ازیں جس حدیث کو ترمذی ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کی ہو اس کو حسن کہتے ہیں اکثر علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے اور ان کے خیال میں اس اصطلاح کا سبب جواز کچھ نہیں اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ بقول امام نووی مصابیح السنۃ میں منکر روایت بھی موجود ہیں جن کی روایت ایسے راویوں نے کی ہے جو عادل و ضابط نہ ہونے کی ساتھ ساتھ ان کی روایت میں منفرد بھی ہیں۔ (۴)

حدیث کے القاب عامہ جن میں صحیح و حسن سب شامل ہیں

جب ناقدین حدیث کسی حدیث کو صحیح یا حسن کہتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ چند اور

(۱) علامہ حافظ عبدالرحیم بن حسین زین الدین بغدادی عراقی آپ بہت بڑے امام اور اسی طرح فقیہ اور اصولی تھے آپ شافعی المذہب تھے علوم الحدیث پر آپ نے بہت سی کتب تصنیف کیں آپ کا الفیہ مشہور ہے ۸۰۶ھ میں وفات پائی۔

(۲) الباعث الحثیث ص ۲۹ (۳) حافظ ابومحمد حسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ (۴) التدریب ص ۵۵

القاب سے بھی یاد کرتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث قابل احتجاج ہے مثلاً حدیث مقبول کو مندرجہ ذیل القاب سے بھی ملقب کیا جاتا ہے۔

جید ،مجود، قوی ،ثابت محفوظ ،معروف ،صالح ،مستحسن .

کچھ یوں نظر آتا ہے کہ مندرجہ بالا القاب میں محدثین کی اصطلاح کی نسبت لغوی مفہوم کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے پہلے چار الفاظ میں تعبیر و بیان کا تنوع خصوصی طور سے نمایاں ہے اس کی تائید امام احمد بن حنبل کے قول سے ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں:

''زہری کی سالم اور سالم کی اپنے والد سے روایت اجود الاسانید ہے''۔

مذکورہ صدر قول میں امام احمد نے متعارف لفظ اصح الاسانید کے بجائے اجود الاسانید فرمایا[1] ابن الصلاح اور امام حاکم نے یہ عبارت امام احمد سے نقل کی ہے اس سے بعض علماء نے یہ نتیجہ نکالا کہ ابن الصلاح جید اور صحیح میں فرق نہیں کرتے بلکہ ان کو مساوی قرار دیتے ہیں۔[2]

امام ترمذی بعض اوقات اپنے مشہور الفاظ حسن صحیح کے بجائے ہذا حدیث جید حسن کہتے ہیں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ خاص حدیث امام ترمذی کی نگاہ میں حسن لذاتہ کے درجہ سے ارفع ہوتی ہے البتہ انہیں اس امر میں شبہ لاحق ہوتا ہے کہ آیا وہ حدیث صحیح کے درجہ پر فائز ہے یا نہیں تو گویا وہ حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہوتی ہے نظر بریں جید کا لفظ صحیح وحسن دونوں کو شامل ہے، کچھ یوں نظر آتا ہے کہ مندرجہ ذیل عبارت میں امام سیوطی نے اسی جانب اشارہ کیا ہے آپ فرماتے ہیں:

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۴ ان القاب پر لغوی مفہوم کے غلبہ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ محدثین اپنی پسندیدہ روایت کو جیاد الاحادیث وعیونہا کہتے تھے الجامع (ج ۷ ص ۱۲۷) بعض محدثین کہتے ہیں لاحدیث اجود من ھذا (الجامع ج ۷ ص ۱۳۴) بعض محدثین پسندیدہ افکار و آراء کے بارے میں کہتے تھے ھذا جید حسن (توضیح الافکار ج ۱ ص ۳۲۷) حالانکہ تدلیس کا شمار ضعف حدیث کے اسباب میں ہوتا ہے محدثین اس میں بھی جید وغیرہ ایسے الفاظ استعمال کیا کرتے تھے جب کوئی راوی ضعیف راویوں کو ساقط کر دیتا تو وہ کہتے جید السند (توضیح الافکار ص ۶۱) (۲) التدریب ص ۵۸

''علمائے کبار جب حدیث صحیح کے بجائے جید کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو یہ بلا وجہ نہیں ہوتا بلکہ کسی نکتہ پر مبنی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ وہ مخصوص حدیث محدث کے نزدیک حسن لذاتہ سے بلند تر درجہ کی ہو مگر اس کا صحیح ہونا مشتبہ ہو اس لئے جید کا مقام اور مرتبہ صحیح سے بہر حال کم ہے قوی کی اصطلاح کا بھی یہی حال ہے''۔(۱)

ہم نے مذکورہ صدر عبارت میں قوی کا جو لفظ نقل کیا ہے اس سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ امام سیوطی جودت (عمدگی) اور قوت کے درمیان کوئی فرق ؤ امتیاز روا نہیں رکھتے نظریں بریں ہم تجوید اور جودت اور ثبوت وقوت کے درمیان کوئی فرق و امتیاز قائم نہیں کریں گے اس لئے کہ یہ سب حدیث مقبول کے اوصاف ہیں خواہ وہ حدیث صحیح ہو یا حسن کے درجہ کی ہو۔ ہم حدیث صحیح و حسن کی تعریف میں بتا چکے ہیں کہ وہ دونوں شذوذ سے پاک ہوتی ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی نہ منکر ہوتی ہے نہ شاذ بلکہ ان کو محفوظ اور معروف کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''حدیث صحیح و حسن کے راوی کی زیادت مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ وہ ثقہ تر راوی کی روایت کے خلاف نہ ہو اگر وہ ارجح روایت کے خلاف ہو تو راجح کو محفوظ اور مرجوح کو شاذ کہیں گے اور اگر ایک ضعیف حدیث دوسری ضعیف حدیث کے خلاف ہو تو راجح کو معروف اور مرجوح کو منکر کہا جائے گا''۔(۲)

حدیث صحیح و حسن کو صالح کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ روایت صالح احتجاج ہے جس طرح محدثین سنن ابوداؤد کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی روایت صالح ہیں کیونکہ ان میں صحیح و حسن ہر قسم کی روایتیں پائی جاتی ہیں۔(۳)

جب محدثین کسی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مستحسن (پسندیدہ) ہے(۴) تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ حدیث حسن اصطلاحی ہے بلکہ اس میں صحیح

(۱) حوالہ مذکور (۲) شرح نخبہ ص ۱۲، ۱۴ نیز الفیہ سیوطی برحاشیہ ص ۹۳ (۳) بعض اوقات صالح کا اطلاق ایسی ضعیف حدیث پر بھی کیا جاتا ہے جو کسی حد تک قابل قبول ہو اتدریب ص ۵۸) (۴) الجامع ج ۷ ص ۱۳۵

وحسن دونوں کا احتمال ہوتا ہے اس لئے کہ حسن جودت عمدگی کو کہتے ہیں اور استحسان (پسندیدگی) کے معنی ہیں استجادہ (کسی چیز کی عمدگی اور خوبصورتی کی طلب وتلاش) محدثین کا انداز تعبیر بہت نازک اور دقیق ہوا کرتا تھا یہ بات عوام میں نہیں پائی جاسکتی۔ محدث علی بن المدینی فرماتے ہیں:

''ہم سفیان بن عیینہ کی مجلس میں بیٹھے تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سنائی ایک آدمی نے کہا یہ حدیث کس قدر خوبصورت ہے؟ سفیان نے کہا آپ نے یوں کیوں نہ کہا یہ حدیث جواہر موتیوں اور یاقوت بلکہ سب دنیا سے زیادہ خوبصورت ہے''۔ (۱)

حدیث صحیح وحسن میں جو مباحث مشترک ہیں ان میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ جب ہم کسی سند پر صحیح یا حسن ہونے کا حکم لگاتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کا متن بھی اسی صفت سے موصوف ہے بخلاف ازیں ہوسکتا کہ اس کا متن شاذ یا معلل ہو یہ بات ہم حدیث صحیح کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ یہاں اس کے دہرانے سے مقصود آپ کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا ہے کہ حدیث حسن وصحیح میں کس حد تک یک رنگی وہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ ہم محدثین کا مقیاس ومعیار بھی پیش کرنا چاہتے ہیں جو اس راہ پر گامزن ہوتے ہیں کہ منڈی میں پیش کرنے سے پہلے جواہرات کو جانچا پرکھا جائے اور ظاہری شکل وصورت سے پہلے باطنی اوصاف کو دیکھا جائے محدثین کا قول ہے:

جو حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہو ضروری نہیں کہ اس کا متن بھی صفت صحت سے موصوف ہو۔ (۲)

(۱) الجامع ج ۷ ص ۱۳۵ (۲) توضیح الافکار ج ا ص ۱۹۳ نیز اختصار علوم الحدیث ص ۴۶

فصل چہارم

(۳) حدیث ضعیف

حدیث کی تیسری قسم حدیث ضعیف ہے اس کی بہترین تعریف مندرجہ ذیل ہے:

مالم یجتمع فیه صفات الصحیخ و لا صفات الحسن

''ضعیف حدیث وہ ہے جس میں حدیث صحیح و حسن کی کی صفات نہ پائی جاتی ہوں۔''

بعض علماء کا قول ہے کہ حدیث صحیح و حسن کی صفات کے فقدان کی بناء پر حدیث ضعیف کی عقلی اعتبار سے ۳۸۱ صورتیں بن سکتی ہیں لیکن ان میں سے اکثر صورتیں موجود نہیں اور اس لئے غیر واقعی ہیں علاوہ ازیں محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث کے اقسام میں ان کا کوئی اصطلاحی نام معین نہیں ہے۔

محدث بن الصلاح کا خیال ہے کہ حدیث ضعیف کی وقع پذیر قسمیں ۴۲ سے زیادہ نہیں ہیں ابن الصلاح نے ان کی وضاحت کی اور ان کی تخریج کا طریقہ بھی بتایا ہے حافظ عراقی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے مگر ہم صرف انہی اقسام کا ذکر کریں گے جن کا کوئی خاص نام ہے ضعیف حدیث کی جس حالت کا کوئی جداگانہ نام نہیں ہے ہم اس کی طرف صرف اجمال اشارہ کریں۔

حدیث ضعیف کی اقسام

محدثین نے مرسل منقطع معضل مدلس کو مطلقا حدیث ضعیف کی اقسام کے تحت ذکر کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام نا قابل احتجاج ہیں لیکن علی الاطلاق انکو رد کرنا محدثین احناف کے نزدیک درست نہیں ان کے ہاں تفصیل ہے جو قواعد فی علوم الحدیث للشیخ ظفر احمد التهانوی مع تعلیقات الشیخ عبد الفتاح ابو غدہ الحنفی میں واضح ہے۔ (از ابو محمد محسن گلزار نعمانی)

مرسل:۔

حدیث مرسل کی مشہور تعریف یہ ہے:

مرسل وہ حدیث ہے جس سے صحابی کا نام ساقط ہو گیا ہو مثلاً نافع کہتے ہیں

قال رسول الله ﷺ كذا وفعل كذا وفعل بحضرته كذا.

"آپ نے یوں فرمایا یا یوں کیا یا آپ کی موجودگی میں اس طرح کیا گیا۔"

حالانکہ نافع تابعی ہیں گویا اس حدیث میں صحابی کا نام مذکور ہی نہیں۔

"اس اعتبار سے مرسل حدیث مرفوع تابعی ہوتی ہے خواہ تابع چھوٹی عمر کا ہو یا بڑا ہو۔"(۱)

مرسل حدیث کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اتصال نہیں ہوتا۔ اس کو مرسل اس لئے کہتے ہیں کہ حدیث کا راوی اس کو مطلق (بلاقید) چھوڑ دیتا ہے اور اس صحابی کا ذکر نہیں کرتا جس نے اس کو نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔(۲)

حدیث مرسل حجت نہیں:

حدیث مرسل دین میں حجت نہیں ہے، حدیث نبوی کے حفاظ ونقاد کی آخری وحتمی رائے یہی ہے اور اسی فیصلہ کو انہوں نے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے(۳) امام مسلم مقدمہ صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

"ہمارے اور محدثین کے قول کے مطابق مرسل حجت نہیں ہے اکثر علماء مراسیل صحابہ کو ضعیف نہیں سمجھتے اور ان سے احتجاج کرتے ہیں اس لئے کہ جو صحابی روایت کرتا ہے اس نے وہ حدیث براہ راست نبی اکرم ﷺ سے نہیں سنی بلکہ کسی اور صحابی سے سنی اور اس صحابی نے براہ راست آپ سے اخذ کی بنا بریں سند سے صحابی کے ساقط ہو جانے سے حدیث کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا جس طرح صحابی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کی صحت بدستور رہتی ہے اس لئے کہ

(۱) شرح نخبۃ ص ۱۷ (۲) توضیح الافکار ج ۱ ص ۲۸۴ (۳) اختصار علوم الحدیث ص ۵۲

صحابی ہونے کے اعتبار سے جو شرف وعظمت اس کو حاصل ہے وہ اس کی تعدیل
کے لئے کافی ہے"۔

امام سیوطی تدریب الراوی میں یہ رقمطراز ہیں:

"بخاری ومسلم میں لاتعداد مراسیل صحابہ موجود ہیں اس لئے کہ اکثر روایات
صحابہ سے منقول ہیں اور صحابہ سب عدول ہوتے ہیں۔ صحابہ کے علاوہ دوسروں
کی مرویات شاذ ونادر ہیں جب صحابہ کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتے ہیں
تو وہ ذکر کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث صحابہ کے علاوہ دوسروں سے منقول ومروی
ہے، صحابہ نے تابعین سے جو روایت بیان کی ہیں وہ
مرفوع احادیث نہیں بلکہ اسرائیلیات قصے کہانیاں یا موقوف روایات ہیں۔ (۱)

حقیقت یہ ہے کہ مراسیل صحابہ سے انکار کرنا بہت مشکل کام ہے مثال کے طور پر
حضرت ابن عباس کی اکثر روایات مرسل ہیں کیونکہ عہد رسالت میں ان کی عمر چھوٹی تھی
جب آنحضور ﷺ اس دار فانی سے تشریف لے گئے تو ابن عباس کی عمر اس وقت تیرہ سال
سے زیادہ نہ تھی۔ (۲)

حدیث مرسل کے مختلف مراتب ہیں سب سے اعلیٰ مرسل حدیث وہ ہے جس کو ایسا
صحابی مرسل بیان کرے جس کا سماع آنحضور ﷺ سے ثابت ہو۔ اس کے بعد اس صحابی کی
مرسل کا درجہ ہے جس نے آپ کو دیکھا ہو مگر سماع ثابت نہ ہو۔ پھر مخضرم (وہ صحابی جس نے
کفر واسلام کے دونوں زمانے دیکھے ہوں۔ صحابی کی مرسل روایات اس کے بعد ثقہ تابعین

---

(۱) التدریب ص ۱۷ نیز شرح التنقیح للقرانی ص ۱۶۴ مطبع الخیریہ ۱۳۰۶ھ قاہرہ ابن الصلاح کا قول ہے کہ صحابہ ایک دوسرے سے مرسل روایتیں بیان کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ صحابہ کی اکثر روایات ایسی ہوتی ہیں سب کی سب نہیں دیکھئے توضیح الافکار ج ۱ ص ۳۱۷ بعض علماء مراسیل صحابہ میں تشدد سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس تعبیر وبیان میں مجاز سے کام لیا جاتا ہے ورنہ حقیقت میں صحابہ کی کوئی روایت مرسل ہے ہی نہیں (توضیح الافکار ج ۱ ص ۲۹۵) (۲) توضیح ج ۱ ص ۲۹۱ بعض علمانے سہل انگاری سے کام لیا ہے وہ معتبر آئمہ حدیث کی مراسیل کو بھی قبول کرتے ہیں توضیح ج ۱ ص ۲۸۷

مثلاً سعید بن المسیب کی روایت پھر ان راویوں کی روایات جو ایسے اساتذہ وشیوخ کا انتخاب بڑی سوچ بچار کے بعد کرتے ہوں مثلاً شعبی اور مجاہد اس کے کے بعد ان راویوں کی مرسل روایات ہین جو ہر کسی سے روایت اخذ کرتے ہیں۔ مثلاً حسن بصری جہاں تک کم عمر تابعین کا تعلق ہے مثلاً قتادہ زہری حمید الطویل یہ زیادہ تر تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

حدیث مرسل جب ثقہ راویوں سے مسند نقل کی گئی ہو تو اس میں قوت آجاتی ہے اور اس کی صحت واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اس وقت دو صورتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

(۱) صورت ارسال (۲) صورت اسناد

جب کوئی دوسری حدیث مسند ان دونوں سے معارج ہوگی تو ان کو راجح قرار دیا جائے گا اس لئے کہ مرسل ایسی سند سے مل کر قوت حاصل کر لیتی ہے جو اپنے آخری نقطہ تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ (۲)

(۲) منقطع:

حدیث منقطع کی شہرہ آفاق تعریف یہ ہے:

الحدیث الذی سقط من اسنادہ رجل او ذکر فیہ رجل مبھم. (۳)

''منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہو یا اس میں کوئی مبہم راوی ذکر کیا گیا ہو۔''

حدیث منقطع اس لئے ضعیف ہوتی ہے کہ اس کی سند متصل نہیں ہوتی گویا اس اعتبار سے یہ حدیث مرسل کی طرح ہوتی ہے۔

سقوط راوی کی مثال وہ حدیث ہے جسے عبدالرزاق نے ثوری سے انہوں نے ابو

(۱) قواعد التحدیث ص ۱۲۵، ۱۲۶ بحوالہ فتح المغیث للسخاوی بر حاشیۃ الفیہ عراقی طبع دہلی امام زہری کو تابعین صغار میں شمار کرنا درست نہیں اس لئے کہ وہ تیرہ صحابہ کو مل چکے تھے ابن خلکان کہتے ہیں کہ زہری نے دس صحابہ کو دیکھا تھا (التوضیح ج ۱ ص ۲۸۸) (۲) التوضیح ج ۱ ص ۲۸۹ (۳) اختصار علوم الحدیث ص ۵۳

اسحاق سے انہوں نے زید سے اور انہوں نے حذیفہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے آپ نے فرمایا:

''اگر تم ابوبکر کو خلیفہ بنادو تو وہ قوی بھی ہے اور امانت دار بھی''۔

اس حدیث کی اسناد میں ثوری اور ابواسحاق کے درمیان ایک راوی شریک نامی گر گیا ہے اس لئے کہ ثوری نے براہ راست ابواسحاق سے نہیں سنا بلکہ شریک سے سنا اور شریک نے یہ حدیث ابواسحاق سے سنی۔

حدیث میں مبہم راوی مذکور ہونے کی مثال حدیث نبوی:

اللھم انی اسئلک الثبات فی الامر

یہ حدیث ابوالعلاء بن عبداللہ نے دو آدمیوں سے روایت کی اور انہوں نے شداد بن اوس (۱) سے

اب سوال یہ ہے کہ یہ دو آدمی کون ہیں بظاہر یہ دونوں مبہم آدمی ہیں اس بات پر محدثین کا اتفاق ہے کہ یہاں دو آدمی مبہم ہیں بعض روایات میں ایک راوی مبہم ہوتا ہے اس وقت صرف یہ بتانا پیش نظر ہے

کہ سند کے کسی حصہ میں بعض اوقات کوئی مبہم راوی بھی ہوتا ہے۔

بعض اوقات کسی حدیث میں کوئی راوی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا نام مذکور نہیں ہوتا اور وہ حدیث منقطع بھی نہیں ہوتی۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے کہ:

حدثنا شیخ عن ابی ھریرۃ. ہمیں ایک شیخ نے ابوہریرہ سے حدیث سنائی

ظاہر ہے کہ شیخ کسی آدمی کا نام نہیں حدیث کا مضمون یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ آدمی کو اختیار دیا جائے گا کہ یا تو وہ عجز وتقصیر کا اعتراف کرے اور یا گناہ کا مرتکب ہو جس کی زندگی میں یہ زمانہ آجائے وہ عجز وتواضع کو اختیار کرے اور گناہ کا مرتکب ہونے سے بچے''۔

جس آدمی کو اس روایت میں شیخ کہا گیا ہے دوسری روایت میں اس کا نام ابوعمر و جلی

(۱) اختصار علوم الحدیث ص ۵۴ نیز معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۲۷

مذکور ہے منقطع کی اس قسم کی پہچان بہت دشوار ہے بہت بڑا حافظ اور متبحر عالم حدیث ہی اس کو پہچان سکتا ہے۔ (۱)

حدیث منقطع اور مرسل سبب ضعف کے اعتبار سے باہم مشابہ و مماثل ہیں ان دونوں میں ضعف کا سبب اتصال کا فقدان ہے بنابریں خطیب بغدادی اپنی کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ میں فرماتے ہیں:

> ''حدیث منقطع مرسل کی مانند ہوتی ہے مگر یہ اصطلاح وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں تابعی سے نچلے درجہ کا راوی صحابہ سے روایت کرے مثلاً امام مالک عبداللہ بن عمر سے روایت کریں یا سفیان ثوری جابر بن عبداللہ سے یا شعبہ بن حجاج انس بن مالک سے وغیر ذلک''۔ (۲)

جس غالب استعمال کی جانب خطیب بغدادی نے مذکورہ صدر عبارت میں اشارہ کیا ہے وہ منقطع کی اس تعریف سے میل نہیں کھاتا جو ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں ہم نے جو تعریف ذکر کی ہے وہ ایک خاص اصطلاح ہے جس میں ایک ایسے وصف کو ملحوظ رکھا گیا جو اکثر احادیث منقطعہ میں پایا جاتا ہے

(۳) معضل:

معضل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں دو یا دو سے زیادہ راوی پے در پے ساقط ہو گئے ہوں (۳) معضل کی پہچان منقطع سے بھی زیادہ دشوار ہے کیونکہ منقطع کی نسبت اس میں زیادہ اخفاء و ابہام پایا جاتا ہے اسی لئے اس کو معضل (دشوار مشکل) کہتے ہیں۔ (۴)

حدیث معضل کو منقطع کی ایک خاص قسم سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ ہر معضل حدیث منقطع ہوتی ہے مگر ہر منقطع معضل نہیں ہوتی (۵) اس کے ضعف کا سب فقدان اتصال ہے

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۸ (۲) الکفایہ ص ۲۱ (۳) التدریب ص ۷۳ اگر راوی پے در پے ساقط نہ ہوئے ہوں تو اس کو منقطع کہتے ہیں جیسا کہ ہم قبل ازیں دو مبہم راویوں کی شداد بن اوس سے روایت میں دیکھ چکے ہیں (شرح نخبۃ ص ۱۸) (۴) توضیح الافکار ج ۱ ص ۳۲۷ (۵) کتاب مذکور ج ۱ ص ۳۲۴۔

مرسل منقطع کے ضعیف ہونے کا سبب بھی یہی ہے۔

معضل کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اتباع تابعین میں سے کوئی مرسلا روایت کرے۔اس کی مثال یہ ہے کہ اعمش شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا آدمی سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں کام کیے؟ وہ کہے گا ''نہیں'' پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔

یہ روایت اس لئے معضل ہے کہ شعبی نے انس سے روایت کی اور انس نے نبی اکرم ﷺ سے تو گویا اعمش نے انس اور نبی کریم کو سند سے ساقط کر کے حدیث کو معضل بنا دیا۔[1]

حدیث معضل کی حالت منقطع سے زیادہ خراب ہوتی ہے اسی طرح منقطع کا درجہ مرسل سے فروتر ہوتا ہے اور ادھر مرسل کا یہ حال ہے کہ اسے قابل احتجاج نہیں سمجھا جاتا مگر معضل اس صورت میں منقطع سے فروتر ہوتی ہے جب انقطاع سند کے صرف ایک حصہ میں ہو جب انقطاع سند کے دو یا دو سے زیادہ جگہوں میں ہو تو وہ معضل کے برابر ہوتی ہے۔[2]

(۴) مدلس:

حدیث مدلس کی دو قسمیں ہیں:[3]

(۱) مدلس الاسناد:

یہ وہ حدیث ہے جو روای ایسے شخص سے روایت کرے جو اس کا ہم عصر ہو اور اس سے مل چکا ہو مگر اس سے اس کا سماع ثابت نہ ہو یا ایسے ہم عصر سے روایت کرے جسے ملا نہ ہو مگر دوسرے کو یہ تاثر دے کہ اس نے اپنے معاصر سے سن کر یہ روایت بیان کی ہے۔

اس کی مثال علی بن خشرم کا یہ قول ہے:

''ہم سفیان بن عیینہ کے یہاں حاضر تھے سفیان نے کہا زہری نے یوں فرمایا سفیان سے پوچھا گیا کیا آپ نے زہری سے سنا ہے؟ سفیان نے کہا مجھے عبد الرزاق نے بتایا اس نے معمر سے سنا اور معمر نے زہری سے سنا۔''[4]

---

(۱) اختصار علوم الحدیث ص ۵۵ (۲) التوضیح ج ۱ ص ۳۲۹۔ (۳) التوضیح ج ۱ ص ۱۱۱، ۱۱۲ (۴) اختصار علوم الحدیث ص ۵۸

مذکورہ صدر اسناد میں سفیان زہری کے ہمعصر اور ان سے مل چکے تھے مگر انہوں نے زہری سے کوئی روایت نہیں سنی بخلاف ازیں سفیان نے یہ روایت عبدالرزاق سے سنی عبد الرزاق نے معمر سے اور معمر نے زہری سے اخذ کی بنابریں اس سند میں تدلیس یہ ہے کہ سفیان نے عبدالرزاق اور معمر دونوں کا نام حذف کر دیا اور ایسے الفاظ سے روایت کی جن سے متوہم ہوتا ہے کہ انہوں نے براہ راست یہ حدیث زہری سے سنی۔

یہ تدلیس کی نہایت بدترین قسم ہے اور صریح دروغ گوئی پر مبنی ہے شعبہ فرماتے ہیں:

''میں تدلیس کا مرتکب ہونے کی نسبت زنا کاری کو ترجیح دیتا ہوں۔''(۱)

مزید فرماتے ہیں:

''تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے۔''(۲)

جو راوی ایک دفعہ بھی تدلیس کا ارتکاب کرتا تو امام شافعی اس کی روایت کو رد کر دیتے مگر اکثر علما کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ جو راوی تدلیس کی جانب منسوب ہو وہ جس روایت میں سماع کی تصریح کرے وہ روایت قبول کی جائے گی اور جو روایت مبہم ہوگی اس کو رد کر دیا جائے گا۔(۳)

امام حاکم نے ان بلاد وامصار کا اچھی طرح جائزہ لیا ہے جن کے رہنے والے تدلیس کے مرض میں مبتلا تھے ان کا خیال ہے کہ حجاز حرمین، مصر، عوالی، خراسان، اصبہان، بلاد فارس، خوزستان اور ماوراء النہر کے باشندوں میں سے کوئی بھی تدلیس میں معروف نہیں ہے کوفہ مدلسین کا مرکز و مامن تھا باغندی اولین شخص تھا جس نے تدلیس کو رواج دیا۔(۴)

(۲) تدلیس الشیوخ:

تدلیس الشیوخ سے مراد یہ ہے کہ راوی بڑھا چڑھا کر اپنے شیخ کے القاب بیان کرے یا کنیت کے بغیر اس کا نام ذکر کرے اور مقصد یہ ہو کہ اس کی پہچان نہ ہو سکے۔ مثلاً یوں کہے:

''یہ حدیث مجھے فلاں علامہ امام ضابط اور حافظ نے سنائی۔''

(۱) التوضیح ج ۱ ص ۳۶۶ (۲) الباعث الحثیث ص ۵۸ (۳) اختصار علوم الحدیث ص ۵۸ (۴) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۱، ۱۱۲

اس کی مثال وہ حدیث ہے جو ابو بکر بن مجاہد المقری نے ابو بکر بن ابی داؤد سے روایت کی اس نے کہا مجھے عبداللہ بن ابی عبداللہ نے حدیث سنائی۔ اس نے ابو بکر محمد بن حسن نقاش مفسر سے سنا اس نے کہا ہمیں محمد بن سند نے بتایا۔ اس اسناد میں راوی کے والد کے بجائے اس کی نسبت اس کے دادا کی طرف کر دی گئی ہے حالانکہ اس کی نسبت والد کی جانب مشہور تر ہے۔[۱]

ابن الصلاح کا خیال ہے کہ خطیب بغدادی کی تصانیف میں تدلیس کی یہ دوسری قسم[۲] پائی جاتی ہے ابن الصلاح نے اس کی چند مثالیں بھی بیان کی ہیں، مثلاً خطیب اپنی تصانیف میں ابوالقاسم ازہری سے روایت کرتے ہیں، علاوہ ازیں وہ عبیداللہ بن ابی الفتح الفاسی اور عبیداللہ بن احمد بن عثمان الصیرفی سے بھی حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ہی شخص کے تینوں نام ہیں اور تین جداگانہ آدمیوں کے نام نہیں ہیں۔

اسی طرح خطیب حسن بن محمد خلال اور حسن بن ابی طالب اور ابو محمد خلال سے بھی روایت کرتے ہیں یہ تینوں ایک ہی شخص کے نام ہیں۔

خطیب ابو قاسم التنوخی اور علی بن محسن اور قاضی ابو قاسم علی بن محسن التنوخی اور علی بن ابی علی المعدل سے روایت کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک ہی شخصیت کے چاروں نام ہیں۔

ہماری نگاہ میں خطیب بغدادی کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ آپ کا مقصد اپنے شیخ کی شخصیت کو چھپانا ہو، مگر ہم اس امر پر اپنی حیرت کو چھپا نہیں سکتے کہ آخر انہوں نے ایسے نام کیوں ذکر کیے جن سے شیخ کی شخصیت کا پوری طرح اظہار نہیں ہوتا؟ حالانکہ یہ ایک شخصیت کے سب نام ہیں اور محدث مذکور جانتے بھی ہیں کہ یہ ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ بخلاف ازیں بہت سے لوگوں کو یہ بات معلوم بھی نہیں کہ یہ ایک شخص کے متعدد نام ہیں یا ان کی شخصیات متعدد ہیں۔

تدلیس العطف:

بعض علماء نے تدلیس کو متعدد انواع میں تقسیم کر دیا ہے۔ جن میں سے ایک تدلیس

(۱) اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ (۲) التوضیح ج ۱ ص ۳۶۹

العطف بھی ہے مثلاً راوی کہے حدثنا فلان و فلان حالانکہ اس نے اس دوسرے شخص سے کچھ بھی نہ سنا ہو جس کا ذکر وہ واو عطف کے بعد بصورت معطوف کرتا ہے۔[1]

تدلیس السکوت:

تدلیس سکوت کا مطلب یہ ہے کہ راوی کہے سمعت یا حدثنا یا حدثنی اس کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر کہے اعمش۔ اس سے سننے والا یہ تاثر لے گا کہ اس نے اعمش سے سنا، حالانکہ یہ درست نہیں۔

تدلیس تسویہ:

تدلیس تسویہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی راوی کے شیخ کا نام اس لیے ذکر نہ کیا جائے کہ وہ ضعیف یا صغیر السن ہے اس کے بجائے یہ ظاہر کیا جائے کہ حدیث صرف ثقات سے مروی ہے تاکہ اسے صحیح اور مقبول قرار دیا جائے۔ یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں شدید ترین دھوکہ پایا جاتا ہے۔

ولید بن مسلم اس قسم کی تدلیس میں مشہور تھے۔ چنانچہ وہ اوزاعی کے ضعیف شیوخ کو حذف کر کے صرف ثقات کا نام ذکر کرتے۔ جب اس ضمن میں ولید سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا:

> ''اوزاعی کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ وہ ایسے ضعیف راویوں سے حدیث روایت کرے''۔

پھر ولید سے کہا گیا۔

> ''جب اوزاعی ان ضعیف راویوں سے منکر روایتیں نقل کریں اور آپ کو ان کو حذف کر کے ان کی جگہ ثقہ راویوں کے نام ذکر کر دیں تو پھر اوزاعی کو ضعیف راوی قرار دینا چاہیے''

ولید نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔

(۱) الباعث الحثیث ص ۶۰

مدلسین کے الفاظ ان کے خبث باطن کی غمازی کرتے ہیں، مثلاً بعض مدلسین اپنے شیخ کی تعظیم کے لئے ایک مبہم اور متشابہ لفظ بولتے ہیں اور اس طرح کسی شہر یا قبیلہ کی عظمت وفضیلت کے پردہ میں شیخ کی عظمت جتانا چاہتے ہیں۔ مثلاً ایک مصری شخص کہے کہ **حدثنی فلان بالاندلس** (مجھے اندلس کے فلاں شخص نے حدیث سنائی) اور اندلس سے مراد وہ مقام ہو جو "**القرافة**" میں واقع ہے یا "**زقاق حلب**" کہے اور قاہرہ کی ایک جگہ مراد لے یا ایک بغدادی شخص کہے **حدثنی فلان بما وراء النهر** (یعنی ماوراء النہر کے شخص نے مجھے حدیث سنائی) اور اس سے مراد یہ لے کہ دریائے دجلہ [1] کے پار اس نے مجھے حدیث سنائی یا یوں کہے کہ "رقہ" میں مجھے حدیث سنائی اور "رقہ" (ایک شہر کا نام ہے) دریائے دجلہ کنارہ پر ایک باغ مراد لے یا دمشق کا رہنے والا یوں کہے کہ "مجھے فلاں شخص نے کرک میں حدیث سنائی" اور کرک سے "کرک نوح" مراد لے جو دمشق کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔

ان تمام الفاظ سے سامع کے ذہن میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ شخص طلب حدیث میں کافی سفر و سیاحت کر چکا ہوگا۔ حافظ بن حجر عسقلانی اس ملمع سازی اور دجل وفریب کو "تدلیس البلاد" سے تعبیر کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ "تدلیس الشیوخ" سے ملتی جلتی ایک اصطلاح ہے۔ [2]

بعض تدلیس پیشہ محدثین تدلیس میں لطف ولذت محسوس کرتے تھے۔ انہیں مذاق کا یہ انداز بڑا پسند آتا تھا کہ سہل انگاری سے ایک مبہم روایت بیان کرتے پھر اس پر ندامت کا اظہار کرنے لگتے۔ ہُشیم [3] بن بشیر سے دریافت کیا گیا آپ کو تدلیس پر کیا چیز آمادہ کرتی ہے؟ ہشیم نے کہا "تدلیس میں بڑی لذت ہے"۔ [4]

---

(۱) ماوراء النہر کے بارے میں سمعانی کا واقعہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ (۲) التوضیح ج۱ ص ۳۷۲ (۳) ہشیم بن بشیر بہت بڑے حافظ تھے، ہشیم نے امام زہری عمر بن دینار، منصور بن زاذان، حصین بن عبدالرحمن ابو بشر ایوب سختیانی اور بہت سے لوگوں سے حدیثیں سنیں۔ امام ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں "ہشیم کے حافظ ہونے میں شبہ کی مجال نہیں۔ البتہ اس میں تدلیس کا عیب پایا جاتا تھا اس نے ایسے لوگوں سے روایات کی جن سے اس کا سماع ثابت نہیں" ہشیم نے ۱۸۳ھ میں وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۲۴۸) (۴) الکفایۃ ص ۳۶۱

ایک روز ہشیم کے تلامذہ نے باہم اتفاق کیا کہ ان کی تدلیس کو قبول نہیں کریں گے ہشیم کو پتہ چل گیا۔ وہ جو حدیث بھی ذکر کرتا اس کی سند یوں بیان کرتا:

''مجھے حصین اور مغیرہ نے ابراہیم سے حدیث سنائی۔''

جب فارغ ہوا تو پوچھا کیا آج میں نے تدلیس سے کام لیا یا نہیں؟ وہ کہنے لگے ''نہیں''، ہشیم نے کہا ''میں نے جو حدیثیں ذکر کیں ان میں سے مغیرہ سے ایک حرف بھی نہیں سنا، میں نے یوں ہی بلا سماع مغیرہ کا نام ذکر کر دیا تھا''۔ (۱)

مذکورہ صدر واقعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ہشیم نے محسوس کر لیا تھا کہ تدلیس کا مذاق کرنے کی کچھ حدود ہیں، اسی لئے اس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس نے یہ روایتیں مغیرہ سے نہیں سنیں

مدلسین عام طور سے تدلیس کا اعتراف کر لیا کرتے تھے خصوصاً جب کوئی شخص ان کے اس عیب کا کھوج لگانے میں کامیاب (۲) ہو جاتا، اکثر یوں ہوتا کہ تدلیس پیشہ محدثین اپنی مبہم عبارتوں سے رجوع کر کے اپنے حقیقی سماع کی تصریح صاف صاف لفظوں میں کر دیا کرتے تھے اور لوگوں کو تدلیس پر مبنی احادیث روایت کرنے سے روک دیتے۔

علی بن خشرم کہتے ہیں ہم ابن عُیینہ (۳) کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے زہری سے حدیث بیان کی تو کسی نے پوچھا ''کیا زہری نے خود تمہیں حدیث سنائی تھی؟'' خشرم نے کہا

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۵ نیز التدریب ص ۷۹ اس قسم کی تدلیس کو ''تدلیس العطف'' کہتے ہیں، جیسا کہ قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں۔ ہشیم نے مذکورہ صدر عبارت میں حدثنی حصین و مغیرہ کہا حالانکہ اس نے مغیرہ سے ایک حرف بھی نہیں سنا۔ البتہ حصین نے مغیرہ سے بہت حدیثیں سنیں۔ حصین سے یہاں حصین بن عبدالرحمٰن مراد ہے۔ سیوطی نے التدریب میں اس پر روشنی ڈالی ہے (۲) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۴ نیز التدریب ص ۷۹ (۳) علامہ حافظ شیخ الاسلام سفیان بن عیینہ بن میمون ابو محمد ہلالی کوفی مشہور محدث تھے۔ عمرو بن دینار زہری، زیاد بن علاقہ، ابو اسحاق، اسود بن قیس زید بن اسلم، عبداللہ بن دینار، منصور بن معتمر اور عبدالرحمٰن بن قاسم سے حدیثیں سنیں۔ سب ائمہ حدیث ان کی روایت سے احتجاج کرنے پر متفق ہیں۔ مگر یہ ثقات کی روایات میں تدلیس کیا کرتے تھے ۱۹۸ھ میں فوت ہوئے (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۶۲)

’’نہ میں نے زہری سے سنا اور نہ اس شخص سے جس نے زہری سے براہ راست سنا ہو، یہ حدیث مجھے عبدالرزاق نے معمر سے اور معمر نے زہری سے سن کر بتائی تھی‘‘۔ (۱)

بعض اوقات اس پر تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے کہ ابن عیینہ اور ہشیم جیسے عظیم محدثین کیونکر تدلیس کے مرتکب ہوئے؟ خصوصاً جب کہ محدثین میں بڑے حافظ وضابط اور امین سمجھے جاتے تھے۔ دراصل اس میں حیرت واستعجاب کی کوئی بات نہیں کیونکہ بہت کم لوگ تدلیس سے محفوظ رہے تھے۔ (۲)

اس کی حد یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی تدلیس سے بچ نہ سکے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بہت کم اور بقول بعض علماء صرف چار حدیثیں سنی تھیں۔ دیگر احادیث انہوں نے صحابہ سے سنیں، مگر بایں ہمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ صحابی کا نام ذکر نہیں کرتے اور صاف کہتے ہیں نبی ﷺ نے یوں فرمایا۔ (۳)

ابن عیینہ اور ہشیم کی عظمت وفضیلت کا خصوصی پہلو یہ ہے کہ یہ دونوں بخاری ومسلم کے رُواۃ ورجال میں سے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کی عظیم خصوصیت ہے اس فضیلت کا تقاضا یہ

---

(۱) التوضیح ج ۱ ص ۳۵۔ نیز التدریب ص ۷۸۔ اس کو ’’تدلیس القطع‘‘ کہتے ہیں۔ کیونکہ راوی روایت کے الفاظ میں قطع وبرید سے کام لیتا ہے۔ وہ اپنے شیخ کو صرف ’’فلاں‘‘ سے تعبیر کرتا ہے جیسے ابن عیینہ کی روایت میں گزر چکا ہے۔ راوی اس قسم کی تدلیس میں شیخ کا نام بتعیین بیان نہیں کرتا۔ ابن عیینہ نے مذکور صدر عبارت میں یہ نہیں بتایا کہ زہری نے ان کو یہ حدیث سنائی۔ ہم قبل ازیں ’’تدلیس الاسناد‘‘ میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں ایک جدید استنباط کے لئے ہم نے اسے دوہرایا ہے۔ (۲) امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں ’’بنابریں کوئی شخص بھی تدلیس کے عیب سے محفوظ نہیں رہا خواہ امام مالک ہو یا کوئی اور شخص‘‘ (التدریب ص ۷۷) (۳) التوضیح ج ۱ ص ۳۴ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ اس کو تدلیس کے بجائے ’’مراسیل صحابہ‘‘ سے تعبیر کرنا زیادہ قرین عقل وقیاس ہے، علماء مراسیل صحابہ سے احتجاج کرتے ہیں، محدثین اس کے ساتھ ساتھ مرسل اور مدلس روایات میں فرق بھی کرتے ہیں جیسا کہ آگے چل کر ہم اس پر روشنی ڈالیں گے اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابن عباس کی اکثر روایات مرسل ہیں، البتہ بعض روایتوں میں ایسا خفا واشتباہ پایا جاتا ہے جو تدلیس سے قریب تر ہے اس لئے ہم اپنے الفاظ دہراتے ہیں کہ تدلیس سے بہت کم محدثین محفوظ رہے ہیں۔

تھا کہ ان پر اور صحیحین کے دیگر رواۃ مثلاً اعمش [۱] قتادہ [۲] حسن بصری [۳]، عبدالرزاق [۴] اور ولید بن مسلم [۵] پر تدلیس کا جو الزام عائد کیا جاتا ہے محدثین ان کی جانب سے اس کا دفاع کرتے۔ علمائے حدیث ایک خاص عذر کی بناء پر ابن عیینہ کی تدلیس قبول کرتے ہیں [۶] وہ

---

(۱) اعمش کا نام سلیمان بن مہران کرخی ہے۔ آپ علاقہ کے رہنے والے تھے۔ اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان سے حدیثیں یاد کی تھیں۔ آپ تابعین صغار میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان میں تدلیس کا عیب پایا جاتا ہے (المیزان) ذہبی کہتے ہیں ''بعض اوقات اعمش ضعیف راویوں کی روایت بھی تدلیس کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اس وقت پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس سے روایت کر رہے ہیں اعمش جب ''حدثنا'' کہتے ہیں تو تدلیس کا ڈر نہیں ہوتا اور جب ''عن'' سے روایت کرتے ہیں تو اس میں تدلیس کا احتمال ہوتا ہے'' آپ ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے۔ (۲) قتادہ بن دعامہ بن عزیز دوسی بصری نابینا تھے۔ یہ بڑے حافظ، علامہ اور ثقہ راوی تھے، یہ عبد بن سرجس انس بن مالک سعید ابن المسیب اور ابوالطفیل سے روایت کرتے ہیں قتادہ مشہور مدلس راوی تھے ابن معین کہتے ہیں ''قتادہ کا سماع سعید بن جبیر اور مجاہد سے ثابت نہیں'' شعبہ کہتے ہیں ''قتادہ کا سماع ابورافع سے ثابت نہیں'' واسط کے شہر میں طاعون سے ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے۔ (۳) حسن بن ابی الحسن یسار بصر کبار تابعین اور مشہور عابد وزاہد علماء میں شمار ہوتے تھے، المیزان میں لکھا ہے کہ حسن بصری ثقہ راوی تھے مگر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بتدلیس روایت کرتے تھے جب حدثنا کہہ کر روایت کرتے ہیں تو پھر تدلیس کا احتمال باقی نہیں رہتا ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ (۴) عبدالرزاق بن ہمام صنعانی حسب بیان المیزان بڑے ثقہ راوی تھے۔ مگر تدلیس کے مرض میں گرفتار تھے ۲۱۱ھ میں وفات پائی۔ (۵) ولید بن مسلم ابوالعباس دمشقی ثقہ راوی اور شام کے بہت بڑے عالم تھے (المیزان) ابومسہر کا قول ہے کہ ولید مدلس تھے اور بسا اوقات جھوٹے راویوں سے بتدلیس حدیثیں بیان کرتے۔ جب ولید ابن جریج اور اوزاعی سے بہ لفظ ''عن'' روایت کرتے ہیں تو وہ قابل اعتماد نہیں کیونکہ وہ جھوٹے راویوں سے تدلیس کرتے ہیں۔ جب حدثنا کہہ کر روایت بیان کرتے ہیں تو وہ حجت ہوتی ہے۔ آپ ۱۹۵ھ میں فوت ہوئے (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۰۲) (۶) یہ تمام مشاہیر ائمہ بخاری و مسلم کے رواۃ میں شمار ہوتے ہیں اور اس کے باوصف ان میں تدلیس کا عیب پایا جاتا ہے۔ صاحب التوضیح نے اس طرف اشارہ کیا ہے (توضیح الافکار ج ۱ ص ۳۵۳، ۳۵۴ نیز التدریب ص ۸۰)

عذر یہ ہے کہ حالت تدلیس میں وہ ابن جریج (۱) اور معمر (۲) کا حوالہ دیتے ہیں۔ محدث ابن حبان (۳) ابن عیینہ کی تدلیس کی وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ وصف سفیان کے سوا اور کسی میں نہیں پایا جاتا کہ آپ ثقہ اور صاحب حفظ وضبط راویوں سے بتدلیس روایت کیا کرتے تھے۔ سفیان کی کوئی روایت ایسی نہیں جس میں تدلیس کی ہو اور اپنا سماع کسی ثقہ راوی سے بیان نہ کیا ہو''۔ (۴)

صحیحین کے جو راوی تدلیس میں مشہور ہیں ان کے بارے میں محدثین نے عام عذر یہ بیان کیا ہے کہ ان کی تدلیس مبنی پر کذب نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں یک گونہ ابہام وخفا پایا جاتا ہے۔ ان کی روایت میں ایک طرح کا سماع پایا جاتا ہے مثلاً وہ کہتے ہیں سمعت حدثنا اخبرنا وغیرہ۔

اس امر کا بھی احتمال ہے کہ امام بخاری ومسلم نے تدلیس کرنے والے راوی کے سماع پر اعتماد نہ کیا ہو بلکہ ان کے یہاں کوئی دوسری روایت موجود ہو جس سے اس حدیث کی صحت معلوم ہوتی ہو امام بخاری ومسلم نے تدلیس کرنے والے راوی کی روایت کو اس لئے اختیار کیا کہ اس کی امانت ودیانت مسلم ہے۔ اور اس کی حدیث کو ضعیف تصور نہیں کیا جاسکتا نیز یہ کہ تائید ومتابعت کرنے والوں میں کوئی راوی بھی ایسا نہ تھا جو تدلیس کرنے والوں کے مرتبہ ومقام کا راوی ہوتا یا ان کی طرح شہرت وفضیلت کا حامل ہوتا (۵) (لہٰذا انہوں نے متابعت کرنے والوں کے بجائے مدلس راوی کی روایت کو ترجیح دی)۔ (۶)

(۱) ابن جریج مکہ کے بڑے فقیہ تھے ان کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رومی تھا۔ ابن جریج نے سب پہلے کتابوں میں حدیث جمع کیں۔ ۱۵۰ھ میں وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۹، ۱۷۰) (۲) معمر بہت بڑے امام اور حافظ حدیث تھے ان کا نام معمر بن راشد کنیت ابوعروہ، اور نسبت ازدی ہے۔ ۱۵۲ھ میں وفات پائی (تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۰، ۱۹۱) (۳) ابن حبان عظیم حافظ حدیث اور کثیر التصانیف عالم تھے۔ پورا نام محمد بن حبان بن احمد بن معاذ یمنی دارمی اور بستی ہے انکی کنیت ابوحاتم ہے۔ انہوں نے ''التقاسیم والانواع'' نامی کتاب پانچ جلدوں میں تصنیف کی یہ کتاب ایک انوکھی ترتیب کے مطابق لکھی گئی ہے۔ ۳۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ (۴) التدریب ص ۷۹۔ (۵) التدریب ص ۸۰ (۶) التوضیح ج ۱ ص ۳۵۶

بعض نقاد حدیث کا خیال ہے کہ صحیحین کے بعض راویوں پر جو تدلیس کا الزام عائد کیا گیا ہے اس سے بہتر ہے کہ اس کو "مرسل خفی" کے نام سے یاد کیا جائے۔ ان کے نزدیک مدلس اور مرسل خفی کے مابین بہت دقیق فرق پایا جاتا ہے۔

تدلیس اور مرسل خفی:

تدلیس کی اصطلاح اس راوی کے ساتھ مختص ہے جو ایسے شخص سے روایت کرے جس کے ساتھ اس کی ملاقات عام طور سے معروف ہو۔ اگر وہ شخص اس کا ہم عصر ہو اور اس کی ملاقات اس کے ساتھ مشہور نہ ہو تو اسے "مرسل خفی" کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

> "جو شخص تدلیس کی تعریف میں محض معاصرت بلا ملاقات کو کافی سمجھتا ہے اس کے نزدیک تدلیس اور مرسل خفی دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ مرسل اور خفی دونوں ایک نہیں بلکہ علیحدہ علیحدہ اصطلاحیں ہیں"۔ (۱)

تدلیس کے اثبات کے لئے معاصرت کے ساتھ ملاقات کے ضروری ہونے کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ سب محدثین کے نزدیک مخضرمین مثلاً ابوعثمان نہدی (۲) اور قیس بن ابی حازم (۳) کی نبی کریم ﷺ سے روایت ارسال کے قبیل سے ہے تدلیس نہیں ہے اگر تدلیس میں صرف ہم زمانہ ہونا کافی ہوتا تو ان لوگوں کی روایت کو تدلیس قرار دینا چاہیے تھا کیونکہ یہ آنحضور ﷺ کے ہم عصر تھے مگر یہ معلوم نہیں کہ آپ سے ان کی ملاقات ہوئی یا نہیں۔ (۴)

---

(۱) شرح نخبۃ ص ۱۸۔ (۲) ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمٰن بصری ہے۔ اس نے آنحضور ﷺ کا زمانہ پایا تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ مدینہ آیا اور صحابہ کی ایک جماعت سے حدیثیں سنیں ۱۰۰ھ یا اس کے کچھ مدت بعد وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۵) (۳) قیس بن ابی حازم ابوعبداللہ احمسی کوفہ کے مشہور محدث تھے۔ کوفہ سے آنحضور ﷺ کی بیعت کے ارادہ سے نکلے۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ آپ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ قیس نے خلفائے اربعہ اور متعدد صحابہ کرام سے حدیثیں سنیں ان کی روایات کو حجت قرار دیا جاتا ہے ۹۷ھ یا ۹۸ھ میں وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۱) (۴) شرح نخبہ ص ۱۹

خطیب بغدادی نے مدلس اور مرسل کے درمیان فرق وامتیاز کے سلسلہ میں بڑی فیصلہ کن بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں:

''اگر راوی یہ بیان کردے کہ جس شیخ کا نام اس نے ذکر کیا ہے اس نے اس سے حدیث نہیں سنی تو اس کی وضاحت کے بعد وہ ارسال کرنے والا ہوگا مدلس نہیں ہوگا اس لئے کہ ارسال کرنے والا سامع کو یہ تاثر نہیں دیتا کہ اس نے سنا ہے حالانکہ اس نے سنا نہیں ہوتا البتہ جس تدلیس کا ذکر ہم نے کیا ہے وہ لامحالہ ارسال پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے کہ مدلس اس شخص کا ذکر نہیں کرنا چاہتا جس سے وہ تدلیس کرتا ہے مدلس اور مرسل کے درمیان فرق یہ ہے کہ مدلس سامع کو اس بات کا تاثر دیتا ہے کہ اس نے سنا حالانکہ اس نے سنا نہیں ہوتا اس لئے یہ تدلیس ارسال کو متضمن ہے البتہ ارسال تدلیس کو شامل نہیں ہے کیونکہ ارسال میں سامع کو اس وہم میں مبتلا کرنا نہیں ہوتا کہ اس نے سنا ہے حالانکہ سنا نہیں ہوتا اسی لئے علماء ارسال کرنے والے کی مذمت نہیں کرتے مگر مدلس کو ناپسند کرتے ہیں۔[1]

حدیث مدلس کے جملہ اقسام کے ضعیف ہونے کا سبب واضح ہے اور وہ یہ کہ اس میں ثقاہت کی شرط مفقود ہوتی ہے۔ ابن المبارک نے کیا خوب کہا ہے:

دلس للناس احادیثه　　　　والله لا یقبل تدلیسًا[2]

''اس نے حدیثوں میں تدلیس کا عیب پیدا کر دیا اور اللہ تعالیٰ تدلیس (دھوکہ فریب) کو پسند نہیں کرتا۔''

(۵) معلل:

معلل[3] اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی ایسی علت کا پتہ چلے جس سے حدیث

(۱) الکفایہ ص ۳۵۷ (۲) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۳۔ (۳) اس کو معلول بھی کہتے ہیں جیسا کہ بخاری ترمذی اور امام حاکم کے یہاں مستعمل ہے لغۃً بہتر یہ ہے کہ ''معلل'' ایک لام سے بولا جائے اس لئے کہ یہ اَعَلَّ ماضی سے اسم مفعول ہے معلّل علّل فعل ماضی سے اسم مفعول ہے علّل کے معنی ہیں کسی چیز کے ساتھ مشغول رکھنا یہ فعل محدثین کے یہاں مستعمل نہیں ہے۔

میں قدح وارد ہو جاتی ہو اگرچہ بظاہر وہ حدیث علل سے سالم[۱] نظر آتی ہو۔

حدیث کی علت معلوم کرنے کے لئے وسعت علم قوت حافظہ اور فہم دقیق کی ضرورت ہے اس لئے کہ علت ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا پتہ بسا اوقات علوم حدیث میں مہارت رکھنے والوں کو بھی نہیں چلتا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''یہ حدیث کے نہایت دقیق وعویص (مشکل) علوم میں سے ہے علت کی پہچان میں صرف وہی شخص ماہر ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالی نے روشن دماغی قوت حافظہ مراتب رواۃ کی پہچان اور اسانید ومتون میں مہارت تامہ سے نوازا ہو''۔[۲]

بعض اوقات ایک دانشمند اور علم حدیث میں مہارت رکھنے والا القاء ربانی اور شرح صدر کی بناء پر بھی حدیث کی کسی مخفی علت سے آگاہ ہو جاتا ہے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں اس لئے کہ حدیث کا علم کسی کے پڑھانے سے نہیں الہام ربانی سے حاصل ہوتا ہے۔[۳]

عبدالرحمٰن بن مہدی[۴] فرماتے ہیں:

''حدیث کی پہچان ایک الہام ہے اگر تم کسی علل حدیث کے عالم سے کہو کہ فلاں علت کی کیا دلیل ہے؟ تو وہ اس کا کچھ جواب نہیں دے سکے گا''۔[۵]

عبدالرحمٰن بن مہدی سے کہا گیا ''آپ کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے اور کسی کو ضعیف ٹھہراتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟'' فرمایا ''اگر تم کسی صراف کو اپنے درہم دکھاؤ اور وہ کہے کہ یہ کھرے ہیں اور وہ کھوٹے ہیں تو آیا تم اس کی بات تسلیم کرو گے یا اس کی دلیل طلب کرو گے؟'' سائل نے کہا ''میں اس کی بات مان لونگا''۔ عبدالرحمٰن نے فرمایا ''تو حدیث کا معاملہ بھی اسی طرز کا ہے کیونکہ اس میں طویل صحبت مناظرہ اور مہارت کی ضرورت ہے''۔[۶]

---

(۱) التدریب ص ۸۹ (۲) شرح نخبہ ص ۲۱ نیز التوضیح ج ۲ ص ۲۹۔ (۳) الجامع ج ۹ ص ۱۷۷ (۴) امام عبدالرحمٰن بن مہدی بن حسان ابو سعید بصری بہت بڑے حافظ حدیث تھے امام احمد بن حنبل ان کے بارے میں فرماتے ہیں وہ یحیی القطان سے بڑے فقیہ اور وکیع سے زیادہ ثقہ راوی تھے ۱۹۸ھ میں وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲۹) (۵) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۳۔ (۶) التدریب ص ۸۹ نیز الباعث الحثیث ص ۷۱ عبدالرحمٰن بن مہدی نے مزید فرمایا اگر مجھے ایک حدیث کی علت کا پتہ چل جائے تو یہ بات مجھے بیس نئی حدیثیں لکھنے سے زیادہ عزیز ہے۔ (الجامع ج ۱ ص ۱۹۱ نیز معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۲)

اسی لئے خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

''علم حدیث کے طالب کو صراف کی طرح کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرنے والا ہونا چاہیے جس طرح درہم کھوٹے بھی ہوتے ہیں اور کھرے بھی حدیث کی بھی یہی حالت ہے''۔(۱)

چونکہ علل حدیث کا فن نہایت دقیق وعویص ہے اور اس میں بڑی طویل ممارست کی ضرورت ہے اس کے اس موضوع پر بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں (۲) اس ضمن میں سب سے زیادہ قابل قدر کتاب امام بخاری کے استاد محترم علی بن المدینی نے ''کتاب العلل'' کے نام سے تحریر کی (۳) اس فن پر ایک کتاب خلال (۴) اور دوسری ابن ابی حاتم نے تحریر کی ابن ابی حاتم (۵) کی کتاب مصر میں دو جلدوں میں چھپ چکی ہے اس ضمن میں جو کتاب ہم تک پہنچیں ان میں سنن ترمذی کے آخر میں امام موصوف کی کتاب العلل ہے مگر وہ بہت مختصر ہے۔

ابن رجب (۶) نے کتاب العلل ترمذی کی شرح لکھی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے بھی ایک ''کتاب العلل'' کے موضوع پر لکھی تھی مگر وہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی (۷) ابو الحسن دارقطنی (۸) نے اس موضوع پر اس قدر جامع کتاب تحریر کی ہے کہ اس سے بہتر کتاب لکھنا تقریباً ناممکن ہے (۹) البتہ اس کی جمع وتالیف کا فریضہ ان کے شاگرد

---

(۱) الجامع ج۹ص۱۷۷ (۲) شرح نخبہ ص۲۱ (۳) التدریب ص۹۱ (۴) احمد بن محمد بن ہارون بغدادی حنبلی کی کنیت ابو بکر ہے آپ خلال کے نام سے مشہور تھے آپ کی کتاب کئی جلدوں میں ہے (الرسالۃ المستطرفۃ ص۱۱۱) (۵) (الرسالۃ المستطرفۃ ص۱۱۱) (۶) حافظ زین الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد بن حسین بن محمد بغدادی دمشقی حنبلی المعروف ابن رجب متوفی ۷۹۵ھ (الرسالۃ المستطرفۃ ص۱۱۱) (۷) دیکھئے مخطوط الظاہریہ مجموعہ ۴۰ یہ چھوٹے سائز کے ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے اس میں چند رسائل اور بھی یکجا مجلد ہیں جن کی ضخامت ۳۲۵ صفحات تک پہنچتی ہے ان رسائل کا انداز تحریر الگ الگ ہے۔ (۸) دارقطنی کا نام علی بن عمر بن احمد بن مہدی کنیت ابو الحسن اور دارقطنی کے نام سے مشہور تھے دارقطنی بغداد میں ایک محلے کا نام ہے آپ امیر المومنین فی الحدیث کہلاتے تھے سنن دارقطنی آپ کی تالیف ہے آپ نے ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص۱۹) (۹) اختصار علوم الحدیث ص۷۰

حافظ ابو بکر البرقانی (۱) نے ادا کیا۔ اسی طرح امام بخاری یعقوب بن ابی شیبہ (۲) الساجی (۳) ابن الجوزی (۴) اور ابن حجر (۵) کی جانب بھی علل الحدیث کے موضوع پر بعض کتابیں منسوب کی گئی ہیں۔

علت زیادہ تر اس سند میں پائی جاتی ہے جو بظاہر شروط صحت کی جامع ہو۔ اس صورت میں علت کی پہچان راوی کے متفرد ہونے سے ہوتی ہے یا اس بات سے کہ دوسرا راوی اس کی مخالفت کرتا ہو مزید براں اس کے ساتھ کچھ اور قرائن بھی جمع ہو جاتے ہیں جس سے ناقد حدیث پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ اس حدیث میں وہم ہے یا موصول کو مرسلاً اور مرفوع کو مرفوعاً روایت کیا گیا ہے یا ایک حدیث دوسری میں داخل ہو گئی ہے جس سے گمان غالب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے یا راوی شک کی بنا پر روایت کرنے میں توقف کرتا ہے۔ (۶)

چونکہ اسناد میں بکثرت علل کے وقوع پذیر ہونے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے راوی کو چاہیے کہ امکانی حد تک اس کی علت بیان کر دے (۷) جس طرح راوی جب کوئی معلول حدیث بیان کرر ہا ہو تو اسے چاہیے کہ اس کی علت واضح الفاظ میں بیان کر دے۔ (۸)

معلل حدیث کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کے تمام طرق و اسانید کو جمع کر کے راویوں کے اختلاف اور ضبط و اتقان کو دیکھا جائے محدث علی بن المدینی فرماتے ہیں:

"جب تک کسی حدیث کے طرق و اسانید یکجا نہ ہوں اس کی خطا کا پتہ نہیں چلتا"۔

حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب معرفۃ الحدیث میں علل کی دس قسمیں بیان کی ہیں اور پھر ہر قسم کی مثال دے کر اسے واضح کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں:

---

(۱) (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۱۱)۔ (۲) شرح نخبہ ص ۲۱ (۳) ابو یحیی زکریا بن یحیی بصری بصرہ کے عظیم محدث تھے ۳۰۷ھ میں وفات پائی۔ امام ذہبی فرماتے ہیں ساجی نے علل الحدیث کے موضوع پر ایک مفید کتاب لکھی ہے جو ان کے تبحر علمی پر دلالت کرتی ہے (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۱۱) (۴) ابن الجوزی کی کتاب کا نام العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ ہے (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۱۱) (۵) ابن حجر کی کتاب کا نام الزہر المطلول فی الخبر المعلول ہے التدریب ص ۹۱۔ (۶) التدریب ص ۸۹ نیز التوضیح ج ۲ ص ۲۷، ۲۸ (۷) الجامع ج ۱۰ ص ۱۹۱ (۸) الجامع ج ۷ ص ۱۲۷

''علل کی چند قسمیں اور بھی ہیں جو ہم نے ذکر نہیں کیں۔ ہم نے ان کو اکثر احادیث معلولہ کی مثال کے طور پر ذکر کیا ہے تاکہ اس فن کا ماہر ان میں بصیرت حاصل کر سکے اس میں شبہ نہیں کہ علل الحدیث کی پہچان علوم الحدیث میں خاص اہمیت کی حامل ہے''۔

یاد رہے کہ علل حدیث کے انواع و اقسام ان دس قسموں [۱] میں محدود و محصور نہیں ہیں جن کا ذکر امام حاکم نے کیا ہے۔ نظر بریں ہم حدیث نبوی میں قدح وارد کرنے والے ان پوشیدہ اسباب کی توضیح کے لئے چند اہم مثالیں بیان کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

مثلاً یہ کہ ایک حدیث ایک خاص صحابی کی روایت سے صحیح اور محفوظ ہو پھر یہی حدیث ایک اور راوی سے روایت کی جائے جس کی جائے سکونت پہلے راوی یا رواۃ سے مختلف ہو تو یہ حدیث معلول ہو گی۔ مثال کے طور پر موسیٰ بن عقبہ کی ابو اسحاق سے روایت وہ ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں اور ابو بردہ مرفوعاً اپنے والد سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میں دن میں سو مرتبہ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا اور توبہ کرتا ہوں''۔ [۲]

مذکورہ بالا سند کو دیکھنے والا پہلی نگاہ میں یہ سمجھے گا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے مگر اس کی سند میں ایک مدنی راوی کوفی سے روایت کرتا ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ مدینہ کے رہنے والے جب اہل کوفہ سے روایت کرتے ہیں تو وہ غلطی کر جاتے ہیں۔ [۳]

(۲) معلول کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ایک شخص سے اس کے شیخ کے نام میں اختلاف کیا جائے یا اس کو مجہول (بلا نام) ذکر جائے مثلاً ابو شہاب سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں وہ حجاج سے وہ یحییٰ بن ابی کثیر سے وہ ابو سلمہ سے اور ابو سلمہ ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۳ تا ۱۱۹ ان اقسام عشرہ کا ذکر کیا گیا ہے سیوطی نے تدریب میں امام حاکم سے نقل کر کے یہ اقسام مع امثلہ بیان کی ہیں دیکھئے تدریب ص ۹۱ تا ۲۳۰۔ (۲) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۹۔ (۳) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۵

کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مومن بھولا بھالا اور سخی ہوتا ہے اور کافر مکار اور کنجوس ہوتا ہے"۔

محدث حاکم کہتے ہیں کہ مذکورہ صدر روایت میں علت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب سند یوں بیان کی جائے کہ ابن کثیر نے کہا میرے پاس سفیان ثوری نے حجاج سے سن کر بیان کیا اور حجاج نے ایک شخص سے روایت کیا اور اس نے ابوسلمہ سے۔

(۳) حدیث معلول کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص جس سے روایت کرتا ہو اس سے ملا ہو اور اس سے حدیثیں بھی سنی ہوں اگر خاص زیر بحث احادیث کا سماع اس سے ثابت نہ ہو۔ جب ایسی احادیث اس شخص سے بلا واسطہ روایت کرے گا تو ان میں علت یہ ہوگی کہ ان احادیث کا سماع اس سے ثابت نہیں ہے مثلاً یحیی بن ابی کثیر کی حضرت انس سے یہ روایت کہ نبی جب کسی کے گھر روزہ افطار کرتے تو فرماتے:

"روزہ داروں نے تمہارے یہاں روزہ افطار کیا"[۳] (الحدیث)

امام حاکم مذکورہ صدر حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"متعدد طرق سے یہ امر ہمارے یہاں ثابت ہو چکا ہے کہ یحیی بن ابی کثیر کی روایت انس بن مالک سے درست ہے مگر یحیی نے مذکورہ صدر حدیث انس سے نہیں سنی پھر حاکم نے سند یحیی سے ذکر کیا کہ مجھے یہ حدیث کسی نے انس سے سن کر بتائی تھی (میں نے خود نہیں سنی تھی)"

(۴) حدیث معلول کی ایک صورت یہ ہے کہ حدیث کی سند بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہو مگر اس میں کوئی ایسا راوی بھی ہو جس کا سماع اپنے شیخ سے معروف نہ ہو مثلاً موسیٰ بن عقبہ سہیل بن ابی صالح سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد سے وہ ابوہریرہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۷ علامہ احمد شاکر فرماتے ہیں کہ حاکم کی بیان کردہ علت درست نہیں کیونکہ اس سند کے اور بھی شواہد اور متابعات ہیں (الباعث الحثیث ص ۷۶) (۳) حدیث کا باقی ماندہ حصہ یوں ہے نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے لئے دعا کی۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۷، ۱۱۸

''جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھا جہاں بہت شور و غل ہو برخاست کرنے سے قبل یہ کلمات کہے:

''سبحنک اللھم وبحمدک لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک''۔

تو اس سے جو گناہ اس مجلس میں صادر ہوئے تھے وہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

مروی ہے کہ امام مسلم امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جناب امام نے فرمایا:

''یہ بڑی خوبصورت حدیث ہے اور دنیا بھر میں اس مضمون کی یہ واحد حدیث ہے البتہ یہ معلول ہے یہ حدیث ہمیں موسیٰ بن اسماعیل وہیب سے سن کر بتائی وہیب نے سہیل سے اور اس نے عون بن عبداللہ سے سنی حالانکہ موسیٰ بن عقبہ کا سماع سہیل بن ابی صالح سے معروف نہیں''۔ (۱)

(۵) حدیث کے طالب علم پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ جب وہ یہ عبارت دیکھے کہ ''یہ حدیث فلاں وجہ سے معلول ہے'' تو جلدی سے فیصلہ صادر نہ کر دے کہ اس میں کوئی اصطلاحی علت قادحہ پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ بعض علماء علت کا اطلاق اصطلاحی معنی و مفہوم کے علاوہ دوسرے معانی پر بھی کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں علت ایک پوشیدہ عیب (۲) مثلاً ضعف حافظہ یا دروغ گوئی کے مترادف نہیں ہوتی بلکہ وہ علت سے حدیث کا ظاہری نقص وعیب مراد لیتے ہیں جس سے حدیث کی صحت مجروح نہیں ہوتی۔ یہ امر واضح ہے کہ ضعف حدیث کے کسی ظاہری سبب کی بناء پر حدیث کو معلل قرار نہیں دے سکتے اس لئے کہ علت غامض اور پوشیدہ عیب کا نام ہے جیسا کہ ہم مثالوں سے واضح کر چکے ہیں۔ البتہ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ علت میں پوشیدہ ہونے کی شرط غالب اکثریت کی بناء پر ہے ورنہ ایسی علل بھی حدیث میں موجود ہوتی ہیں جو بالکل واضح ہوتی ہیں۔ (۳)

محدث ابو یعلیٰ خلیلی نے اپنی کتاب ''الارشاد'' میں علت کا اطلاق حدیث کے ایسے

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۳، ۱۱۴ (۲) الباعث الحثیث ص ۷۷ (۳) التوضیح ج ۲ ص ۲۷

نقائص پر بھی کیا ہے جن سے حدیث کی صحت متاثر نہیں ہوتی مثلاً کوئی شخص ایسی روایت کو مرسلاً بیان کرے جس کو کسی ثقہ اور ضابطہ راوی نے موصولاً روایت کیا ہو۔

ابو یعلی خلیلی فرماتے ہیں:

''صحیح معلول بھی حدیث صحیح کے اقسام میں سے ہے بعض علماء حدیث شاذ کو بھی صحیح اقسام میں شمار کرتے ہیں اور اس ضمن میں اصطلاح کے دائرہ میں محدود نہیں رہتے''

وہ اس کی مثال میں موطا امام مالک کی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خادم کو لباس اور خوراک دی جائے۔ امام مالک نے یہ روایت معضلاً بیان کی ہے ابراہیم بن طہمان اور نعمان بن عبد السلام نے مالک سے روایت کیا انہوں نے محمد بن عجلان سے اس نے اپنے والد سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ اسناد کے بعد یہ حدیث صحیح ٹھہری اور معضل نہیں رہی۔ بعض محدثین کہتے ہیں یہ حدیث معلول کے برعکس ہے اس لئے کہ بظاہر معلول میں کوئی نقص نظر نہیں آتا۔ البتہ تحقیق وتلاش کے بعد اس میں نقص کا پتہ چلتا ہے بخلاف ازیں اس حدیث میں بظاہر اعضال کی علت معلوم دیتی ہے لیکن تحقیق کے بعد پتہ چلتا ہے کہ یہ حدیث موصول ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

''کسی حدیث کو ایسے وجوہ واسباب کی بنا پر معلول قرار دیا جاتا ہے جب بظاہر اس میں جرح ونقد کی گنجائش نہ ہو مجروح راوی کی حدیث کو ساقط اور ضعیف کہیں گے معلل نہیں قرار دیں گے جہاں تک علت کا تعلق ہے وہ تو ثقہ راویوں کی روایات میں بھی پائی جاتی ہے مگر انہیں وجود علت کا پتہ نہیں چلتا اور اس وجہ سے حدیث معلول ٹھہرتی ہے کسی حدیث کی حجیت ہمارے نزدیک اس کے راویوں کے فہم وحفظ اور معرفت سے ثابت ہوتی ہے''۔ (۳)

ـــ الباعث الحثیث ص ۷۷، ۷۸ نیز التوضیح ج ۲ ص ۳۳، ۳۴۔ التوضیح ج ۲ ص ۲۷۔ (۳) الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۱۱۔

مضطرب:[1]

مضطرب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی متعدد روایات ہوں اور تعدد کے باوجود ان میں اس طرح کی مساوات پائی جاتی ہو کہ کسی طرح بھی ایک روایت کو دوسری کے مقابلہ میں ترجیح نہ دی جا سکتی ہو بعض اوقات ایک ہی راوی اس حدیث کو دو یا دو سے زیادہ مرتبہ روایات کرتا ہو یا دو یا دو سے زیادہ راوی اس کو روایت کرتے ہوں۔

حدیث مضطرب کے ضعف کی وجہ اس کے رواۃ کا وہ اختلاف ہے جو ان کے حفظ وضبط میں پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف اسی صورت میں دور ہو سکتا ہے۔

جب ایک راوی کی روایت اس کے حفظ وضبط یا طول سماع کے باعث دوسری روایت کے مقابلہ میں راجح ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک روایت یا متعدد روایات کے راجح ہونے کی صورت میں حدیث کو مضطرب نہیں کہا جاتا۔[2]

یوں تو اضطراب اکثر اسناد میں واقع ہوتا ہے مگر بعض اوقات حدیث کے متن میں بھی اضطراب پایا جاتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ صرف متن حدیث کے اختلاف کی بناء پر کسی حدیث کو مضطرب کہا جائے۔[3]

سند میں اضطراب کی مثال حضرت ابو بکر کی یہ روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا سورہ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے مجھے

(۱) اضطراب وقوع خلل اور فساد نظام کو کہتے ہیں دراصل اضطراب کا اطلاق موجوں کے باہم ٹکرانے پر کیا جاتا ہے اگر مضطرب بفتح الراء پڑھا جائے تو یہ اضطراب سے اسم مکان ہوگا اور اس میں اصطلاحی معنی ومفہوم کا تحقق زیادہ نمایاں صورت میں ہوگا گویا مضطرب کے معنی ہوں گے وہ حدیث جہاں راوی یا راویوں کا اختلاف بخوبی نمایاں ہے (الفیہ سیوطی حاشیہ ص ۱۱۸) (۲) التدریب ص ۹۳۔ (۳) التوضیح ص ۴۷ حدیث مضطرب میں رواۃ درجال کا عدم وضبط واضح ہے خواہ اس کا راوی ایک ہو یا متعدد اسلئے کہ جب راوی ایک عدیث کو متعدد طریقوں سے روایت کرے تو اس میں حفظ وضبط کا اہتمام نہایت مشکل ہے کیونکہ تعدد روایت خود تناقض کی ایک قسم ہے جب مضطرب حدیث کے راوی ایک سے زائد ہوں تو وہ سب کے سب عدم ضبط میں شریک ہوں گے عدم ضبط کا ازالہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینے کے امکانات روشن ہوں۔

۲ التدریب ص ۹۳۔۔۔ ۳ شرح نخبہ ص ۲۲

بوڑھا کر دیا۔

دار قطنی کہتے ہیں یہ حدیث مضطرب ہے یہ صرف بطریق ابی اسحاق روایت کی گئی ہے اور ابو اسحاق سے روایت کرنے والوں نے دس مختلف طریقوں سے یہ روایت ان سے بیان کی مثلاً ابو اسحاق کے بعض شاگردوں نے یہ روایت ان سے مرسلا بیان کی ہے اور بعض نے موصولا بعض نے ابوبکر کی مسند بتایا بعض نے سعد کی اور بعض نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی، اس کے راوی سب ثقہ ہیں اس لئے کسی روایت کو بھی ترجیح نہیں دی جاسکتی نیز یہ کہ جمع و تطبیق کا بھی یہاں کوئی امکان نہیں۔

جو شخص ایسی متباین و مختلف حدیث پر غور کرتا ہے بعض اوقات وہ یہ سوچتا ہے کہ اس حدیث کے دس متعدد و متخالف طرق سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث صحیح نہ ہو۔ اس لئے کہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور ان کی صداقت و ثقاہت اس حد تک ہم رنگ و ہم آہنگ ہے کہ ان کی روایات میں ترجیح کا کوئی امکان نہیں یہ خیال کسی حد تک مقبول بھی ہے۔

مگر بات یہ ہے کہ کسی حدیث پر عند التعارض جو حکم عائد کیا جاتا ہے وہ اس کی روایات مختلفہ کو کئی درجات میں تقسیم کر دیتا ہے جن میں بعض روایتیں صحیح اور بعض صحیح تر ہوتی ہیں۔ مثلاً وہ حدیث جس کے راوی کے تلامذہ میں اختلاف نہ پایا جاتا ہو اس حدیث کی نسبت صحیح تر ہوگی جس میں یہ اختلاف موجود ہے اسی لئے سند میں اضطراب کو ضعف کی علامت سمجھا جاتا ہے کیونکہ روایات کا درجہ میں مساوی ہونا اور ان کا عدم تعارض صحیح حدیث کے مطابق فیصلہ صادر کرنے سے روک دیتا ہے۔ نظر بریں صحیح ہونے میں ان روایات کی مساوات گویا ضعیف ہونے میں مساوات ہے اس لئے کہ ایسی کوئی وجہ ترجیح موجود نہیں جس کی بناء پر ایک

---

[1] التدریب ص ۹۴۔

[2] التوضیح ج ۲ ص ۴۷ میں اس نظریہ کو حافظ ابن حجر کی جانب منسوب کیا گیا ہے انہوں حافظ علائی سے اخذ کیا حافظ علائی کا نام صلاح الدین ابو سعید خلیل دمشقی ثم مقدسی شافعی ہے آپ نے بیت المقدس میں ۷۶۱ھ میں وفات پائی آپ کی تصانیف جامع التحصیل فی احکام المراسیل اور اختصار جامع الاصول لابن اثیر الجزری ہیں۔ ان کا تعارف مذکورہ ذیل کتاب ہیں (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۶۲، ۶۳)

روایت پر عمل کیا جائے اور باقی کو ترک کر دیا جائے۔

متن حدیث میں اضطراب کی مثال وہ حدیث ہے جس میں بسم اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ امام مسلم اپنی صحیح مسلم میں ولید بن مسلم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے اوزاعی سے سنا کہ قتادہ نے انہیں بذریعہ تحریر حضرت انس بن مالک سے سن کر اطلاع دی کہ میں نے (انس رضی اللہ عنہ نے) نبی ﷺ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ وہ قرأت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کیا کرتے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ قرأت کے شروع میں پڑھتے اور نہ آخر میں

یہ آخری عبارت جس میں راوی صراحتاً بسم اللہ پڑھنے کی نفی کرتا ہے اس حدیث میں مضطرب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم نے اسی مسئلہ سے متعلق ایک اور روایت ذکر کی ہے جس میں بسم اللہ کا ذکر نفیاً و اثباتاً کسی طرح بھی نہیں کیا گیا۔ راوی صرف یہ الفاظ کہتا ہے کہ وہ قرأت کا آغاز الحمد رب العلمین سے کرتے تھے۔ راوی کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ قرأت کا آغاز سورہ فاتحہ سے کرتے تھے۔ اگر معاملہ اسی بات پر ختم ہو جاتا تو ہم (مسلم کی حدیث کے مقابلہ میں) صحیحین کی متفق علیہ روایت کو ترجیح دیتے اور مسلم کی روایت کو مضطرب قرار نہ دیتے مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے ایک تیسری روایت بھی منقول ہے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے بسم اللہ کے ساتھ نماز کا آغاز کرنے کے بارے میں جب دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس ضمن میں آنحضور ﷺ سے کچھ یاد نہیں ہے ظاہر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تردد اس ضمن میں قابل غور

---

[1] حافظ بن حجر نے حافظ علائی سے اضطراب فی الاسناد کی چھ قسمیں نقل کی ہیں۔

(۱) وصل و ارسال کا تعارض (۲) موقوف و مرفوع کا تعارض (۳) متصل اور منقطع ہونے کا تعارض۔

(۴) محدثین کی ایک جماعت ایک حدیث کو ایک شخص کے واسطہ سے تابعی اور وہ جمال سے روایت کرے پھر یہی شخص اس حدیث کو کسی اور تابعی مگر اسی صحابی سے روایت کرے۔ (۵) دونوں میں سے کسی ایک سند میں ایک راوی کا اضافہ۔ (۶) کسی راوی کے نام و نسب میں ایسی صورت میں اختلاف کا رونما ہونا جب دونوں میں سے ایک راوی ثقہ اور ایک ضعیف ہو یہ چھ صورتیں ہے امثلہ توضیح ج ۲ ص ۳۸، ۴۷ پر مذکور ہیں)

ہے نظر بریں بسم اللہ کی کسی روایت کو بھی وہ نفیا ہو یا اثباتا ترجیح دینا بڑا دشوار کام ہے عدم ترجیح ہی کی بناء پر ہم نے پہلی حدیث کے متن کو مضطرب قرار دیا۔

مذکورہ صدر حدیث متن حدیث میں وقوع علت کی مثال بھی بن سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ ابن الصلاح نے علوم الحدیث میں حافظ عراقی نے ابن الصلاح[1] کی کتاب کی شرح میں اور امام سیوطی نے تدریب[2] میں اس کو حدیث معلل کے طور پر ذکر کیا ہے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اس لئے کہ اضطراب بھی ایک طرح کی علت ہے۔ اضطراب واعلال میں چنداں فرق وامتیاز نہیں۔[3]

حافظ ابن حجر نے جو بات معلل کے بارے میں کہی تھی وہی محدث علائی سے مضطرب کے بارے میں منقول ہے۔ امام علائی رقمطراز ہیں:

> ''حدیث مضطرب کی پہچان علوم الحدیث کے نہایت دقیق وعویص مسائل میں سے ایک ہے۔ وہی شخص اس سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے جس کو اللہ تعالی نے روشن دماغی وسعت علم اور رواۃ ورجال کے مراتب کی پہچان میں مہارت تامہ سے نوازا ہو''۔[4]

مذکورہ صدر بیان سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب المقترب فی بیان المضطرب کی تالیف میں کس لئے دار قطنی کی کتاب العلل پر اعتماد کیا ہے بات یہ ہے کہ مضطرب اور معلل میں چنداں فرق نہیں اور اس اعتبار سے دونوں کا موضوع تقریبا ایک ہی ہے ان کی مثالیں بھی باہم ملتی ہیں۔

اس بیان سے اس امر کی بھی عقدہ کشائی ہوتی ہے کہ محدثین کرام مختلف احادیث کی

---

(۱) دیکھئے شرح کتاب ابن الصلاح ص ۹۸، ۱۰۳ (۲) التدریب ص ۸۹، ۹۱ البتہ سیوطی نے اس حدیث کو مضطرب فی المتن کی مثال کے طور پر بھی ذکر ہے وہ لکھتے ہیں میرے خیال میں مضطرب المتن حدیث کی بہترین مثال وہ حدیث ہے جس میں بسم اللہ کا ذکر کیا گیا ہے ابن عبدالبر نے اس حدیث کو مضطرب قرار دیا ہے بعض اوقات ایک حدیث مضطرب بھی ہوسکتی ہے اور معلل بھی التدریب ص ۹۵۔ (۳) التوضیح ج ۲ ص ۴۷۔ (۴) التوضیح ج ۲ ص ۳۶، ۴۷۔

توزیع وتقسیم کے حریص کس لئے تھے۔ اور روایات کے اوصاف کو مختلف انواع واقسام میں کس لئے تقسیم کرتے تھے۔

یہ دوسری بات ہے کہ ان میں سے بعض قسمیں ایک دوسری میں منقسم ومدغم ہوسکتی ہیں اقسام کا یہ تداخل اور ادغام نہ تناقص کا حامل ہے اور نہ اس سے محدثین کرام کی دیدہ ریزی اور باریک بینی کی نفی ہوتی ہے اس لئے کہ انہوں نے ایک ہی حدیث کے مختلف پہلوؤں کو دیکھا۔ جو پہلو اس بات کا مقتضی تھا کہ اس حدیث کو مضطرب قرار دیا جائے۔ اس کے پیش نظر اس کو مضطرب کا نام دیا ہے جو پہلو چاہتا تھا کہ اس حدیث کو معلل ٹھہرایا جائے۔ جب اس کی جانب نظر کی تو اس کو معلل قرار دیا۔

یہ بات پیش نظر کہ اضطراب کی بعض صورتیں حدیث صحیح وحسن کے ساتھ جمع ہوسکتی ہیں۔ یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جس کسی راوی کے نام ونسب اور اس کے والد کے نام میں اختلاف پیدا ہوا اور وہ راوی ثقہ ہو۔ ایسی حدیث کو اگرچہ مضطرب کہا جاتا ہے مگر اس کے مضطرب ہونے کی یہ معنی نہیں کہ یہ صحیح وحسن کے درجہ کی حدیث نہیں ہوسکتی۔ البتہ وہ اضطراب ضعیفِ حدیث کا سبب بنتا ہے جس کی صورتیں متناً وسنداً ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۷) مقلوب:

مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی راوی سے متن حدیث کا کوئی لفظ یا سند میں کسی راوی کا نام ونسب بدل گیا یا مقدم کو مؤخر یا مؤخر کو مقدم کیا گیا یا ایک چیز کی جگہ دوسری چیز رکھ دی گئی ہو اس تعریف سے آشکارا ہوتا ہے کہ قلب سند ومتن دونوں میں پایا جاتا ہے۔

مقلوب فی المتن کی مثال صحیح مسلم کی وہ روایت ہے جس میں ان سات آدمیوں کا

(۱) التدریب ص ۹۵۔ (۲) التدریب ص ۹۱۔ (۳) امام سیوطی تدریب ص ۹۵ پر زرکشی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ قلب اضطراب اور شذوذ حدیث صحیح اور حسن کے ساتھ جمع بھی ہوسکتے ہیں یعنی جو حدیث مقلوب مضطرب یا شاذ ہو وہ صحیح اور حسن کے درجہ کی حدیث ہوسکتی ہے۔ (۴) الباعث الحثیث ص ۷۸۔ (۵) یہ تعریف ہم نے مقلوب کی تمام قسموں کے پیش نظر کی ہے۔

ذکر کیا گیا ہے جو روز قیامت سایہ خداوندی کے نیچے ہوں گے۔ اس حدیث[1] میں مذکور ہے کہ "وہ آدمی جس نے پوشیدہ صدقہ دیا حتی کہ اس کا بایاں ہاتھ جو خرچ کرتا ہے دائیں کو بھی اُس کا پتہ نہیں چلتا"۔

صحیح کے الفاظ یوں ہیں:

"اس کا دایاں ہاتھ جو خرچ کرتا ہے بائیں کو اس کا پتہ نہیں چلتا"۔

مگر راوی سے حدیث کے الفاظ میں تقدیم وتاخیر واقع ہوگئی اور اس نے "دائیں" کو پہلے اور "بائیں" کو پیچھے ذکر کیا حالانکہ اصل حدیث میں الفاظ اس کے برعکس تھے۔

مقلوب فی الاسناد کی مثال وہ تقدیم وتاخیر ہے جو اکثر اسماء رواۃ میں رونما ہوتی ہے۔ مثلاً مُرہ بن کعب اور کعب بن مرہ اس لئے کہ ان میں سے ایک راوی کا جو نام ہے وہ دوسرے کے والد کا نام ہے[2] خطیب بغدادی نے اس موضوع پر ایک کتاب "رفع الارتیاب فی القلوب من الاسماء والنساب" نامی تحریر کی ہے۔

مذکورہ صدر دونوں مثالوں میں قلب سہواً واقع ہوا ہے عمداً نہیں تاہم اس سے بھی حدیث ضعیف قرار پائی ہے۔ اور اگر بالفرض یہ قلب عمداً وقوع پذیر ہوتا تو یہ حدیث موضوع اور من گھڑت کہلاتی۔

قلب عمداً یوں وقوع پذیر ہوتا ہے کہ ایک حدیث ایک راوی یا ایک خاص سند کی بناء پر

---

(۱) حدیث کے الفاظ یوں ہیں سات آدمی روز قیامت سایہ خداوندی تلے ہوں گے جب کہ اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) عادل سلطان (۲) وہ نوجوان جس نے عبادت خداوندی کے ماحول میں پرورش پائی ہو (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد سے وابستہ ہو (۴) وہ آدمی جن کی محبت فقط للہ ہو رضائے الٰہی کے لئے محبت کریں اور اسی کے لئے اسے ترک بھی کریں (۵) وہ آدمی جس کو کسی حسین اور مالدار عورت نے پکارا اور اس نے جواباً کہا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جس نے اس قدر پوشیدہ صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو صدقہ کا علم نہیں جو اس کے دائیں نے خرچ کیا (۷) وہ آدمی جس نے خلوت میں خدا کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہنے لگے (شرح نخبہ ص ۲۲ نیز التوضیح ج ص ۲۰۶) (۲) شرح نخبہ ص ۲۲ (۳) الباعث الحثیث ص ۹۷ بحوالہ شرح نخبہ ص ۲۲ (۴) شرح نخبہ ۲۲

مشہور ہوتی ہے بعض واضعین (حدیث گھڑنے والے) راوی کی جگہ ایک ایسا راوی بھرتی کر دیتے ہیں۔ جس کی روایات عام طور سے مقبول ہوتی ہیں مثلاً ایک حدیث سالم بن عبداللہ سے مروی ہو اور اس کی جگہ نافع کا نام درج کر دیا جائے یا ایک سند کی بجائے دوسری سند ذکر کی جائے۔

مثلاً حماد بن عمرو نصیبی کذاب اعمش سے روایت کرتا ہے وہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب راستہ میں تمہاری ملاقات مشرکین سے ہو تو ان کو پہلے سلام نہ کہو'' حماد نے یہ حدیث بدل دی اور اسے اعمش کی روایت قرار دیا۔ حالانکہ معروف روایت سہیل بن ابی صالح از والد خود از ابی ہریرہ ہے۔

اکثر محدثین احادیث کو بدل کر رواۃ حدیث کا امتحان لیا کرتے تھے ان کا مقصد حدیثیں وضع کرنا نہ تھا اور نہ یہ کہ ان کی تبدیل کردہ روایت بدستور موجود رہے۔ وہ صرف یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ فلاں راوی کو اپنے حافظہ پر کسی حد تک اعتماد ہے اور آیا وہ کسی کی غلط بات قبول کرتا ہے یا نہیں؟۔

خطیب بغدادی احمد بن منصور روباذی سے روایت کرتے ہیں کہ میں امام احمد اور یحیی بن معین کی رفاقت میں عبدالرزاق کے پاس گیا جب پہنچے تو یحیی بن معین نے احمد بن حنبل سے میں ابو نعیم کا امتحان لینا چاہتا ہوں امام احمد نے روکا مگر وہ باز نہ رہے۔ انہوں نے ابو نعیم

(۱) التوضیح ج ۲ ص ۹۹ (۲) سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب القرشی العدوی سادات تابعین اور علمائے کبار میں سے تھے یہ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں شمار ہوتے تھے ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۳۶۔ (۳) نافع تابعین مدینہ کے امام تھے ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے یہ ابھی بچہ ہی تھے کہ کسی لڑائی میں عبداللہ بن عمر کے ہاتھ آ گئے عمر بن عبدالعزیز نے حدیثوں کی تعلیم دینے کے لئے اور مصر بھیجا یہ بڑے ثقہ راوی اور کثیر الروایۃ تھے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ والتہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۲۔ (۴) بخاری نصیبی کو منکر الحدیث اور نسائی متروک کہتے ہیں جوزقانی کہتے کہ وہ کذاب تھا ابن حبان اس کو واضع قرار دیتے ہیں (المیزان) نیز التوضیح ج ۲ ص ۱۰۱ (۵) امام مسلم نے یہ حدیث بروایت شعبہ وثوری وجریر وابن عبدالحمید وعبدالعزیز از سہیل بیان کی ہے (التوضیح ج ۲ ص ۱۰۱) (۶) الجامع ج ۱ ص ۱۷۱۔ (۷) التوضیح ۲ ص ۱۰۲ (۸) التدریب ص ۱۰۷۔

کی روایت کردہ تیس حدیثیں ایک کاغذ پر لکھیں، ہر دس احادیث پر ایک حدیث کا اضافہ کر دیا جو ابونعیم کی روایت کردہ نہ تھی پھر ہم ابونعیم کے یہاں آئے وہ ہماری طرف آئے اور اپنے مکان کے سامنے ایک چبوترے پر بیٹھ گئے۔ امام احمد کو دائیں اور یحیی کو بائیں جانب بٹھایا میں نیچے بیٹھ گیا۔ یحیی نے ابونعیم کو دس حدیثیں پڑھ کر سنائیں ابونعیم خاموش رہا پھر گیارہویں حدیث سنائی تو ابونعیم نے کہا یہ حدیث میں نے روایت نہیں کی اس کو مٹا دیجئے۔

پھر دوسری دس حدیثیں سنائی میں اور گیارہویں حدیث پڑھی تو ابونعیم نے کہا یہ بھی میں نے روایت نہیں کی اس کو مٹا دیجئے۔ پھر آخر دس حدیثیں سنائی اور تیسری پڑھی۔ یہ دیکھ کر ابونعیم غصے سے لال پیلا ہو گیا اور امام احمد کی کلائی پکڑ کر کہا "یہ متقی آدمی ہے اس لئے اس سے ایسی حرکت سرزد نہیں ہو سکتی" پھر احمد بن منصور کی جانب اشارہ کر کے کہا یہ معمولی آدمی ہے یہ بھی ایسا نہیں کر سکتا پھر یحیی کی جانب متوجہ ہو کر کہا بدکار یہ تمہاری شرارت معلوم ہوتی ہے پھر ٹانگوں سے دھکیل کر یحیی بن معین کو چبوترہ سے اتار دیا اور اٹھ کر گھر چل دیا۔ امام احمد نے یحیی بن معین سے کہا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ یوں نہ کیجئے یہ بڑا ثقہ راوی ہے یحیی نے کہا یہ دھکے مجھے سفر سے زیادہ عزیز ہیں۔

مگر نقاد حدیث اس قسم کی فریب دہی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسی باتوں سے منع کیا ہے[۲] چنانچہ جب شعبہ نے ابان بن ابی عیاش کی مرویات کو الٹ پلٹ کر دیا تو مشہور محدث حرمی نے شعبہ پر اعتراض کیا اور کہا تھا اس نے بہت برا کیا۔[۳]

حدیث مقلوب کی پہچان کے لئے وسعت علم اور روایات واسانید میں مہارت تامہ کی ضرورت ہے جب قلب کے باوصف محدث احادیث کا پتہ چلانے میں کامیاب ہو جائے تو اس سے اس کی مہارت حدیث کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

واقعہ امتحان بخاری

اس ضمن میں خطیب بغدادی نے امام بخاری کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے جس سے امام موصوف کی عظمت وجلالت ہماری نگاہ میں دوبالا ہو جاتی ہے خطیب ذکر کرتے ہیں کہ جب

(۱) التوضیح ج ۲ ص ۱۰۲، ۱۰۳۔ (۲) کتاب مذکور ص ۱۰۲۔ (۳) التدریب ص ۱۰۷۔

امام بخاری وارد بغداد ہوئے تو علمائے بغداد جمع ہوئے انہوں نے ایک صد احادیث کے اسانید ومتون کو باہم گڈمڈ کر دیا، ایک حدیث کے متن کے ساتھ دوسری سند لگا دی علی ہذا القیاس سب احادیث کو کھچڑی بنا دیا۔ دس آدمیوں کو دس حدیثیں دے کر کہا کہ جناب امام مجلس میں تشریف فرما ہوں تو باری باری یہ حدیثیں پیش کریں۔ ایک وقت معین طے پایا اس مجلس میں دیار غیر مثلاً خراسان وغیرہ اور خاص طور پر بغداد کے محدثین جمع ہو گئے۔ جب مجلس جم گئی تو ان دس آدمیوں میں سے ایک شخص حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک حدیث کے بارے میں پوچھا امام بخاری نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ پھر دوسری حدیث کے بارے میں دریافت کیا امام نے وہی جواب دہرایا۔ دس کا یہی حشر ہوا۔ بخاری وہی الفاظ دہراتے چلے گئے، مجلس میں جو سمجھدار لوگ بیٹھے تھے وہ تاڑ گئے کہ آدمی سمجھدار ہے جو زیادہ دانشمند نہ تھے وہ سمجھے امام بخاری یہ حدیثیں سمجھنے سے قاصر رہے ہیں، پھر دوسرا آدمی آگے بڑھا اور ایک حدیث کے بارے میں پوچھنے لگا امام بخاری نے وہی جواب دیا، چنانچہ اس نے بھی دس حدیثیں سنائیں مگر امام کے جواب میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ خلاصہ یہ کہ دس آدمیوں نے باری باری سب حدیثیں سنا دیں، امام بخاری سب کے جواب میں لا اعرفہ کہتے گئے۔

جب امام بخاری نے سمجھ لیا کہ اب اور کوئی شخص باقی نہیں رہا تو پہلے شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ کی پہلی حدیث یوں تھی دوسری اس طرح اور تیسری اس طرح یہاں تک کہ دس احادیث صحیح حالت میں بیان کر دیں انہوں نے حدیث کے ساتھ اس کا اصلی متن اور سند لگا دیا اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ بھی یونہی کیا یہ دیکھ کر سب لوگوں نے آپ کے زبردست قوت حافظہ کو تسلیم کر لیا اور آپ کے آگے گردن تسلیم خم کر دی۔

حدیث مقلوب کے ضعیف ہونے کی وجہ ضبط کی کمی ہے اس لئے کہ اس میں تقدیم وتاخیر اور یہ تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے علاوہ ازیں حدیث مقلوب کے فہم وادراک میں دشواری پیدا ہو جاتی ہے اور سامع غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (التوضیح ج ۲ ص ۱۰۳)

التدریب ص ۱۰۶، ۱۰۷ نیز التوضیح ج ۲ ص ۱۰۴۔ والفیہ سیوطی حاشیہ ص ۱۲۲۔

(۸) شاذ:

حدیث شاذ کی تعریف بڑی دشوار ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ضمن میں علماء نے مستقل کتب تصنیف نہیں کیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ شاذ میں زیادہ تر دو باتیں ملحوظ رکھی جاتی ہیں۔ (۱) انفراد (۲) مخالفت۔

حدیث شاذ کی عام تعریف یہ ہے کہ "وہ حدیث جس میں ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو، اور اگر زیادہ دقیق انداز تعبیر و بیان اختیار کیا جائے تو شاذ سے وہ حدیث مراد ہوتی ہے۔ جس میں ایک مقبول راوی اپنے سے افضل راوی کی مخالفت کرر ہا ہو" حافظ بن حجر نے تصریح کی ہے کہ حدیث شاذ کی اصطلاحی اور قابل اعتماد تعریف یہی ہے۔

حافظ ابن حجر نے مذکورہ صدر تعریف میں دو مشہور اصطلاحوں کے درمیانی بعد کو امکانی حد تک دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان دونوں اصطلاحوں میں سے ایک امام شافعیؒ اور دوسری حاکم کی جانب منسوب ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

> "حدیث شاذ کا مطلب یہ نہیں کہ ثقہ راوی وہ روایت بیان کرے جو دوسرا کوئی راوی نہ کرتا ہو، بخلاف ازیں حدیث شاذ سے مراد ہے یہ ہے کہ ثقہ راوی ایک ایسی حدیث بیان کرے جو سب لوگوں کے خلاف ہو"۔

---

(۱) اس حدیث کو شاذ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جمہور سے شاذ (منفرد الگ تھلگ ہوتی ہے (التوضیح ج ۱ ص ۳۷۷) (۲) التدریب ص ۱۸ (۳) شرح نخبہ ص ۱۴ (۴) امام شافعی کی ذات گرامی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ صاحب مذہب اور کثیر التصانیف امام تھے۔ آپ نے روئے زمین کو علم دین سے معمور کر دیا۔ آپ کا نام نامی واسم گرامی محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ہے، شافع کی جانب منسوب کر کے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے، آپ قرشی مطلبی اور مکی الاصل تھے۔ کنیت ابو عبداللہ تھی، آپ کی والدہ بنی آزد سے تھیں، آپ نے امام مالک صفیان بن عینیہ عبدالمالک بن ماجشوں سے حدیث پڑھی مسلم بن خالد زنجی سے فقہ کا درس لیا، آپ نے حدیث تفسیر اور فقہ وادب پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے (الرسالۃ) "الام" اور "المبسوط" خاص طور سے مشہور ہیں، مصر میں ۲۰۴ھ میں بعمر ۵۴ سال وفات پائی۔

امام شافعی کی مذکورہ بالا تعریف میں ''لوگوں'' سے ثقہ راوی مراد ہیں گویا ان کی بیان کردہ تعریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ ''حدیث شاذ وہ ہے جس میں ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو'' اس سے واضح ہوتا ہے کہ شاذ کی تعریف میں امام شافعی صرف تفرد کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ بہ یک وقت تفرد اور مخالفت دونوں کو ضروری سمجھتے ہیں البتہ امام موصوف نے یہ شرط نہیں لگائی کہ ثقہ راوی اور اوثق والی راوی کی مخالفت کرے بلکہ صرف ثقات کی مخالفت کہا ہے۔

کثیر علماء حجاز نے اسی اصطلاح کو قبول کیا ہے۔ ابن الصلاح نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ ابن کثیر نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب ثقہ راوی ایسی روایت بیان کرے جو کسی اور نے نہ کی ہو اور وہ راوی حافظ وضابط بھی ہو تو اس کی روایت کو قبول کیا جائے گا کیونکہ اگر اس حدیث کو رد کر دیا جائے تو بہت سی احادیث کا مردود ہونا لازم آئے گا اور بہت سے مسائل بلا دلائل رہ جائیں گے۔

امام ابن قیم(۴) پرزور الفاظ میں اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حدیث شاذ سے مراد یہ ہے کہ ایک راوی دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت کرے، جب ثقہ راوی ایک منفرد روایت بیان کرے اور ثقہ راویوں نے اس کی مخالفت نہ کی نہیں کہتے، اور اگر ایسی حدیث کو شاذ کہا بھی جائے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ اصلی ہو تو اس کو شاذ اصطلاح اس سے ناقابل قبول ہو جائے گی''۔(۵)

امام حاکم فرماتے ہیں:

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص۱۱۹ التدریب ص۸۱ والتوضیح ج۱ ص۳۷۷۔ (۲) اختصار علوم الحدیث ص۶۲، ۶۳۔ (۳) اختصار علوم الحدیث ص۶۲، ۶۳۔ (۴) شمس الدین ابو عبد محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن حریز الذرعی الدمشقی بہت بڑے امام حدیث تھے۔ آپ ابن قیم الجوزمیۃ کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ حنبلی المسلک تھے۔ ۷۵۱ھ میں وفات پائی۔ (۵) اغاثۃ اللھفان ص۱۶۰

''حدیث شاذ وہ ہے جس کے روایت کرنے میں ایک ثقہ راوی منفرد ہو اور اس کی تائید دوسری کسی راویت سے نہ ہوتی ہو''۔ (۱)

امام حاکم صراحتہ حدیث شاذ میں تفرد کی قید لاتے ہیں۔ وہ مخالفت کی شرط عائد تو کرتے ہیں مگر صراحت نہیں۔

اگر ثقہ راوی کی روایت کی تائید کسی اور حدیث سے ہوتی ہو تو ثقات کی مخالفت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ امام حاکم حدیث شاذ میں مؤید حدیث کے نہ ہونے کی شرط لگاتے ہیں تو گویا مخالفت کا مفہوم ان کے یہاں ضمناً معتبر سمجھا گیا ہے، دور جانے کی ضرورت نہیں۔ امام حاکم نے حدیث شاذ کی تعریف میں خود ہی یہ حقیقت الم نشرح کردی ہے۔ چنانچہ اپنی تعریف سے متصل امام شافعی کی بیان کردہ تعریف لاکر اس ضمن میں تمام مشکوک وشبہات کو صاف کر دیا ہے اور یہ بات واضح کر دی ہے کہ ان کی اپنی اور امام شافعی دونوں کی تعریف میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا، دونوں تعریفوں میں امام حاکم کے نزدیک اس حد تک تماثل وتشابہ پایا جاتا ہے کہ انہوں نے حدیث شاذ کی صرف ایک مثال بیان کر کے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ اگر چاہو تو اس کو ان (حاکم) کی بیان کردہ تعریف کی مثال بنالو اور اگر چاہو تو یوں کہو کہ یہ امام شافعی کی تعریف کی مثال ہے۔

امام حاکم نے حدیث شاذ کی مثال کے طور پر یہ روایت بیان کی ہے کہ ابوبکر محمد بن احمد موسیٰ بن ہارون سے وہ قتیبہ بن سعید سے وہ لیث بن سعد سے وہ یزید بن ابی حبیب سے وہ ابوالطفیل سے اور وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک میں جب آفتاب کے ڈھلنے سے قبل کوچ کرتے تو ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ ملا کر پڑھتے اور جب آفتاب ڈھلنے کے بعد عازم سفر ہوتے تو ظہر وعصر دونوں نمازیں ادا کر لیتے۔ پھر سفر پر روانہ ہوتے جب مغرب سے قبل کوچ کرتے تو مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ادا کرتے اور جب مغرب کے بعد سفر پر روانہ ہوتے تو عشاء کو مغرب کے ساتھ ملا کر پڑھ لیتے۔

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۹

امام حاکم مذکورہ صدر حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس حدیث کے راوی اگر چہ ثقہ ہیں مگر اس کا متن واسناد دونوں شاذ ہیں علاوہ ازیں ہم اس میں کوئی علت بیان نہیں کر سکتے اگر لیث اس حدیث کو ابوالطفیل سے روایت کرتے تو اس کی وجہ سے ہم حدیث کو معلل ٹھہراتے۔ یا یزید بن ابی حبیب ابوالزبیر سے روایت کرتے تو بھی ہم اس کو معلول قرار دیتے۔ جب اس میں یہ دونوں علتیں نہیں پائی جاتیں تو اس کو معلل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے پھر جب ہم نے غور کیا تو دیکھا کہ یزید بن ابی حبیب کی ابوطفیل سے کوئی روایت ثابت نہیں۔ نیز یہ کہ ابوالطفیل کے شاگردوں میں سے کوئی بھی اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کرتا اور نہ ان لوگوں میں سے اس کی کوئی تائید کرتا ہے جنھوں نے یہ حدیث بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ از ابوالطفیل بیان کی ہے۔ اس لئے ہم نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ یہ حدیث شاذ ہے''۔ (۱)

امام حاکم نے اس امر کی انتہائی کوشش کی ہے کہ حدیث زیر تبصرہ کو معلل نہ کہا جائے، انہوں نے صراحتہً کہا ہے کہ اس کی کوئی علت ہمارے علم میں نہیں آئی لہٰذا اس حدیث کو معلول ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کی وجہ امام حاکم کا یہ شعور واحساس ہے کہ حدیث شاذ میں جو صعوبت پائی جاتی ہے، وہ معلل میں بھی موجود ہوتی ہے۔ کسی حدیث کے ناقد کو بسا اوقات یہ بات کھٹکتی ہے کہ فلاں بات غلط ہے مگر وہ دلیل دے کر اسے منوا نہیں سکتا (۲)۔ اس لئے امام حاکم کو معلل وشاذ کے درمیان فرق کرنا پڑا۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

''معلول اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی علت معلوم ہو ما ایک حدیث دوسری میں داخل ہوگئی ہو یا راوی سے وہم سرزد ہوا ہو یا ایک واری نے روایت مرسلاً بیان کی ہو اور وہم کرنے والے نے اسی کو موصولا بیان کر دیا (۳) اگر چہ حدیث

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص۱۱۹، ۱۲۰ (۲) التدریب ص۸۱ نیز الفیہ سیوطی حاشیہ ص۹۲ (۳) معرفۃ علوم الحدیث ص۱۱۹۔

معلل کی علت پوشیدہ ہوتی ہے تاہم اس سے باخبر ہونا ممکن ہوتا ہے۔ مگر شاذ معلل کی نسبت دقیق تر ہوتی ہے اور اس کا پتہ چلانا بہت مشکل ہوتا ہے اس کا فیصلہ وہی صادر کر سکتا ہے، جو اس فن میں وسیع تجربہ رکھتا ہو، ذہین و فطین ہو اور اس علم میں اللہ تعالیٰ نے اسے انتہائی عمدہ ملکہ عطا کیا ہو"۔ [1]

حدیث شاذ میں دشواری اس لئے پیش آتی ہے کہ یہ فیصلہ صادر کرنا نہایت مشکل ہے کہ فلاں حدیث کی تائید دوسری کسی روایت سے نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس امر کا انحصار نہایت گہری طلب و تلاش اور تحقیق پر ہے۔

غالباً امام حاکم نے حدیث شاذ میں جس باریک بینی اور دقت و صعوبت کا ذکر بڑے مبالغہ آمیز طریقہ سے کیا ہے اسی بناء پر ان کو حدیث شاذ کی تعریف میں منفرد اور جمہور کی رائے سے الگ خیال کیا جاتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابن الصلاح حاکم کے نظریہ کی تضعیف کرتے اور حدیث "انما الاعمال بالنیات" کی بناء پر ان کی بیان کردہ تعریف پر اعتراض وارد کرتے ہیں۔

حدیث "انما الاعمال بالنیات" کے روایت کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ منفرد ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے صرف علقمہ اور ان سے صرف محمد بن ابراہیم نے روایت کی اور ان سے صرف یحییٰ بن سعید انصاری [2] نے ہم وہ غیر مشہور روایات قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں۔ جو علما اس حدیث کی تائید میں پیش کرتے ہیں نقاد حدیث کے تبصرہ سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے، کہ مذکورہ صدر حدیث متابعات و شواہد کے باوصف صرف اسی سند سے صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

ابن العربی کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے تیرہ مختلف سندات سے یہ حدیث روایت کی ہے ان کے اہل شہر جب ان مختلف سندات کا پتہ چلانے میں ناکام رہے تو انہوں نے ابن العربی کو ہدف طعن بنانا شروع کیا۔

ایک شاعر کہتا ہے:

(۱) التوضیح ج ا ص ۳۷۹۔ (۲) اختصار علوم الحدیث ص ۶۱ (۳) ہم قبل ازیں اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

"یا اھل حمص من بھا اوصیکم — بالبر والتقوی وصیة مشفق

فخذوا عن العربی اسماء الدحی — وخذوا الروایة من امام متقی

ان الفتی ذرب اللسان مھذب — ان لم یجد خبرا صحیحا یخلق"

(۱) اے حمص (اشبیلیہ) والو میں تمہیں ایک شفیق کی طرح نیکی اور تقوی کی نصیحت کرتا ہوں۔

(۲) عرب والوں سے تاریکی کے نام سیکھو (عربی زبان سیکھو) اور حدیث کا علم ایک متقی امام (ابن العربی) سے حاصل کرو۔

(۳) یہ نوجوان (ابن العربی) بڑا تیز زبان اور شائستہ ہے۔ اگر اس کو کوئی صحیح روایت نہ ملے تو یہ خود بھی حدیثیں گھڑ لیتا ہے۔

جب مذکورہ صدر حدیث امام حاکم کی رائے کے مطابق حدیث شاذ کی مثال نہیں بن سکتی اس لئے کہ اگرچہ یہ روایت متفرد ہے تاہم صحیح ہے اور صحیح حدیث شاذ نہیں ہو سکتی تو بکثرت احادیث ایسی ہیں جن کو جمہور نے شاذ کی مثال کے طور ذکر کیا ہے اور لطف یہ ہے کہ امام حاکم نے شاذ کی جو تعریف کی ہے وہ بھی ان پر صادق آتی ہے کیونکہ متابعات وشواہد کے نہ پائے جانے کی وجہ سے ان میں ثقات کی مخالفت موجود ہے۔ اس کی واضح ترین مثال ابوداؤد اور ترمذی کی وہ حدیث ہے جو عبدالواحد بن زیاد اعمش سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں پڑھ لے تو دائیں پہلو پر لیٹ جائے۔

مشہور محدث امام بیہقی[۳] فرماتے ہیں:

(۱) حمص سے اشبیلیہ کا شہر مراد ہے کیونکہ ابن العربی اسی شہر میں رہتے تھے اشبیلیہ کا دوسرا نام حمص بھی ہے (۲) التوضیح ج اص ۳۸۱ (۳) امام بیہقی کا نام احمد بن حسین بن علی اور کنیت ابو بکر ہے بیہق نیشاپور سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر چند دیہات کا نام ہے امام بیہقی کثیر التصنیف تھے۔ بعض علماء کے نزدیک آپ نے ایک ہزار کتابیں تحریر کیں۔ ان میں سے السنن الکبری اور دلائل النبوۃ زیادہ مشہور ہیں۔ امام بیہقی نے ۴۵۸ھ میں وفات پائی (الرسالۃ المستطرفۃ ۲۵، ۲۶)

''عبدالواحد نے اس روایت میں بہت سے راویوں کی مخالفت کی ہے۔ اس لئے کہ دیگر راویان حدیث نے فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنے کو آپ کے فعل کی حیثیت سے روایت کیا ہے قول کے طور پر نہیں صرف عبدالواحد نے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے''۔ (۱)

نقاد حدیث اس ضمن میں ابو یعلی خلیلی (۲) کی تعریف کا ذکر بھی کرتے ہیں جو انہوں نے دیگر حفاظ حدیث سے نقل کی ہے۔ ان کے خیال میں حدیث شاذ وہ ہے جس کی ایک ہی سند ہو خواہ اس کو روایت کرنے والا ثقہ ہو یا غیر ثقہ ثقہ راوی حدیث شاذ روایت کرے گا تو اس میں توقف کیا جائے گا اور اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا اسی طرح غیر ثقہ راوی کی حدیث شاذ کو بھی رد کر دیا جائے گا۔ (۳)

ابن الصلاح کو چاہیے تھا کہ جس طرح انہوں نے حاکم کی رائے کی تضعیف کی تھی اسی طرح خلیلی کے نظریہ کی بھی تردید کرتے مگر خلیلی اور امام حاکم کے نظریات میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ امام حاکم کی رائے کو جمہور کے نظریہ کے مطابق و موافق قرار دیا جاسکتا ہے۔ مگر خلیلی کی رائے کسی طرح بھی جمہور کے نظریہ سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتی۔ خلیلی صرف تفرد کو حدیث کے شاذ ہونے کے لئے کافی خیال کرتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ کسی حدیث کی مخالف بھی ہو۔ جب کہ جمہور کے نزدیک حدیث شاذ میں تفرد اور مخالفت ثقات دونوں شرطیں معتبر ہیں، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ خلیلی نے شاذ کی یہ تعریف از خود نہیں کی بلکہ حفاظ حدیث کے قول کو نقل کر دیا ہے اس لئے یہ تعریف خلیلی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ شاذ کی وہی تعریف ہے جو امام شافعی نے بیان کی اور جمہور نے اسے اختیار کیا (۴) خلیلی نے صرف

(۱) التدریب ص ۸۲ یہ شاذ المتن کی مثال ہے کیونکہ عبدالواحد ان الفاظ کے روایت کرنے میں منفرد ہے۔ باقی راویوں نے اس کو آپ کا فعل بتایا ہے قول نہیں۔ (۲) قاضی حافظ خلیل بن عبداللہ قزوینی متوفی ۴۴۶ھ آپ نے ایک کتاب الارشاد فی علماء البلاد تصنیف کی۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنے زمانہ تک محدثین اور علماء کا ذکر ترتیب بلاد کے اعتبار سے کیا ہے پھر ابن تطولفائے نے اس کو مرتب کے مطابق مرتب کیا۔ ابن تطولفائے ۸۷۹ھ میں وفات پائی (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۹۷) (۳) اختصار علوم الحدیث ص ۶۱ (۴) التدریب ص ۸۱

یہ کیا کہ علماء کی رائے کو امانت و دیانت سے نقل کر دیا۔ [1]

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر خلیلی کی بیان کردہ تعریف کو درست تصور کیا جائے تو اس سے بڑے خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس کے پیش نظر بعض اوقات لازم آئے گا کہ حدیث صحیح بھی شاذ ہو حالانکہ ہم نے حدیث صحیح کی تعریف میں یہ شرط عائد کی تھی کہ صحیح حدیث جس طرح ہر علت سے پاک ہوتی ہے اسی طرح وہ شذوذ سے بھی سالم ہوتی ہے ۔البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح محدث خلیلی حدیث صحیح کو معلول بھی کہتے ہیں اور اصطلاح کے دائرہ میں محدود نہیں رہے اسی طرح جب ثقہ راوی کسی روایت کے ذکر کرنے میں شاذ اور متفرد ہو تو وہ اس کو بھی عام اصطلاح کے خلاف حدیث صحیح و شاذ کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خلیلی حدیث شاذ کی ایک انوکھی اور نرالی تعریف کرنے کے باوجود جمہور کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ان کی رائے بھی جمہور سے ملتی جلتی ہے اور سے ہمارے اس اعتماد کو تقویت بہم پہنچتی ہے کہ خلیلی نے جمہور ہی کی رائے نقل کی ہے۔

مذکورہ صدر بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شاذ کی تعریف میں تفرد اور مخالفت دونوں شرائط کا عائد کرنا ضروری ہے۔

اور انہی دو وجوہات کی بناء پر حدیث شاذ صحیح حدیث سے جدا ہو کر احادیث صحیفہ میں شمار ہونے لگتی ہے اب یہ بات باقی رہی کہ جب ثقہ یا غیر ثقہ راوی کسی حدیث کے روایت کرنے میں متفرد ہو البتہ اس کی روایت کسی دوسری روایت کے خلاف نہ ہو تو ایسی روایت تفرد مطلق کی ایک نوع ہے۔

یاد رہے کہ حدیث فرد میں تفرد مطلق ہی کا نقص و عیب پایا جاتا ہے ہم حدیث فرد کو صحیح حسن اور ضعیف کے مشترک اقسام میں ذکر کریں گے فرد کو حدیث شاذ میں مدغم کرنے کی کوئی وجہ جواز نظر نہیں آتی۔

باقی رہی یہ بات کہ جب ثقہ راوی کسی راویت کے بیان کرنے میں متفرد ہو تو اس میں توقف سے کام لیا جائے اور جب غیر ثقہ راوی متفرد ہو تو اس حدیث کو رد کر دیا جائے۔ ان

(۱) اختصار علوم الحدیث ص ۶۱ (۲) التوضیح ص ۳۸۴ (۳) دیکھئے کتاب ہذا (علوم الحدیث) میں حدیث مخلل کی بحث۔

دونوں امور کا تعلق احتجاج وعدم احتجاج کے ساتھ ہے اور حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو حدیث احتجاج واستدلال کی صلاحیت رکھتی ہو اس کو ہم نے احادیث صحیحہ اور حسن میں شمار کیا ہے صحیح اور حسن کے علاوہ احادیث صحیحہ احتجاج کے قابل نہیں بلکہ مردود ہیں ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اوصاف القاب کا تنوع وتخالف ضروری نہیں کہ ہمیشہ اقسام واصطلاحات سے ہم رنگ وہم آہنگ ہی ہو۔ (۱)

منکر: (۲)

حدیث منکر کی دقیق ترین تعریف یہ ہے کہ منکر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ضعیف راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے حدیث منکر شاذ سے مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے کہ شاذ کا راوی ثقہ ہوتا ہے اور منکر کا روایت کنندہ ضعیف اور غیر ثقہ ہوتا ہے۔ حدیث منکر مقابل کو معروف اور حدیث شاذ کی ضد کو محفوظ کہتے ہیں اس لئے کہ منکر راوی جس حدیث کی مخالفت کرتا ہے وہ جانی پہچانی اور مشہور ہوتی ہے اگرچہ محفوظ نہیں ہوتی کیونکہ حفظ وضبط کے ایک درجہ کا نام ہے جس سے ضعیف حدیث کے راوی کو دور کی مناسبت بھی نہیں ہوتی۔

بخلاف ازیں حدیث شاذ کا راوی ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ تر حافظ وضابط بھی ہوتا ہے مگر وہ جس راوی کی مخالفت کرتا ہے وہ حفظ واتقان میں اس سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے تو گویا شاذ کا راوی مشہور حدیث کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ اس حدیث کو جو محفوظ ہوتی ہے اور اس کا راوی صاحب ضبط واتقاق ہوتا ہے۔

---

(۱) ہم قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں کہ حدیث شاذ کی تعریف میں ہم کو متخالف ومتعارض نظریات وافکار کے بیان کرنے کی ضرورت لاحق ہوگی ورنہ ہم نے وعدہ کر رکھا ہے کہ جدل ونزاع سے امکانی حد تک احتراز کریں گے۔ چونکہ شاذ کی تعریف میں بظاہر تناقض وتضاد نظر آتا ہے اس لئے ہم نے طوالت سے کام لیا؟؟ کہ ہم بظاہر متخالف نظریات میں اتحاد و یگانگت ثابت کرنے میں کامیاب رہے ہیں اس لئے بحث وجدل میں الجھے بغیر دونوں میں سے ایک نظریہ پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ (۲) منکر انکر ماضی سے اسم مفعول ہے اس کے معنی ہیں انکار کرنا اور پہچان نہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین اصطلاحی الفاظ میں لغوی مفہوم کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔ (۳) ہم قبل ازیں القاب مشترکہ میں حدیث محفوظ کا ذکر کر چکے ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''اور حدیث صحیح وحسن کے راوی کی زیادت قبول ہے بشرطیکہ وہ اس راوی کے خلاف نہ ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہو اگر ایسا راوی اس کی مخالفت کرتا ہو جو حفظ وضبط کی زیادتی یا کثرت عدد یا کسی اور وجہ ترجیح کی بناء پر اس کے مقابلہ میں ارجح ہو تو دریں صوت راجح کو محفوظ اور مرجوح کو شاذ کہیں گے اگر حدیث ضعیف اس کی مخالف ہو تو راجح کو معروف اور اس کے مقابل کو منکر کہیں گے''۔ (۱)

مگر ابن الصلاح منکر و شاذ میں فرق نہیں کرتے اور دونوں کو مترادف قرار دیتے ہیں۔

ابن الصلاح نے البرودیجی سے منکر کی یہ تعریف نقل کی ہے:

''منکر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے روایت کرنے میں کوئی شخص منفرد ہو اور دوسرے کسی طریقہ سے بھی اس کی تائید نہ ہوتی ہو''۔ (۲)

گویا حدیث منکر میں ابن الصلاح کے نزدیک صرف تفرد کا عیب پایا جاتا ہے۔اور حدیث متفرد کو اکثر محدثین مردود و منکر اور شاذ قرار دیتے ہیں۔تفرد علی الاطلاق کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

(۱) مقبول (۲) مردود

جب کوئی راوی کسی حدیث کے بیان کرنے میں متفرد ہوگا تو دیکھیں گے کہ آیا وہ روایت کسی زیادہ ثقہ راوی کے خلاف تو نہیں اگر ایسا ہے تو اس کی روایت شاذ اور مردود ہوگی اور اگر اس کی ذکر کردہ روایت کسی دوسرے راوی کی روایت کے خلاف نہیں بلکہ سرے سے کسی اور راوی نے اس قسم کی کوئی روایت بیان ہی نہیں کی تو اس منفرد راوی کو دیکھیں گے اگر یہ راوی صاحب الفظ والعدالت ضابط اور قابل اعتماد ہوا تو اس کی منفرد روایت کو بلا نقد وجرح قبول کرلیں گے اور اگر قابل اعتماد نہ ہوا تو اس کے منفرد ہونے کی بناء پر اس کی روایت کو احادیث صحیحہ میں شمار نہیں کریں گے۔ (۴)

(۱) شرح نخبہ ص ۱۲، ۱۴۔ (۲) التوضیح ج ۲ ص ۴، ۵۔ (۳) التوضیح ج ۲ ص ۶ (۴) التوضیح ج ۲ حاشیہ ص ۱۴۔

ابن الصلاح نے تفرد مطلق کی قسمیں بیان کر کے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ حدیث شاذ کی جتنی قسمیں ہیں حدیث منکر بھی اتنی ہی قسموں میں منقسم ہوتی ہے۔ ان دونوں میں ارجح راوی کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ شاذ اور منکر دونوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مقبول (۲) مردود

مذکورہ صدر بیان کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے کہ ابن الصلاح منکر و شاذ کو مترادف قرار دیتے ہیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔[1]

مگر منکر اور شاذ کو مترادف قرار دینا بعید از عقل وصواب ہے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:

المنکر الذی روی غیر الثقة — مخالفا فی نخبة قد حققه

قابله المعروف والذی رای — ترادف المنکر والشاذ نای[2]

(۱) حدیث منکر وہ ہے جو ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرتے ہوئے بیان کرے جیسا کہ (ابن حجر) نے نخبہ میں واضح کیا ہے۔

(۲) منکر کی مقابل کو معروف کہتے ہیں جو شخص منکر اور شاذ کو مترادف قرار دیتا ہے وہ غلطی پر ہے۔

امام سیوطی نے یہ طنز ابن الصلاح پر کی ہے جو شاذ اور منکر کو مترادف قرار دینے کی وجہ سے جادہ اعتدال سے دور نکل گئے۔ حافظ ابن حجر بھی ابن الصلاح پر طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جس نے منکر و شاذ دونوں کو ایک سمجھا اس نے غفلت کا ثبوت دیا۔"[3]

حدیث منکر کی واضح ترین مثال وہ روایت ہے جو ابن ابی حاتم[4] نے بطریق حبیب

---

(۱) التدریب ص۸۲ (۲) الفیہ سیوطی ص۹۳ دیکھئے شعر نمبر ۱۸۰، ۱۸۱ (۳) شرح نخبہ ص۴ (۴) عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن المنذر رازی شہری کے عظیم حافظ حدیث تھے۔ آپ کی مسند ایک ہزار اجزاء پر مشتمل ہے (الرسالۃ المستطرفۃ ص۵۴)

بن حبیب یہ حمزہ بن حبیب زیادت قاری[1] کے بھائی تھے از ابی اسحاق از عیزار از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے زبان کی پابندی کی، زکوۃ ادا کی، حج کیا روزے رکھے اور مہمان کی خاطر و مدارات کی تو وہ جنت میں جائے گا"۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ راوی منکر ہے کیونکہ دوسرے ثقہ راویوں نے یہ روایت ابو اسحاق سے موقوفاً بیان کی ہے اور یہ روایت اس کے مقابلہ میں معروف ہے۔[2]

اس امر میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہ بعض آئمہ حدیث نے محض تفرد پر بھی منکر کا اطلاق کیا ہے[3] اس لئے حدیث منکر میں علامات انکار کا وجود از بس ناگزیر ہے تا کہ حدیث کی دوسری صورتوں کے ساتھ منکر کا التباس لازم نہ آئے۔ چنانچہ منکر کی نمایاں علامت یہ ہے کہ جب اس کا تقابل دوسرے ثقہ راویوں کی روایت کے ساتھ کیا جائے تو حدیث منکر ان کے خلاف ہو حالانکہ دوسرے راویوں کی روایت جھوٹ سے پاک ہے۔[4]

بعض اوقات محدثین یوں بھی کہتے ہیں:۔

هذا انكر ما رواه فلان   اس نے فلاں روایت کی مخالفت کی ہے۔

اگر چہ جس روایت کے بارے میں یہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔ وہ ضعیف نہیں ہوتی مثلاً محدث ابن عدی فرماتے ہیں:

"اس راوی نے یزید بن عبداللہ ابن بردہ کی روایت کردہ حدیث کی مخالفت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت کی بھلائی چاہتے ہیں تو اس امت کی موجودگی میں اس کے نبی کی روح قبض کر لیتے ہیں"۔(۵)

یہ سند حسن ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں بعض لوگوں نے اس کو احادیث صحیحہ میں شمار کیا ہے۔[6]

---

(۱) یہ قراء سبعہ میں سے ایک تھے یہ عکرمہ بن ربیع کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے اعمش سے درس لیا۔(۲) شرح نخبہ ص ۱۴ (۳) التوضیح ج ۲ ص ۶ (۴) التوضیح ج ۲ ص ۷ (۵) التدریب ص ۸۵ (۶) التدریب ص ۸۵

(۱۰) متروک:

محدثین کی اصطلاح میں متروک اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی پر حدیث میں دروغ گوئی یا کسی قول وفعل کی وجہ سے فسق کا الزام عائد کیا گیا ہو یا وہ غافل طبع اور کثیر الوہم ہو۔[۱]

مثلاً صدقہ بن موسیٰ کی فرقد سے روایت جو اس نے مرہ سے اور اس نے ابوبکر سے سنی اسی طرح عمرو بن شمر کی جابر سے روایت جو اس نے حارث اعور سے اور اس نے حضرت علی سے سنی۔

مذکورہ صدر حدیث ضعیف کی ایسی دس قسمیں ہیں جو بالکل ضعیف ہیں اگرچہ ان میں بھی فرق مراتب پایا جاتا ہے اور سب کے ضعف کا درجہ مساوی نہیں ہے۔ ضعف کا یہ بعد وتفاوت حال رواۃ کے تابع ہے جس طرح حدیث صحیح بھی ہوتی ہے اور صحیح تر بھی۔ اسی طرح حدیثیں ضعیف بھی ہوتی ہیں اور اضعف (ضعیف تر) بھی امام حاکم نے اپنی معروف کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث''[۴] میں ضعیف اسانید ورجال کی بڑی عمدہ تفصیل بیان کی ہے۔

کیا موقوف مقطوع روایات احادیث ضعیفہ میں شامل ہیں؟

جیسا کہ ہم نے آغاز بحث میں عرض کیا تھا ہم نے اب تک حدیث ضعیف کی صرف انہی قسموں کا ذکر کیا ہے جو کسی خاص نام سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔

ایسی احادیث ضعیفہ جو کسی خاص نام سے معروف نہیں ہم نے ان کی طرف صرف اجمالی اشارہ کیا ہے

حدیث کی ایسی قسموں کا ذکر کرنے سے قبل جن میں صحیح وحسن اور ضعیف مشترک ہیں اور ان کے مابین کوئی امتیاز قائم نہیں کیا گیا۔ ہم دو مسئلے چھیڑنا چاہتے ہیں۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا موقوف اور مقطوع روایات کو ضعیف قرار دے سکتے ہیں؟

---

(۱) الفیہ سیوطی حاشیہ ص ۹۴۔ (۲) التدریب ص ۸۴ نیز شرح نخبہ ص ۱۴ و معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۶۔ (۳) معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۶، ۵۸۔ (۴) معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۶، ۵۸۔

(۲) دوسرا یہ کہ احادیث ضعیفہ کے جواز کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز آیا ان پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟۔

موقوف:

صحابی کے قول فعل یا تقریر کو موقوف کہتے ہیں۔

مثلاً راوی یوں کہے کہ ''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یوں کہا'' یا ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوں کیا'' یا ''حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے فلاں کام کیا گیا اور آپ نے منع نہ فرمایا''۔

خلاصہ یہ کہ حدیث مرفوع میں قول فعل یا تقریر (وہ کام جو آپ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور آپ نے اس سے روکا نہ ہو) کا صدور سرور کائنات ﷺ سے ہوتا ہے۔

بخلاف ازیں موقوف روایات میں قول وفعل یا تقریر کا ماخذ مصدر صحابی ہوتا ہے۔ اسی اساس پر بعض علماء نے موقوف روایات کو ضعیف ٹھہرایا[1] ہے اس لئے کہ مرفوع روایت کو جو تقدس حاصل ہتا ہے وہ جلیل القدر صحابہ کی روایت کے حصہ میں نہیں آیا مگر ہم اس اساس پر موقوف روایات کو ضعیف ٹھہرانے کی کوئی وجہ جواز نہیں دیکھتے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم کسی موقوف روایت میں صحیح یا حسن کے اوصاف دیکھ کر اس پر حدیث صحیح یا حسن ہونے کا فیصلہ صادر کرتے ہیں تو اس وقت ہمارا یہ فیصلہ حدیث رسول کے بارے میں نہیں بلکہ صحابی ہی کی روایت کے بارے میں ہوتا ہے۔

بناء بریں موقوف روایت کے بارے میں صحیح یا حسن ہونے کا فیصلہ مبنی بر کذب ودروغ نہیں ہوتا اور نہ ہم صحابی کی جانب ایسی بات کو منسوب کرتے ہیں جو اس نے نہ کہی ہو۔ مزید براں جب ہم موقوف روایت کو صحیح یا حسن قرار دیں تو اس سے یہ مراد نہیں لیتے کہ ہم اسکو واجب العمل سمجھتے ہیں۔ ہم اسی روایت پر عمل کرنے کو مباح سمجھتے ہیں جس کے بارے میں قطعی طور پر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اس میں رائے واجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے[2]

(۱) قواعد التحدیث ص ۱۱۱ (۲) شرح نخبہ ص ۲٦

اس لئے کہ صحابی وہی کہتا ہے وہی کرتا ہے اور اسی فعل کی تائید کرتا ہے جو آنحضور ﷺ سے ثابت ہو۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو شخص کسی نجومی یا کاہن کے پاس آیا اس نے محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کیا۔''(۱)

جب موذن اذان دے رہا ہو اور کوئی شخص مسجد سے نکل جائے تو اس کے بارے میں صحابی موصوف فرماتے ہیں:

''اس نے ابوالقاسم ﷺ کے حکم سے سرتابی کی''۔ (۲)

مذکورہ صدر دونوں حدیثیں موقوف ہیں مگر اس کے باوصف ان پر عمل جائز ہے تاہم جو موقوف روایات کعب الاحبار عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے منفقول ہیں ان میں احتیاط کی ضرورت ہے اس لئے کہ یہ ان صحابہ میں شمار ہوتے ہیں جو اسرائیلیات اور قصے کہانیوں کے ذکر و بیان میں شہرت رکھتے تھے۔ خصوصاً وہ روایات جن میں علامات قیامت اور آخری زمانہ کے فتنوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس قسم کے واقعات سے متعلق اکثر احادیث ضعیف ہیں اگرچہ ہم ان کو موضوعات میں شمار نہیں کر سکتے مگر ان کے ضعیف ہونے کا سبب یہ نہیں یہ موقوف روایات ہیں بلکہ ان کا ضعف شذوذ علت یا اضطراب پر مبنی ہے ورنہ یہ روایت اس قابل ہیں کہ احادیث مرفوعہ کی طرح ان کو صحیح حسن یا ضعیف کہا جا سکے جس کا انحصار ان کے متون و اسانید پر ہے جس قسم کا متن با سند ہو گا اس پر ویسا ہی حکم لگایا جائے گا۔

جب صحابی سے روایت کرنے والا یوں کہے کہ ''یرفع الحدیث'' یا'' ینمیہ'' یا'' یبلغ النبی'' تو ایسی حدیث محدثین کے نزدیک صریحا مرفوع روایت کی طرح ہوتی ہے۔ مگر محدثین کی یہ بات درست نہیں کہ صحابہ کی تفسیر قرآن حدیث مرفوع کا درجہ رکھتی ہے اس لئے کہ صحابہ تفسیر قرآن میں اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے اور بعض مسائل اور فروعات میں ان کے یہاں اختلاف بھی پایا جاتا ہے اسی طرح بعض صحابہ اہل کتاب سے اسرائیلیات روایت کرتے تھے۔

(۱) التوضیح ج ۱ص ۲۶۲۔ (۲) کتاب مذکور ص ۲۶۸۔

مقطوع:

تابعی کے قول، فعل یا تقریر کو مقطوع کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی مقطوعات کے بارے میں ایک مشہور رائے ہے اگرچہ آپ نے متعدد صحابہ مثلاً انس بن مالک اور عبداللہ بن عباس کا زمانہ پایا تھا تاہم آپ صحابہ کے بارے میں صریحاً فرماتے ہیں: ''جو بات آنحضور ﷺ سے منقول ہو وہ بسر وچشم تسلیم ہے جو باتیں ہمیں صحابہ سے پہنچی ہیں ہم ان میں سے اچھی باتیں انتخاب کرلیں گے باقی رہا تابعین کا معاملہ تو وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں''۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ امام ابوحنیفہ اقوال تابعین کو ضعیف اور ناقابل احتجاج قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس فقہی دبستان خیال کے ساتھ آپ وابستہ تھے اس میں عام طور سے یہ رجحان ومیلان پایا جاتا ہے کہ قیاس ظاہر کو اقوال تابعین کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے۔

مگر اس ضمن میں پسندیدہ رائے یہ ہے کہ اسناد ومتن کے حالات کے پیش نظر اقوال تابعین کو صحیح حسن یا ضعیف قرار دے سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کو صحیح یا حسن ٹھہرانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تابعین ہی تک محدود رہے گی ان میں سے قابل احتجاج اقوال صرف وہی ہوں گے جو اکابر تابعین مثلاً سعید بن المسیب، شعبی، نخعی[۳] اور مسروق سے مروی ومنقول ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اکابر صحابہ کی صحبت سے مستفید ہو چکے تھے۔

---

(۱) اختصار علوم الحدیث ص ۵۰ (۲) الباعث الحثیث ص ۵۰ (۳) ہم قبل ازیں ابن المسیب اور شعبی کا تعارف کرچکے ہیں۔ امام نخعی کا نام یزید بن قیس کوفی فقیہ العراق ہے، آپ نے ۹۶ھ میں وفات پائی جب امام شعبی کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو کہا ''اس نے اپنے پیچھے کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جو ان سے بڑا فقیہ اور صاحب علم ہو'' ان سے کہا گیا کہ حسن بصری اور ابن سیرین بھی ان سے بڑھ کر فقیہ نہیں؟ شعبی نے کہا ''نہیں بلکہ بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں بھی ان سے بڑا کوئی عالم موجود نہیں'' مسروق بن اجدع بن مالک کوفی اصحاب عبداللہ بن مسعود میں بڑے فقیہ سمجھے جاتے تھے ۶۲ھ میں وفات پائی۔

احادیث ضعیفہ کی نقل وروایت اور ان پر عمل

اس موضوع پر احناف کی تحقیق ورائے جاننے کے لئے دیکھئے "قواعد في علوم الحديث" للشيخ العلامه ظفر احمد الحنفي العثماني التهانوي مع تعليقات الشيخ عبد الفتاح ابو غده الحنفي الحلبي، نیز الاجوبة الفاضلة للعلامة عبد الحي لكهنوي مع تعليقات الشيخ عبدالفتاح ابو غده الحنفي سے متعلقہ بحث نکال کر ملاحظہ فرمائیں، اسی طرح شیخ محمود سعید ممدوح تلمیذ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحنفی کی کتاب "التعريف بمن قسم السنن الى صحيح وضعيف" بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے انہوں نے اس کتاب میں شیخ ناصرالدین الالبانی پر اسی موضوع کے تحت بہترین رد کیا ہے کیونکہ وہ مطلق ہر حدیث ضعیف کو رد کرنے کے اکثر عادی ہیں تو شیخ ممدوح نے انہیں راہ اعتدال کی دعوت دی ہے۔ (از محمد محسن گلزار الحنفی)

لوگ عموماً یہ عبارت نقل کیا کرتے ہیں کہ "يجوز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الاعمال" (فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ روایت حدیث میں سہل انگاری سے کام لیتے اور وہ حدیثیں بھی روایت کرنے لگے ہیں جو ان کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہوتیں اس طرح دین اسلام میں اکثر ایسے اعمال اور تعلیمات کا عمل دخل شروع ہو جاتا ہے جن کی شرعاً کوئی دلیل نہیں یہ عبارت یونہی سالہا سال سے زبان زد عام چلی آ رہی ہے حالانکہ اس کی اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ تین ائمہ کبار کی جانب منسوب عبارت کا چرچہ اور اس کی صدائے بازگشت ہے اور بس وہ تین آئمہ امام احمد بن حنبل عبدالرحمٰن بن مہدی اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ ہیں ان کا قول ہے کہ:

> "جب ہم حلال وحرام کے بارے میں کوئی حدیث روایت کریں گے تو اس میں تشدد سے کام لیں گے اور جب فضائل اعمال میں کوئی حدیث روایت کریں گے تو اس میں سہل انگاری برتیں گے"۔

بات یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ کی جانب منسوب اس عبارت کا مطلب صحیح طور سے سمجھا نہیں گیا انہوں نے جس تشدد کا ذکر کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس طرح تقابل کریں گے

جس طرح حدیث صحیح ضعیف حدیث کی مقابل اور ضد ہوتی ہے اس طرح ہم فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ سے احتجاج کریں گے۔ واقعہ یہ تھا کہ محدثین حلال وحرام سے متعلق مسائل میں سختی برتنے کے خوگر تھے اور صرف انہی احادیث سے احتجاج کرتے تھے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتیں اور جن کو بالاتفاق صحیح قرار دیا جاتا تھا۔ بخلاف ازیں جب حلال وحرام کے علاوہ فضائل اعمال کے بارے میں حدیث روایت کرنا مقصود ہوتا تو تشدد کی ضرورت نہ سمجھتے اور صرف احادیث صحیحہ (یعنی اعلیٰ درجہ کی شرط عائد کیے بغیر) سے اخذ واحتجاج کرتے بلکہ اس سے نیچے اتر کر وہ ان روایات سے بھی احتجاج کرتے تھے جو صحیح کے درجہ سے فروتر ہوتیں جن کو ہم حسن کہتے ہیں اور جو اس دور میں اس نام سے معروف نہ تھیں حسن کو متقدمین کے عصر وعہد میں حدیث ضعیف ہی کی ایک قسم قرار دیا جاتا تھا مگر خود ان کے نزدیک بھی اس کا درجہ ان ضعیف احادیث کے مقابلہ میں بڑھ کر تھا جن کو آگے چل کر ضعیف اصطلاحی قرار دیا گیا۔

اگر عام لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہوتے کہ فضائل اعمال میں سہل انگاری کا مطلب محدثین کرام کے نزدیک صرف یہ تھا کہ وہ اس ضمن میں احادیث حسن سے احتجاج کیا کرتے تھے جن کا درجہ احادیث صحیحہ کے بعد ہوتا ہے تو وہ یہ عبارت ہرگز نہ نقل کرتے۔

دین اسلام میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ضعیف حدیث کسی حکم شرعی یا فضائل اعمال کے لئے مصدر وماخذ قرار نہیں دی جاسکتی (اس لئے کہ حدیث ضعیف کی اساس ظن پر رکھی گئی ہے) اور ظن کسی صورت میں بھی حق کی جگہ نہیں لے سکتا۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ فضائل شرعی احکام کی کی طرح دین کے بنیادی ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کسی طرح جائز نہیں کہ دین کی اساس وبنیاد ایسے ستونوں پر رکھی گئی ہو جو بالکل کمزور اور قوت واستحکام سے یکسر عاری ہوں۔

خلاصہ یہ کہ ہم اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیثوں کو معمول بھی بنا سکتے ہیں اگرچہ وہ شرائط ان میں موجود بھی ہوں جن کو آسانی ڈھونڈنے والوں نے اس ضمن میں ضروری ٹھہرایا ہے۔

ان کے خیال کے مطابق یہ شرائط تین ہیں:

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ وہ روایت بہت زیادہ ضعیف نہ ہو۔

(۲) وہ ان اصول وکلیات سے ہم آہنگ ہو جو کتاب اور سنت صحیحہ سے ثابت ہیں۔

(۳) اس سے قوی تر دلیل اس کی معارض نہ ہو۔

ان شروط کے باوصف ہم ضعیف حدیث کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اس لئے کہ ہم اس پر عمل کرنے سے بے نیاز ہیں ہمارے پاس احادیث حسن وصحیح کی احکام شرعیہ اور فضائل میں اس قدر کثرت ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے حدیث ضعیف کو تسلیم کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ عدم تسلیم کی وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث ضعیف کا ثبوت ہمارے قلب وضمیر میں ہمیشہ کھٹکتا رہے گا اور ہمیں کبھی بھی اطمینان قلب حاصل نہ ہو سکے گا اور اسی شک وشبہ کی وجہ سے ہم اس کو ضعیف کہتے ہیں حالانکہ دینی امور میں یقین واذعان کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حدیث نبوی کے درس ومطالعہ کے دوران حدیث ضعیف کے ضعف کا کشف وبیان نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ سے احتراز واجتناب ضروری ہے۔ جن سے سامع کو یہ تاثر حاصل ہوتا ہو کہ یقینی طور پر صحیح حدیث ہے مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیونکہ سامع وقاری یہ سن کر اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث حسن یا صحیح ضروری ہو گی بلکہ بتصریح اس کے ضعف کی نوعیت واضح کی جائے مثلاً یہ کہ اس میں اعلال اعضال (حدیث معضل) اضطراب یا شذوذ کا عیب پایا جاتا ہے بشرطیکہ ان نقائص کا ہمیں قطعی علم ہو۔ علاوہ ازیں ایسے قول کے اثبات میں محدثین کرام کی آراء کو اس حدیث کی تضعیف میں ذکر کر دینا چاہیے۔

جب ہم حدیث ضعیف کی مختلف قسموں میں غور وفکر کرتے ہیں تو یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ حدیث کا ضعف کبھی سند پر مبنی ہوتا ہے اور گاہے متن حدیث پر۔ اس سے عیاں ہوتا ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں ضعیف ہونے کا فیصلہ بڑی سوچ وبچار کے بعد صادر کرنا چاہیے کسی حدیث کو صرف ضعیف (بلا توضیح تفصیل) کہہ دینے کے کوئی معنی نہیں اس لئے کہ مطلقاً ضعف کا اطلاق کرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ایک حدیث کو بیک جنبش قلم ایک ہی قوت میں اسناداً ومتناً ضعیف قرار دیا جائے حالانکہ اس امر کا بھی احتمال ہوتا ہے کہ ضعف صرف سند

میں یا محض متن میں ہو بلکہ اس امر کا بھی امکان ہے کہ ضعف ایک خاص سند میں ہو اور اس کی باقی اسنادی ضعف سے پاک اور بالکل صحیح ہوں لہذا جب ہم کسی حدیث ضعیف سند دیکھیں تو وقت نظر سے کام لے کر یوں کہنا چاہیے کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ ضعیف ہے"

(الباعث الحثیث ص ۹۹)

اور اگر کسی محدث نے اس کے متن کو ضعیف قرار دیا ہو تو یوں کہیں یہ عبارت دوسری کسی صحیح سند سے منقول نہیں جیسا کہ فلاں محدث نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

علاوہ ازیں فقہ کی طرح حدیث نبوی میں اجتہاد کا دروازہ ابھی تک کھلا ہے اور کھلا رہے گا۔ اس لئے جو شخص حدیث کی روایت و درایت میں ماہرانہ بصیرت رکھتا ہو اور متقدمین کی طرح اس میں اجتہاد کے شرائط پائے جاتے ہوں تو وہ کسی حدیث پر ضعف کا حکم لگا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس نے اس حدیث کے جمیع طرق و اسانید کا بغور مطالعہ کر لیا ہو اور اس کا ظن غالب یہ ہو کہ اس حدیث کا متن دوسری کسی صحیح سند سے ثابت نہیں۔

علم حدیث کا جو طالب علم اس فن میں ناپختہ کار اور مبتدی ہو۔ جب وہ ایسی روایت نقل کرے جس کے بارے میں اسے کچھ معلوم نہ ہو کہ آیا صحیح ہے یا ضعیف تو اسے بڑے محتاط انداز میں یوں کہنا چاہیے کہ "آپ سے یوں روایت کیا گیا" یا "فلاں بات ہمیں اس طرح پہنچی" یہ بات جائز نہیں کہ مشکوک الفاظ کے ساتھ کہے کہ یہ صحیح حدیث ہے اور اس کی سند بھی بیان نہ کرے اس لئے کہ اس سے حدیث کے ضعیف ہونے کا وہم پیدا ہوتا ہے بلکہ پورے جزم و وثوق کے ساتھ کہے آپ نے یوں فرمایا۔

(۱) الباعث الحثیث تعلیقات علامہ احمد شاکر ص ۱۰۰

فصل پنجم

صحیح وحسن وضعیف میں مشترک اقسام:

اب ہم ان مشترک اصطلاحات حدیث کا ذکر کرتے ہیں جن سے استقراء و بحث کے دوران ہم پر یہ حقیقت روشن ہوئی ہے کہ وہ ان اقسام سہ گانہ (صحیح، حسن، ضعیف) میں سے کسی ایک کے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ ان میں ان تینوں اقسام کے وصف ولقب بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

یہ بیس اصطلاحات ہیں جن میں سے (موقوف ومقطوع) کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ یہ دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ صحت وضعف اور حسن تینوں کے ساتھ متصف ہوسکتی ہیں۔ باقی اٹھارہ اصطلاحات حسب ذیل ہیں۔

مرفوع، مسند، متصل، مؤنن، معنعن، معلق، فرد، غریب، عزیز، مشہور، مستفیض عالی، نازل، تابع، شاھد، مدرج، مسلسل، مصحف.

ہم ان سب سے بعض اصطلاحات کو تقارب وتداخل کے لحاظ سے تین قسموں اور بعض کو عکس وتقابل کے اعتبار سے دو میں تقسیم کریں گے تاکہ ان کے القاب واوصاف میں موازنہ کیا جا سکے۔ البتہ ہم آخری تین قسموں پر مُقَابَلَۃً زیادہ طویل بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان تینوں قسموں یعنی مدرج، مسلسل اور مصحف کے مابین کو تصادم اور کشمکش نہیں پائی جاتی اور ان کا مفہوم وضاحت وصراحت کی بنا پر مقارنہ وموازنہ سے بے نیاز ہے۔

مرفوع، مسند، متصل

مرفوع:

مرفوع اس قول فعل یا تقریر کو کہتے ہیں جو نبی ﷺ کی جانب منسوب ہو، خواہ اس

کی نسبت آپ کی طرف صحابی نے کی ہو یا تابعی نے یا کسی اور نے اور خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔[1]

مذکورہ صدر تعریف سے یہ حقیت آشکار ہوتی ہے کہ حدیث مرفوع ہمیشہ متصل ہی نہیں ہوتی بلکہ جب اس کی سند سے صحابی کا نام ساقط ہو جائے تو مرسل ہو جاتی ہے یا کسی اور راوی کا نام رہ جائے یا کسی مبہم شخص کا نام ذکر کر دیا جائے تو منقطع ہو جاتی ہے اور اگر دو یا دو سے زیادہ راویوں کے نام ساقط ہو جائیں تو معضل ہو جاتی ہے اور ان تینوں حالتوں (مرسل، منقطع، معضل) میں مرفوع ہونے کے باوصف ضعیف قرار پاتی ہے۔

نظر بریں کسی حدیث کے فقط مرفوع ہونے سے اس کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا بلکہ یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ کسی سند سے مرفوع کے درجہ تک پہنچی ہے تاکہ اس بات کا پتہ چل سکے کہ آیا وہ متصل ہے یا منقطع۔ نیز یہ اگر متصل ہے تو اس کے رواۃ و رجال حفظ وضبط میں کیا درجہ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث مرفوع کو ہم نے مشترک قرار دیا ہے اگر اس کی سند میں انقطاع ہوگا تو حدیث ضعیف کی قسموں میں سے نوعیتِ انقطاع کے پیش نظر اس کا کوئی الگ نام تجویز کیا جائے گا اور اگر اس کی سند متصل ہوگی تو اس کے راویوں کے درجہ کے مطابق اس کو صحیح یا حسن کہیں گے۔

مرفوع قولی:

مرفوع قولی کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یوں فرماتے سنا یا آپ نے مجھے یہ حدیث سنائی یا آپ سے مروی ہے کہ آپ نے اس طرح فرمایا علی ہذا القیاس۔

مرفوع فعلی:

مرفوع فعلی میں صحابی یوں کہتا ہے کہ میں نے آپ کو یوں کرتے دیکھا یا کسی اور نے مجھے بتایا کہ آپ اس طرح کیا کرتے تھے۔

---

(۱) التوضیح ج ۱ ص ۲۵۴

مرفوع تقریری:

مرفوع تقریری یہ ہے کہ صحابی کہے میں نے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں یوں کیا یا کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کے سامنے اس طرح کیا اور آپ ﷺ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا۔[1]

حدیث مرفوع میں صرف متن کو دیکھا جاتا ہے سند کو نہیں۔ اس لئے جو حدیث بھی نبی کریم ﷺ کی جانب منسوب ہوگی اس کو مرفوع کہیں گے[2] قول و فعل ہو یا تقریر تینوں کو متن حدیث کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب نگاہ صرف متن حدیث پر ہوگی تو سند کا اس کے ساتھ کچھ تعلق ہی نہیں۔

مسند:

مسند اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند راوی سے لے کر آخر تک متصل ہو (درمیان میں کوئی کڑی ٹوٹی ہوئی نہ ہو) اور وہ پیغمبر ﷺ تک پہنچ جائے۔[3]

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ حدیث مسند کی تعریف میں مرفوع ہونے کی شرط غالب اکثریت کی بناء پر ہے (یعنی ہمیشہ ضروری نہیں ہے) خطیب فرماتے ہیں:

> ”کسی حدیث کو مسند کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ راوی سے لے کر مسند عنہ تک متصل ہو مگر مسند کا اطلاق زیادہ تر اسی حدیث پر کیا جاتا ہے جو مرفوع ہو اور نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہو۔ اتصال سند کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو ہر راوی نے اپنے اوپر والے راوی سے سنا ہو۔ یہاں تک کہ وہ آخر تک پہنچ جائے۔ اگرچہ اس میں صراحۃً سماع کا ذکر نہ ہو بلکہ صرف ”عن“ کے ساتھ روایت کی گئی ہو“۔[4]

---

(۱) یہ مثالیں حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ ص ۲۶ میں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک یہ تینوں مثالیں مرفوع حقیقی کی ہیں جس میں اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مرفوع حکمی کی بھی تین مثالیں بیان کی ہیں۔ دیکھئے ص ۲۷، ۲۸۔ ہم حدیث موقوف میں یہ مثالیں ذکر کر چکے ہیں۔ (۲) التوضیح ج ۱ ص ۲۵۹ (۳) قواعد التحدیث ص ۱۰۴ نیز التوضیح ج ۱ ص ۲۵۸۔ (۴) الکفایہ ص ۲۱

صحیح تر قول یہ ہے کہ مسند اور مرفوع دونوں مترادف نہیں ہیں۔ اگرچہ مسند میں یہ شرط ہوتی ہے کہ وہ مرفوع ہو۔ اس لئے کہ حدیث مرفوع کی سند میں انقطاع کا امکان ہوتا ہے کیونکہ مرفوع میں توجہ کا مرکز حدیث کا متن ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری نہیں کہ ہر مرفوع حدیث مسند بھی ہو۔ بخلاف ازیں حدیث مسند میں رفع (مرفوع ہونا) اور اتصال (حدیث کا متصل ہونا) دونوں شرط ہیں۔ کیونکہ اس میں سند و متن دونوں کو دیکھا جاتا ہے اس لئے ہر مسند حدیث متصل بھی ہوتی ہے۔ اس کی سند آخر تک ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر مسند مرفوع ہوتی ہے کیونکہ اس کا متن نبی ﷺ تک پہنچتا ہے۔ (۱)

اسی لئے امام حاکم کی رائے یہ ہے کہ مسند کا اطلاق ہمیشہ مرفوع متصل حدیث پر کیا جاتا ہے (۲) امام موصوف کے نزدیک حدیث مسند کی شرط یہ ہے کہ موقوف مرسل معضل نہ ہو اور نہ اس کی سند میں کوئی مدلس (۳) راوی ہو۔ امام حاکم یہ بھی کہتے ہیں کہ:

حدیث مسند کی سند میں اس قسم کے الفاظ نہیں ہونے چاہیئے۔ مثلاً **اخبرت عن فلان** یا **حدیث عن فلان** یا **بلغنی عن فلان** یا **رفعه فلان** یا **اظنه مرفوعا** اس لئے کہ ان الفاظ سے اس کا اتصال قائم نہیں رہتا اور اس میں فساد رونما ہو جاتا ہے۔ (۴)

حدیث مسند کی لاتعداد مثالیں ہو سکتی ہیں۔ امام حاکم نے صرف ایک مثال ذکر کی ہے جس پر باقی ہزارہا مسند احادیث کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ امام حاکم عثمان بن احمد سے وہ حسن بن مکرم سے وہ عثمان بن عمر سے وہ یونس سے وہ زہری سے اور وہ عبداللہ بن کعب بن مالک سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے مسجد نبوی میں ابن ابی حدزد سے قرض کا تقاضا کیا اور ان کی آواز مسجد میں اس قدر بلند ہو گئی کہ نبی ﷺ نے سن لیا آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور پوچھا کیا آپ نے واقعی ان کا قرض دینا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، ہاں! تب آپ نے یہ رقم (۵) ادا کر دی اس سند کے تمام راویوں کا سماع ایک دوسرے سے ثابت ہے۔ (۶)

---

(۱) التوضیح ج ۱ ص ۲۵۹ (۲) التدریب ص ۶۰ (۳) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۸ (۴) حوالہ مذکور ص ۱۹

(۵) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰، ۱۸ (۶) حوالہ مذکور۔

امام ابن عبدالبر[1] نے حدیث مسند کو مرفوع کے مساوی قرار دے کر ایک انوکھے خیال کا اظہار کیا ہے۔ ان کی رائے میں مسند اس حدیث کو کہتے ہیں جو آنحضورﷺ سے منقول ہو۔ قطع نظر اس سے کہ متصل ہو یا منقطع۔[2]

متصل کی مثال میں وہ امام مالک کی روایت کردہ حدیث بیان کرتے ہیں جس کو مالک نافع سے وہ ابن عمر سے اور وہ رسول کریمﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ منقطع کی مثال میں انہوں نے امام مالک کی روایت از زہری از ابن عباس از[3] رسول کریمﷺ ذکر کی ہے۔

آخری حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ''یہ حدیث مسند ہے اس لئے کہ یہ نبی کریمﷺ کی جانب منسوب ہے۔ مگر یہ منقطع بھی ہے کیونکہ زہری کا سماع حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔[4]

مگر ابن عبدالبر کا یہ نقطہ نگاہ محدثین کی عام روش کے خلاف ہے کیونکہ وہ مسند و مرسل کو ایک دوسرے کی ضد تصور کرتے ہیں۔ محدثین کہتے ہیں کہ ''فلاں محدث نے اس حدیث کو مسنداً روایت کیا'' اور فلان نے اس کی روایت مرسلاً کی ہے۔[5]

حق بات یہ ہے کہ حدیث مسند میں انقطاع اور ارسال کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بخلاف ازیں اس میں بیک وقت رفع بھی ہوتا ہے اور اتصال بھی یہ بات واضح ہے کہ رفع کی طرح اتصال بھی کسی حدیث کے صحیح ہونے کی ضمانت نہیں ہے[6] اس لئے کہ کوئی حدیث صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے۔ جب اس کے رواۃ و رجال میں حفظ و ضبط کی شرائط پائی جاتی ہوں۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔[7]

متصل یا موصول:

متصل یا موصول اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل ہو، خواہ وہ حدیث

(۱) یوسف بن عبداللہ بن عبدالصمد بن عبدالبر النمری القرطبی مصنف کتاب الاستیعاب و تمہید و جامع بیان العلم۔ آپ نے ۴۶۳ھ میں وفات پائی (شذرات الذہب) ج ۳ ص ۳۱۴۔ (۲) اختصار علوم الحدیث ص ۴۸۔ (۳) التدریب ص ۶۰۔ (۴) التوضیح ج ۱ ص ۲۵۸۔ (۵) کتاب مذکور ص ۲۵۸۔ (۶) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۹۔ (۷) دیکھئے کتاب ہذا میں حدیث صحیح کی بحث۔

مرفوع ہو، جو نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہو یا صحابی کی موقوف روایت ہو اور یا تابعی کی مقطوع روایت۔ (۱)

مگر خطیب بغدادی متصل اور مسند کو مترادف قرار دیتے ہیں اور دونوں میں کوئی فرق وامتیاز روا نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک فرق صرف غلبہ استعمال کے اعتبار سے ہے اور بس ان کے خیال میں مسند زیادہ تر اس حدیث کو کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ سے مروی ومنقول ہو۔ اس لئے رفع کی شرط مسند میں صرف غالب استعمال کے پیش نظر عائد کی جاتی ہے مگر یہ خطیب کی اپنی اصطلاح ہے۔ جس طرح مسند ومتصل کو مترادف ومساوی قرار دینا ان کا ذاتی اور منفرد نظریہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان بھی وہ صرف کثرت استعمال کا فرق بتاتے ہیں۔ ہم بتا چکے ہیں کہ مذہب رائج کے پیش نظر حدیث مسند میں مرفوع ہونے کی شرط حقیقی اور ہر لحاظ سے ہے صرف غلبہ استعمال کی وجہ سے نہیں ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حدیث متصل مرفوع کی مثالیں بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ مرفوع حدیث کی جو مثالیں ہیں وہ اس کی مثالیں بھی بن سکتی ہیں۔ اسی طرح حدیث متصل جب موقوف (قول صحابی) ہو تو جملہ موقوف روایات اس کی مثالیں ہوں گی۔ ابن الصلاح متصل موقوف کی مثال میں امام مالک کی روایت از نافع از ابن عمر از حضرت عمر رضی اللہ عنہما (۲) بیان کرتے ہیں جب تابعین کے اقوال ان تک پہنچ جاتے ہوں تو ان کو صرف متصل (بلا قید وعلی الاطلاق) نہیں کہتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ یہ قول سعید بن المسیب کی جانب متصل ہے تابعی کا ذکر کیے بغیر ان کو فقط متصل کہنا اس لئے درست نہیں کہ جو روایت تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے اس کو "مقطوع" کہتے ہیں۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ مقطوع لغت اور ذوق دونوں کے لحاظ سے موصول کی ضد ہے۔ اصطلاحاً یہ معیوب ہے کہ ایک لفظ کا اطلاق اس کی ضد پر کیا جائے گا۔ (۳)

مذکورہ بالا تصریحات کے پیش نظر ابن الصلاح کے حسب ذیل قول کا مطلب صاف سمجھ میں آ جاتا ہے۔ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

(۱) اختصار علوم الحدیث ص ۴۸۔ (۲) التدریب ص ۶۰۔ (۳) التوضیح ج ۱ ص ۲۶ نیز التدریب ص ۶۰، ۶۱۔

"جہاں متصل کا ذکر علی الاطلاق کیا جاتا ہے وہاں اس سے مرفوع اور موقوف مراد ہوتی ہے"۔[1]

حالانکہ ہم متصل کی تعریف میں بتا چکے ہیں کہ اس کا اطلاق مقطوع روایات یعنی اقوال تابعین پر بھی کیا جاتا ہے۔

مذکورہ صدر بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث مرفوع متصل بھی ہوتی ہے اور غیر متصل بھی اسی طرح حدیث متصل مرفوع بھی ہوتی ہے اور غیر مرفوع بھی۔ مگر مسند میں ان دونوں (مرفوع و متصل) کی نسبت زیادہ عموم پایا جاتا ہے چنانچہ حدیث مسند بہ یک وقت متصل بھی ہوسکتی ہے اور مرفوع بھی۔[2]

حدیث کی یہ تمام قسمیں اپنے رواۃ و رجال کے مرتبہ و مقام کے پیش نظر صحیح حسن اور ضعیف سب کچھ ہوسکتی ہیں۔

معنعن، مؤنن، معلق

معنعن:

معنعن اس روایت کو کہتے ہیں جس میں "فلان عن فلان" کے الفاظ سے روایت کی گئی ہو اور سماع حدیث کا ذکر صراحۃ نہ کیا گیا ہو[3] مذہب راجح کے مطابق روایت معنعن کو متصل قرار دیا جائے گا بشرطیکہ اس میں تین شرائط پائے جاتے ہوں۔

(۱) راوی کی عدالت۔

(۲) راوی اپنے استاد سے مل چکا ہو۔

(۳) راوی میں تدلیس (استاد کو چھپانا) کا عیب نہ پایا جاتا ہو۔[4]

یوں تو معنعن روایات صحیحین میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مگر مقابلۃً صحیح مسلم میں ان کی اکثریت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلم اس بات کو ضروری نہیں سمجھتے کہ راوی جس

(۱) التوضیح ج ا ص ۲۶۰۔ (۲) قواعد التحدیث ص ۱۰۴۔ (۳) التوضیح ج ا ص ۳۳۰۔ (۴) دیکھئے شرح العراقی علی علوم الحدیث ص ۶۷۔

استاد سے عن عن کے ساتھ روایت کرتا ہے اس سے ملا بھی ہو۔ بخلاف ازیں انہوں مقدمہ صحیح مسلم میں ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اس شرط کو ضروری قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ شرط عائد کرنے والوں میں امام بخاری ابن المدینی اور دیگر اکابر محدثین کے نام شامل ہیں۔ امام مسلم نے اپنے مسلک کی اساس متقدمین ومتاخرین اہل علم کے اس نظریہ پر رکھی ہے کہ عن عن کے ساتھ جو روایت کی جائے وہ ثابت ہوتی ہے اور دین میں حجت سمجھی جاتی ہے۔ نیز یہ کہ عن کو ہمیشہ سماع پر محمول کیا جائے گا بشرطیکہ راوی اور مروی عنہ دونوں ثقہ بھی ہوں اور معاصر بھی۔ (۱)

کسی محدث نے بھی امام مسلم کے قول کی تائید وحمایت نہیں کی بلکہ ان کو ہمیشہ ہدف طعن وتنقید بناتے رہے۔ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

> ''مسلم کا قول محل نظر ہے۔ کہا گیا ہے کہ امام مسلم نے جس نظریہ کی تردید کی ہے اس کی حمایت کرنے والوں میں امام بخاری اور علی بن المدینی جیسے اکابر محدثین شامل ہیں''(۲)

امام نووی اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

> ''محدثین نے امام مسلم کے نظریہ سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ جس نظریہ کی انہوں نے تردید کی ہے۔ صحیح اور مختار مذہب وہی ہے اور آئمہ حدیث سب اسی کو درست خیال کرتے ہیں''۔

بعض نقاد حدیث کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ حدیث معنعن مرسل کے قبیل سے ہے اور اس لئے ناقابل احتجاج ہے۔ مگر اس کے باوصف محدثین کا ایک گروہ اس کو قابل استناد خیال کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اکثر وہ صحابہ عن عن سے مرسل روایتیں بیان کرتے ہیں جو روایت کی اصطلاحات سے ناواقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ روایت کرتے وقت ایسے صحابہ بعض اوقات ''سمعت''، بعض ''رفعہ'' عن رسول اللہ اور گاہے قال رسول اللہ کہتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں انہوں نے حسب ذیل تفصیل کو زیادہ مناسب خیال کیا ہے۔

(۱) مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۔ (۲) علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۷۶۔

تفصیل یہ ہے کہ جو صحابی اکثر نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں رہا ہو اس کی روایت ہر حال میں سماع پر محمول کی جائے گی۔ خواہ وہ کسی عبارت میں روایت بیان کرے اور اگر وہ اس وصف سے موصوف نہ ہو تو اس کی روایت میں سماع اور عدم سماع دونوں کا احتمال ہوگا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کا ایک پڑوسی روزانہ باری باری آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کا پڑوسی آکر ان سے دریافت کر لیتا۔ دوسرے دن پڑوسی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے آپ کے ارشادات کے بارے میں دریافت کرتے جیسا کہ صحیح بخاری میں صراحۃً مذکور ہے۔[۲]

مگر امام نووی فرماتے ہیں کہ علمائے سلف کے نزدیک حدیث معنعن کو مرسل قرار دینے کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے[۳] صحیحین اور خصوصاً صحیح مسلم کی کثرت کے بارے میں محدثین یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ جن کتب میں بخاری و مسلم کی احادیث کی تخریج کی گئی ہے ان میں ایسی احادیث کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے جن میں تحدیث و سماع کا ذکر واضح الفاظ میں کیا گیا ہے[۴] مسلم میں معنعن روایات کی کثرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں ایک حدیث کو متعدد طرق و اسانید سے ذکر کیا گیا ہے جن میں سب کی سب روایات معنعن نہیں بلکہ بہت سی روایات میں سماع کی صراحت بھی پائی جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس ضمن میں ایک فیصلہ کن بات کہی ہے، فرماتے ہیں:

(۱) عن عن سے روایت حدثنا و اخبرنا کی مانند ہے۔[۵]

(۲) جب مدلس راوی عن عن سے روایت کرے تو وہ حدثنا اور اخبرنا کی مانند نہیں ہے۔

(۳) عنعن کے ساتھ جو روایت کی جاتی ہے وہ اس اخبرنا کی طرح ہے جس کو روایت کی اجازت دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کو اتصال پر

---

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۱۲۸۔ (۲) التوضیح ج ۱ ص ۳۳۵ (۳) حوالہ مذکور (۴) قواعد التحدیث ص ۱۰۴ (۵) شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۱۴

محمول کریں گے مگر اس کا مرتبہ سماع سے بہرحال فروتر ہوگا جیسا کہ اخذ روایت کی صورتوں میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ (۱)

حدیث مؤنن:

حدیث مؤنن وہ ہے جس کی سند میں حدثنا فلان ان فلانا کے الفاظ ہوں۔ امام مالک ایسی روایات کو حدیث معنعن کی طرح خیال کرتے ہیں۔ جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ "عن فلان" اور "ان فلانا قال کذا" میں کیا فرق ہے؟ تو آپ فرماتے کہ "دونوں مساوی" ہیں۔ (۲)

امام بردیجی (۳) ایسی روایت کو منقطع قرار دیتے ہیں الا یہ کہ کسی اور سند سے سماع ثابت ہو جائے (۴) اس ضمن میں سچی بات وہی ہے جو ہم سماع کی بحث میں ذکر کر چکے ہیں اور وہ یہ کہ راوی جو بھی مختلف الفاظ اس ضمن میں ذکر کرتا ہے ان کو علمائے لسانیات سماع پر محمول کریں گے البتہ نقاد حدیث کے یہاں عرف وعادت کے اعتبار سے ان میں فرق وامتیاز پایا جاتا ہے۔ (۵)

معلق:

معلق اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند کے آغاز سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی ترتیب وار محذوف اور حدیث کو ان راویوں کی طرف منسوب کیا گیا ہو جو محذوف راویوں کے اوپر ہوں (۶) بخاری میں ایسی روایات بہت ہیں ان کی مثال وہ حدیث ہے جس کو عثمان بن ہیثم عوف سے اور وہ محمد بن سیرین سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے صدقہ فطر کی حفاظ پر مامور فرمایا رات کو ایک آنے والا آیا اور خوردنی اشیاء کو چادر میں ڈالنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا بخدا میں آپ کا معاملہ بارگاہ نبوی میں پیش کروں گا۔ (۷)

---

(۱) التوضیح ج ۱ ص ۳۳۶ (۲) التوضیح ج ۱ ص ۳۳۷ (۳) ان کا تعارف قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ (۴) التوضیح ج ۱ ص ۳۳۸۔ (۵) الکفایہ ص ۲۸۸۔ (۶) قواعد التحدیث ص ۱۰۵۔ (۷) صحیح بخاری ج ۳ ص ۶۴ کتاب الوکالۃ۔

''صحیح بخاری میں جو معلق روایات مذکور ہیں ان کی دو قسمیں ہیں''۔

(۱) وہ معلق روایات جو بخاری میں دوسری جگہ موصولا مذکور ہیں یہاں اختصار طوالت سے بچنے کے لئے ان کو معلق ذکر کیا۔

(۲) ایسی روایات جو بخاری میں صرف بطور معلق مذکور ہیں مگر ان کا ذکر امام بخاری نے پورے جزم ووثوق کے ساتھ کیا ہے جس سے اس روایت کی صحت واضح ہوتی ہے۔

امام نووی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''جو معلق روایتیں امام بخاری نے صیغہ جزم مثلا قَالَ ،فَعَلَ ،اَمَرَ، روی اور ذکر کے ساتھ ذکر کی ہیں۔ان سے اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ مروی عنہ کی جانب ان کی نسبت درست ہے بایں ہمہ ان روایات کو صحیح بخاری میں وارد کرنا اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ یہ اپنی اصل کے اعتبار سے صحیح ہیں محقق پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ جب وہ ایسی روایات سے استدلال کرے تو اچھی طرح سے دیکھ لے کہ ان کے رواۃ ورجال اور سند کا کیا حال ہے اور آیا یہ قابل احتجاج بھی ہیں یا نہیں''۔ (۱)

بعض علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حدیث معلق منقطع کی ایک قسم ہے جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہوگیا ہوتا ہے یا کوئی مبہم راوی مذکور ہوتا ہے امام سیوطی فرماتے ہیں صحیح مسلم میں ایسی حدیثیں بھی موجود ہیں جن کے بعض راوی مبہم ہیں اور ان میں سے بعض حدیثیں منقطع ہیں۔ (۲)

بخلاف ازیں امام نووی ایسی حدیثوں کو معلق کہتے اور یا منقطع اور معلق کے درمیانی نام سے موسوم کرتے ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں:

---

(۱) قواعد التحدیث ص ۱۰۵ (۲) التدریب ص ۱۱۷، ۱۱۸۔

''امام مسلم نے کہا کہ یہ روایت لیث بن سعد نے بیان کی اس کے بعد امام نووی پوری حدیث ذکر کرتے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت مسلم میں جملہ طرق سے مسلم اور لیث کے درمیان بطور منقطع واقع ہوئی ہے اس کو معلق کہتے کہیں ہیں''۔ (۱)

مذکورہ صدر ہرسہ احادیث کے بارے میں جو خاص بات ہم کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان پر علی الاطلاق حدیث ضعیف کا حکم لگانا دقت نظر اور بالغ نظری کے خلاف ہے ۔بخلاف ازیں ان تینوں احادیث کو ان کے رواۃ ورجال کے حالات کے پیش نظر حسب مرتبہ ومقام حدیث صحیح، حسن یا ضعیف قرار دے سکتے ہیں۔

(۷) فرد (۸) غریب:

فرد اور غریب کے مابین لغت واصطلاح دونوں کے اعتبار سے گہرا ربط وتعلق پایا جاتا ہے وہ ربط یہ ہے کہ دونوں میں تفرد کا مفہوم موجود ہے اسی ربط کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض علماء نے دونوں کو مترادف قرار دیا وہ کہتے ہیں کہ تفرد بہ فلان اور اغرب بہ فلان کے معنی مفہوم میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔ (۲)

اس ضمن میں حق بات یہ ہے کہ اکثر محدثین کثرت وقلت استعمال کے اعتبار سے دونوں میں فرق کرتے ہیں۔ چنانچہ فرد کا اطلاق وہ زیادہ تر فرد مطلق پر کرتے ہیں۔ جو ہر قید وشرط سے آزاد ہوتا ہے۔ بخلاف ازیں غریب کا لفظ فرد نسبی پر بولتے ہیں۔ جس میں نسبت ایک معین چیز کی جانب کی جاتی ہے گویا اصطلاحی معنی مفہوم کے اعتبار سے دونوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ اس لئے اپنی اصل کے لحاظ سے یہ دونوں مترادف نہیں ہیں مگر جب فرد اور غریب کے افعال مشتقہ استعمال کرتے ہیں تو ان میں اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ (۳)

یاد رہے کہ فرد مطلق کا التباس شاذ کے ساتھ نہیں پڑنا چاہیے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ شاذ میں دو شرطیں ہیں از بس ناگزیر ہوتی ہیں (۱) تفرد (۲) مخالفت۔ بخلاف ازیں فرد میں

---

(۱) شرح مسلم للنووی ج ۴ ص ۶۳ (۱) شرح نخبہ ص ۸ (۳) التوضیح ج ۲ حاشیہ ص ۸

صرف تفرد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اسی لئے حدیث فرد کی تعریف محدثین ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

''خود اس حدث کو کہتے ہیں جس کی روایت میں ایک راوی منفرد ہو اگرچہ فرد اس کے طرق متعدد ہوں''۔ (۱)

حدیث فرد کو اس کے رواۃ ورجال کے مرتبہ ومقام کے پیش نظر صحیح حسن یا ضعیف کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں حدیث فرد مطلق صحیح کی مثال میں محدثین وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں ولاء غلام کا حق وراثت جو آزاد کنندہ کو غلام کی موت کے بعد حاصل ہوتا ہے کو فروخت اور ہبہ کرنے سے منع کیا گیا ہے عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر (۲) سے اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہے اور عبداللہ بن دینار بالاتفاق ایک ثقہ اور صاحب حفظ وضبط راوی ہیں۔

فرد نسبی (جس کو اصطلاحاً غریب کہتے ہیں) کا التباس بھی شاذ کے ساتھ نہیں پڑتا کیونکہ اس میں مخالفت اور تفرد شاذ کی دونوں شرطیں دونوں کا وجود نہیں ہوتا۔ بخلاف ازیں فرد نسبی میں ایک خاص قسم کا تفرد پایا جاتا ہے جو ایک خاص راوی یا ایک خاص شہر کے رہنے والوں سے روایت کرنے تک محدود ہوتا ہے اس لئے محدثین نے فرد نسبی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

فرد نسبی اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے روایت کرنے میں ایک شخص منفرد ہو خواہ تفرد سند کے کسی حصہ میں واقع ہو۔ (۳)

حدیث غریب میں بعض اوقات تفرد وسط سند میں واقع ہوتا ہے اور اسی جگہ کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے مثلاً صحابی سے روایت کرنے والے ایک سے زیادہ راوی ہوں، پھر ان میں کسی ایک سے روایت کرنے والا منفرد ہو (۴) بخلاف ازیں حدیث فرد میں تفرد اس جانب واقع ہوتا ہے جس طرف صحابی ہوتا ہے اگرچہ اس حدیث کے طرق متعدد ہوں گے

(۱) بحث حدیث شاذ کتاب ہذا (۲) الفیہ سیوطی ص ۹۵ نیز حاشیہ شعر نمبر ۱۸۴ (۳) شرح نخبہ ص ۸۔ (۴) شرح نخبہ ص ۸۔

مگر تفرد کا تعلق اسی جانب کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۱)

جب حدیث غریب میں کسی خاص شہر کے راویوں کی شرط لگائی جاتی ہے تو ان کے تفرد سے مجازاً صرف ایک ہی راوی کا منفرد ہونا مراد لیا جاتا ہے (۲) خلاصہ یہ ہے کہ حدیث غریب کا راوی جملہ حالات میں صرف ایک ہی ہوتا ہے۔

حدیث غریب کی یوں تو بہت قسمیں ہیں مگر ان سب میں تفرد کی نسبت ایک خاص چیز کی جانب کی جاتی ہے۔ غریب کی تین قسمیں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے روایت کرنے میں متفرد ہو (۳) مثلاً عبدالرحمٰن بن مہدی ثوری سے اور واصل سے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث روایت کرنے میں منفرد ہیں حضرت عبد اللہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے فرمایا یہ کہ تم خدا کا شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے عرض کی اس کے بعد کونسا گناہ ہے فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے۔ (۴)

غریب کی یہ قسم محدثین کے یہاں کثیر الوجود اور عام طور سے متعارف ہے۔

(۲) حدیث کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایک شہر والے کسی آدمی سے رویات کرنے میں متفرد ہوں (۵) مثلا ابن بریدہ کی یہ روایت کہ جب سے میں نے اپنے والد سے نبی کریم ﷺ سے قضاۃ کے بارے میں حدیث سنی ہے میں قاضی بننے کے لئے تیار نہیں ہوتا نبی کریم ﷺ نے فرمایا قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں ان میں سے دو دوزخی ہیں اور ایک جنتی۔ ایک قاضی وہ ہے جو دانستہ بے انصافی پر مبنی فیصلہ کرے۔ یہ دوزخی ہے۔ دوسرا قاضی وہ ہے جو غیر شعوری طور پر غلط فیصلہ صادر کرتا ہے۔ یہ بھی جہنمی ہے۔ تیسرا جنتی قاضی وہ ہے جو حق کے مطابق

---

(۱) شرح نخبہ ص ۸ (۲) التدریب ص ۸۸۔ (۳) التوضیح ج ۲ ص ۱۰۔ امام حاکم نے اس کو اس قسم شمار کیا ہے اور اس کا نام تجویز کیا ہے ایسی احادیث جن کو صرف ایک شخص ایک امام حدیث سے روایت کرتا ہو (معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۹) (۴) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۰۔ (۵) التوضیح ج ۲ ص ۱۰ امام حاکم اس کو قسم اول قرار دیتے اور اس کا نام رکھتے ہیں ان احادیث کی پہچان جن کے صحابی سے روایت کرنے میں ایک شہر کے لوگ متفرد ہوں (معرفۃ علوم الحدیث)

فیصلہ کرتا ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں اس حدیث کے روایت کرنے میں اہل
خراسان متفرد ہیں اس حدیث کے سب راوی شہر مرو کے رہنے والے ہیں۔ [۱]
(۳) غریب کی تیسری قسم یہ ہے کہ ایک شہر کے رہنے والوں میں سے ایک
راوی دوسرے شہر والوں سے روایت کرنے میں متفرد ہو [۲] مثلاً خالد بن نزار
کی روایت از نافع بن عمر از بشر بن عاصم از والد خود از عبداللہ بن العاص کہ سرور
کائنات نے فرمایا اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ وہ بلیغ آدمی
ہے جو باتوں کو یوں لپیٹتا جائے جیسے گائے گھاس کو لپیٹتی جاتی ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں اس فرد حدیث کو مصری لوگ مکہ والوں سے روایت کرتے۔ اس لئے کہ خالد بن نزار کا شمار مصری راویوں میں ہوتا ہے اور نافع بن عمر مکہ والوں میں سے گنے جاتے ہیں۔ [۳]

امام حاکم نے اس تیسری قسم کے بارے میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں:

''اہل مدینہ کی احادیث جن کی روایت کرنے میں اہل مکہ منفرد ہیں اور اہل مکہ
کی روایات جن کے روایت کرنے میں اہل مدینہ منفرد ہیں نیز وہ احادیث جن
کو صرف اہل خراسان اہل حرمین سے روایت کرتے ہیں یہ قسم بڑی نادرالوجود
اور دقیق ہے'' [۴]

جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں ان تینوں قسموں میں صرف ایک شخص متفرد ہوتا ہے ہر قسم میں تفرد سند کی ایک خاص جگہ میں واقع ہوتا ہے نیز یہ کہ تفرد اصل سند میں جس جانب صحابی ہوتا ہے وہاں نہیں واقع ہوتا بلکہ وسط سند میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اسی اضافی قید و شرط کی بنا پر حدیث غریب کو فرد نسبی کا نام دیا جاتا ہے ہم نے جن امثلہ سے اس ضمن میں استشہاد کیا ہے۔ امام حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ الافراد ہیں [۵] ان کا ذکر کیا ہے گویا ان کے نزدیک فرد و غریب کے مابین جو فرق و امتیاز بھی پایا جاتا ہے وہ صرف مطلق و مقید میں محدود ہے اور بس۔

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۹ نیز دیکھئے کتاب ھذا باب الطابع الاقلیمی نشاءۃ الحدیث (۲) التوضیح ج ۲ ص ۱۰۔ (۳) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۲۔ (۴) حوالہ مذکور ص ۱۰۰۔ (۵) معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۶، ۱۰۲۔

(۹) عزیز (۱۰) مشہور (۱۱) مستفیض

ان تینوں قسموں میں یہ وصف مشترک پایا جاتا ہے کہ فرد نسبی اور تواتر معنوی کے درمیان واقع ہیں چنانچہ ان میں کسی حد تک غرابت پائی جاتی ہے جس کے بارے میں ہم بتا چکے ہیں کہ اس کو فرد نسبی بھی کہتے ہیں اس لئے کہ حدیث غریب کے روایت کرنے میں جب دو یا تین راوی شریک ہوں تو اس حدیث کو عزیز کہتے ہیں اور اگر ایک جماعت روایت کرتی ہو تو اس کو مشہور [۱] کہا جاتا ہے اور اگر راویوں کی ایک جماعت روایت کرتی ہو اور ان کی تعداد اور روایت کے آغاز و انتہا میں یکساں رہتی ہو تو اس کو مستفیض [۲] کہتے ہیں۔

ان اقسام سہ گانہ میں ایک طرح کا معنوی تواتر پایا جاتا ہے اس لئے کہ تعدد رواۃ کی بنا پر ایسی احادیث شہرت پذیر ہو جاتی ہیں نیز زیادہ راویوں کی وجہ سے حدیث کو تائید وتقویت حاصل ہوتی ہے اور راویوں کی ایک جماعت کے مسلسل نقل کرنے کی بناء پر زبان زد عام ہو جاتی ہے۔

البتہ ان اقسام ثلاثہ کا تعلق متواتر کی نسبت غریب کے ساتھ زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مباحث اسناد کے ساتھ متعلق ہیں اور متواتر کا سند سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ [۳] پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ان تینوں اقسام کے راویوں میں تفاوت درجات جو تعدد پایا جاتا ہے وہ ان کو اخبار آحاد ہونے سے خارج نہیں کرسکتا اور نہ جمع کے اس درجہ پر فائز کرسکتا ہے جو متواتر کے لئے شرط ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ تینوں قسمیں بہرکیف حدیث غریب ہی کے جداگانہ اسماء والقاب ہیں اور غریب ہی کی صحیح وحسن اور ضعیف میں منقسم ہوتی ہیں۔

عجلت پسند ناظر جب ان اقسام سہ گانہ کو دیکھتا ہے تو وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ان کو صرف صحیح کے اندر محدود رہنا چاہیے (یعنی ان میں سے کوئی قسم بھی حسن اور ضعیف نہیں ہونی چاہیے)۔

اس کے خیال میں یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حدیث عزیز جو ایک اور سند سے مروی ہونے کی بناء پر قوی تر ہو جاتی ہے یا حدیث مستفیض ومشہور جو راویوں کی سند سے مروی

---

(۱) اختصار علوم الحدیث ص ۱۸۷۔ (۲) شرح نخبہ ص ۵۔ (۳) ہم قبل ازیں اس پر تفصیلی روشنی ڈال چکے ہیں۔

ہونے کی بناء پر قوی تر ہو جاتی ہے یا حدیث مستفیض و مشہور جو راویوں کی ایک جماعت سے منقول ہونے کے باعث شہرت ہو چکی ہوتی ہے۔ اس غریب روایت کے مرتبہ و مقام تک اتر آئے۔ جس کو صرف ایک راوی روایت کرتا ہے۔ جس طرح لوگ ہر زمان و مکان میں عدد و کثرت سے متاثر ہونے کے خوگر ہیں اس کے پیش نظر یہ نتیجہ بلکہ عقل و منطق سے قرین نظر آتا ہے۔

مگر علمی تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ روایات کی توثیق یا تضعیف میں محدثین کا مقیاس و معیار کمیت کے بجائے کفیت پر مبنی ہے۔ چنانچہ اس ضمن ارقام الاعداد اور جمع و افراد کے بجائے وہ رواۃ و رجال کے اوصاف کو ملحوظ رکھتے۔ جو مسند میں مذکور ہوتے ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ تعداد میں کم ہوں یا زیادہ یہی ہے کہ ناقدین حدیث متواتر میں راویان کی خاص تعداد کو معین نہیں کرتے بلکہ یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ عرفاً و عادۃً اتنے لوگوں کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔ (۱)

اس موضوع پر بحث کرنے والے غلطی کی انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں جب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بعض محدثین کے نزدیک روایات حدیث کا تعدد بڑی حد تک حدیث کی تصحیح پر اثر انداز ہوتا ہے امام حاکم کے کلام میں بعض ایسے اشارے موجود ہیں جن سے متوہم ہوتا ہے کہ عددی معیار کو معتبر سمجھتے ہیں مثلاً وہ صحیح حدیث کے لئے یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ کم از کم اس کو دو راوی روایت کریں۔ جب ہم حدیث صحیح کی بحث میں ان کے نقطہ نظر کو واضح کر چکے ہیں (۲) امام حاکم کا ہم پر یہ حق بھی ہے کہ ہم صحیح طریقہ سے ان کے نقطہ نظر کی وضاحت پیش کریں۔

اس ضمن میں واضح ہو کہ امام حاکم کے نزدیک حدیث صحیح کا عزیز ہونا شرط ہے یعنی ان کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ جو حدیث صحیح ہو وہ عزیز بھی ہو۔ یعنی فرد غریب نہ ہو وہ یہ نہیں کہتے کہ ہر عزیز حدیث لازماً صحیح بھی ہوتی ہے۔ بخلاف ازیں حدیث مشہور و مستفیض تعدد رواۃ اور راویوں میں ایک جماعت کی شرط ہونے کے باوصف ہمیشہ صحیح اور ضعیف ہر قسم کی

(۱) جیسا کہ ہم قبل ازیں واضح کر چکے ہیں۔ (۲) ہم قبل ازیں اس پر روشنی ڈال چکے ہیں۔

حدیثیں ہوتی ہیں ہم اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ حدیث مستفیض ومشہور میں باطل اور موضوع حدیثیں بھی ہوتی ہیں امام حاکم کی عبارت اس ضمن میں واضح اور نا قابل تاویل ہے۔

حاکم فرماتے ہیں:

> ''بہت سی مشہور حدیثیں صحیح نہیں ہیں [۱] حاکم بکثرت احادیث کا ذکر کر کے جن میں حسن اور ضعیف ہر قسم کی حدیث موجود ہیں کہتے ہیں کہ یہ جملہ احادیث اپنے طرق واسانید کی بناء پر مشہور ہیں ان میں سے ہر حدیث کے اتنے طرق ہیں جو ایک جزء یا دو جزء میں سماتے ہیں مگر ان میں سے کسی کی تخریج بھی حدیث صحیح میں نہیں کی گئی''۔

جن احادیث سے امام حاکم نے استشہاد کیا تھا سیوطی نے ان احادیث کو بنظر غائر دیکھا اور بہت اچھی طرح ان کی چھان پھٹک کی۔ پھر ہر ایک کو اصطلاحی نام سے موسوم کیا جو اس کے شایان شان تھا۔ ان پر بہت کچھ اضافہ بھی کیا۔ اور امام زرکشی کی کتاب **التذکرۃ فی الاحادیث المشتھرہ** [۲] میں جو کمی رہ گئی تھی اس کی تلافی کے لئے حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق ایک کتاب مرتب کی۔ امام سیوطی کی کتاب التدریب میں ایسے شواہد بکثرت موجود ہیں جن کو سیوطی حدیث مشہور کی تمام قسموں صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع کے لئے مثال کے طور سے پیش کرتے ہیں۔

(۱) حدیث مشہور صحیح:

حدیث مشہور صحیح کی مثال یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے یک لخت چھین نہیں لے گا بلکہ وہ علماء کو وفات دے کر لوگوں کو علم سے محروم کر دے گا اور جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے جو علم کے بغیر فتوی دیا کریں گے اور اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی ضلالت میں مبتلا کریں گے۔ [۳]

(۲) حدیث مشہور حسن:

اس کی مثال یہ حدیث ہے کہ:

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۲ (۲) التدریب ص ۱۸۸ (۳) التدریب ۱۸۸ نیز معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۲

طلب العلم فریضة علی کل مسلم ہر مسلمان پر علم کی تلاش فرض ہے۔

امام المزی [1] فرماتے ہیں:

''اس حدیث کے متعلق طرق ہیں جن کی بناء پر یہ حدیث حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے''۔ [2]

(۳) حدیث مشہور ضعیف:

اس کی مثال یہ ہے حدیث ہے:

جبلت القلوب علی حب من احسن الیها [3]

دلوں کو اس شخص کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے جو ان سے نیک سلوک روا رکھتا ہے۔

(۴) حدیث مشہور باطل:

حدیث مشہور جو باطل اور بے اصل ہو اس کی لاتعداد مثالیں ہیں ان میں بعض سے مرفوع بعض قول صحابی اور بعض اقوال تابعین کے درجہ کی ہوتی ہیں۔

ایسی حدیثیں عوام میں زبان زد عام ہوتی ہیں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

''من عرف نفسه فقد عرف ربه''

''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا''۔

''یوم صومکم یوم نحرکم''

''تمہاری قربانی کا دن تمہارے روزے کا دن ہے''۔

کنت کنزا لا اعرف

''میں ایک ایسا خزانہ تھا جس کو کوئی پہچانتا نہ تھا''۔

---

(۱) یوسف بن عبدالرحمٰن ابوالحجاج المعروف المزی (بکسر الزاء المکسورہ) مزہ دمشق کے قریب ایک بستی کا نام ہے آپ کی وفات دمشق کے دارالحدیث اشرفیہ میں ۷۴۲ھ میں ہوئی (الرسالة المستطرفہ ص۱۲۶) (۲) التدریب ص۱۸۹ نیز معرفة علوم الحدیث۔ (۳) التدریب ص۱۸۹۔

الباذنجان لما اکل له [1]

''بینگن ہر مرض کی دوا ہے''۔

حدیث کی شہرت ایک اضافی [2] امر ہے بعض اوقات ایک حدیث صرف محدثین کے یہاں مشہور ہوتی ہے گاہے محدثین علماء اور عوام سب اس سے آگاہ و آشنا ہوتے ہیں اسی لئے کہا گیا کہ:

(۱) حدیث ابغض الحلال الی الله الطلاق فقہاء میں مشہور ہے۔

(۲) حدیث رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیه علمائے اصول کے یہاں شہرت رکھتی ہے۔

(۳) حدیث نعم العبد صهیب علمائے نحو میں مشہور ہے۔

(۴) حدیث مداراۃ الناس صدقة عوام کے یہاں مشہور ہے۔

(۵) حدیث من سلم المسلمون من لسانه ویده بہ یک وقت محدثین علماء اور عوام سب میں مشہور ہے۔ [3]

جہاں تک اس حدیث مشہور اصطلاحی کا تعلق ہے جس سے نقاد حدیث بھی آشنا ہوں اس سے وہ مراد نہیں ہوتی جو علماء و عوام کی زبانوں پر جاری و ساری ہو بلکہ مشہور اصطلاحی اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو تین یا تین سے زیادہ راویوں نے روایت کیا ہو [4] اس کی مثالیں اگرچہ بہت ہیں مگر محدثین و مجتہدین کے سوا کوئی بھی ان سے آشنا نہیں۔ [5]

حدیث مشہور اصطلاحی کی روشن ترین مثال حضرت انس کی یہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک ماہ تک رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھتے اور رعل و ذکوان کے قبیلوں پر دعا فرماتے رہے یہ حدیث بخاری و مسلم نے بروایت سلیمان التیمی از ابی مجلز از انس [6] بیان کی ہے امام حاکم اس کے مشہور ہونے کے وجوہ و اسباب ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(۱) امام سیوطی نے صراحتہ ان کو موضوع کہا ہے فرماتے ہیں وکلها باطل لا اصل لها (التدریب ص ۱۸۹) (۲) اختصار علوم الحدیث ص ۱۸۵ (۳) التدریب ص ۱۸۹ نیز التوضیح ج ۲ ص ۴۰۸ (۴) التوضیح ج ۲ ص ۴۸۹ (۵) معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۴ (۶) التدریب ص ۱۸۹۔

''اس کی تخریج احادیث صحیحہ میں کی گئی ہے ابو مجلز کے علاوہ اور راویوں نے بھی اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے پھر ابو مجلز سے روایت کرنے والے سلیمان التیمی کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں مزید بران سلیمان التیمی سے روایت کرنے والے بھی انصاری کے علاوہ بہت سے لوگ ہیں مگر فن حدیث میں مہارت رکھنے والوں کے علاوہ کوئی شخص بھی اس امر سے آگاہ نہیں ہوسکتا فن حدیث سے بے خبر تو یہ کہے گا کہ سلیمان التیمی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا (بلاواسطہ) شاگرد ہے۔ پھر یہ عجب بات ہے کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بواسطہ ابی مجلز روایت کرتا ہے۔ اس لئے یہ حدیث غریب ہے۔ اس یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس حدیث کی روایت زہرہ اور قتادہ نے بھی کی ہے۔ قتادہ سے روایت کرنے والے بہت سے راوی ہیں۔ فن حدیث سے نابلد شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ قبیلہ عرینہ والوں کے ضمن میں اس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے اس حدیث کے طرق واسانید بھی حدیث عرینہ کی طرح بہت زیادہ ہیں۔ (۱)

حدیث مشہور کی جو مثالیں ہم نے ذکر کی ہیں وہ مستفیض کی مثالیں بھی بن سکتی ہیں اس لئے کہ فقہاء کی ایک جماعت کی رائے میں مشہور اور مستفیض دونوں مترادف ہیں لیکن صحیح تر بات یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے حدیث مستفیض ابتدا و انتہاء دونوں میں یکساں طور پر مشہور ہوتی ہے مگر حدیث مشہور میں زیادہ عموم پایا جاتا ہے۔ (۲)

بعض محدثین نے دونوں کا فرق ایک اور طبقہ سے واضح کیا ہے ان کے نزدیک راویوں کی جو جماعت حدیث مشہور کو روایت کرتی ہے وہ تین یا اس سے زیادہ راویوں پر مشتمل ہوتی ہے گویا مشہور کے طرق واسانید دو سے زیادہ راویوں میں محصور محدود ہوتے ہیں بخلاف ازیں مستفیض اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی تین سے زیادہ ہوں تین راویوں سے کم کی روایت کو مستفیض نہیں کہتے چونکہ مستفیض عام طور سے پھیلی ہوئی ہوتی ہے

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۳، ۹۴۔۔ (۲) شرح نخبہ ص ۵

اس لئے اس کو مستفیض کہتے ہیں[1] یہ فاض الماء (پانی بہ نکلا سے) ماخوذ ہے یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پانی برتن کے کناروں سے بہنے لگے۔[2]

علماء نے حدیث مشہور اور مستفیض میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں دیکھی ان کی مثالیں بھی لا تعداد ہیں البتہ حدیث عزیز کے بارے میں انہوں نے شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے۔

ابن حبان بستی فرماتے ہیں:

''حدیث عزیز کا کوئی وجود ہی نہیں اس لئے کہ عزیز اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو دو راوی دوسرے دو راویوں سے سلسلہ سند کے آخر تک روایت کریں''۔[3]

ابن حبان کے خیال کے مطابق اس حدیث کو عزیز اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا وجود عزیز یعنی دشوار ہے اس لئے نہیں کہ یہ قلیل الوجود یا نادر الوجود ہوتی ہے۔

ابن حجر اس کی تردید فرماتے ہیں:

''اگر ابن حبان کا مطلب یہ ہے کہ دو راویوں کی صرف دو سے روایت اصلا موجود نہیں تو یہ بات قابل تسلیم ہے مگر حدیث عزیز کی جو صورت ہم نے بیان کی ہے وہ موجود ہے ہم بتا چکے ہیں کہ عزیز اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو دو سے کم راوی دوسرے دو سے کم راویوں سے نقل نہ کرتے ہوں اس کی مثال بخاری ومسلم کی وہ روایت ہے جس کے راوی حضرت انس ہیں نیز بخاری میں یہ روایت ابو ہریرہ سے بھی منقول ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھے اپنے والدین سے بڑھ کو محبوب نہ رکھے۔ انس سے یہ حدیث قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے روایت کی ہے پھر قتادہ سے شعبہ اور سعید نے عبدالعزیز سے اسماعیل بن عُلَیّہ اور عبد الوارث نے روایت کی اور ان سب سے راویوں کی ایک جماعت نے یہ حدیث روایت کی''۔[4]

---

(۱) التوضیح ج ۲ ص ۴۰۲، ۴۰۳ بر حاشیہ (۲) التوضیح ج ۲ حاشیہ ص ۴۰۵ (۳) التدریب ص ۱۸۸ نیز التوضیح ج ۲ ص ۴۰۷ (۴) نزہۃ النظر ص ۸ نیز التدریب ص ۱۹۱

حدیث کی اصطلاحات میں یہ صورت بڑی نادر ہے کہ کسی حدیث میں عزیز اور مشہور دونوں کے اوصاف پائے جاتے ہوں اس حالت میں اس کو "عزیز مشہور" کہیں گے ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کسی حدیث کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ کسی خاص طبقہ میں دو راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے عزیز کے درجہ کی حدیث ہے مگر اس سے پہلے یا بعد کے طبقہ میں زیادہ راویوں سے منقول ہونے کی بناء پر مشہور کے درجہ پر فائز ہوگی۔

حافظ علائی [1] اس کی مثال میں حدیث **نحن الاخرون السابقون یوم القیامة** پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث عزیز ہے اس کو حذیفہ بن یمان اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ سے روایت کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سات راویوں نے یہ حدیث روایت کی ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں ۔ (۱) ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن (۲) ابو حازم (۳) طاؤس (۴) اعرج (۵) ہمام (۶) ابو صالح (۷) عبد الرحمٰن مولی ام برثن [2]

(۱۲) عالی (۱۳) نازل

اصحاب ورع وتقوی علماء ہمیشہ ایسے محدثین کی روایات کو ترجیح دیتے رہے جن کی سند عالی ہو اور سرور کائنات ﷺ سے قریب تر ہو وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اسنادی قرب تقریب الی اللہ کا باعث ہے۔ [3]

قرب اسنادی انہیں ہمیشہ بسہولت حاصل نہیں ہوا کرتا تھا اس لئے وہ صحابہ تابعین اور علماء اعلام سے ایسی سند کے حصول میں کوشاں رہا کرتے تھے اس طرح سند عالی کی دو صورتیں وجود میں آ گئی تھیں (۱) مطلق (۲) نسبی واضافی۔

(۱) سند عالی مطلق

وہ ہے جس کے راوی قلت تعداد کے باعث نبی کریم ﷺ سے قریب ہوں اور اسی حدیث کی کسی دوسری سند میں راویوں کی تعداد اس سے زیادہ ہو۔ [4]

ایسی سند عالی کو " **اجل الاسانید** "تصور کیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ سند صحیح اور پاکیزہ ہو۔

(۱) ان کا تعارف کرایا جا چکا ہے۔ (۲) التدریب ص ۱۹۳ (۳) الجامع ج ۱ ص ۱۲۳ (۴) التدریب ص ۱۸۴۔

اگر ضعیف ہوگی تو اسے ناقابل التفات قرار دیا جائے گا۔ خصوصاً جب کہ اس میں پچھلے زمانہ کے ایسے جھوٹے راوی بھی موجود ہوں جو صحابہ سے سماع کے دعوی دار تھے۔ مثلاً ابن ہدبہ ، دینار، خراشہ، نعیم بن سالم، ابی الدنیا۔

اس لئے حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

"جب کسی محدث کو دیکھو کہ ایسے راویوں کی سند عالی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ جاہل آدمی ہے"۔ (۱)

سند عالی نسبی:

وہ سند ہے جس کے راوی کسی امام حدیث سے قرب تر ہوں، مثلاً اعمش، ابن جریج، مالک، شعبہ اور دیگر آئمہ حدیث اس کے ساتھ ساتھ سند صحیح بھی ہو یا اس سند کے راوی معتبر کتب حدیث میں سے کسی کتاب سے قریب تر ہوں۔ مثلاً کتب صحاح ستہ مؤطا امام مالک اور دیگر کتب (۲) اس کو نسبی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں جو علو سند پایا جاتا ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ نسبی اور اضافی ہوتا ہے۔

سند عالی نسبی کی متعدد صورتیں ہیں مشہور ترین صورت یہ ہے کہ بخاری کی روایت کردہ ایک حدیث کو لے کر کسی دوسری سند سے اس طرح روایت کی جائے کہ وہ امام بخاری کے شیخ یا شیخ الشیخ تک پہنچ جائے اور اس سند میں بخاری کی سند کے مقابلہ میں راویوں کی تعداد کم ہو۔ (۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے سند عالی نسبی کو چار قسموں میں منقسم کیا ہے (۱) موافقت (۲) بدل (۳) مساواۃ (۴) مصافحہ۔

(۱) موافقت:

موافقت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی کسی کتاب کے مؤلف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں۔

(۱) قواعد التحدیث ص ۱۰۸۔ (۲) التدریب ص ۱۸۵۔ (۳) الباعث الحثیث ص ۱۸۲۔

مثلاً امام بخاری ایک حدیث قتیبہ سے اور وہ مالک سے روایت کرتے ہیں۔ کوئی دوسرا شخص کسی اور سند سے یہی روایت قتیبہ سے بیان کرے اور اس سند میں امام بخاری کی نسبت راویوں کی تعداد کم ہو۔ (۱)

(۲) بدل:

اور اگر کوئی شخص مؤلف کتاب کے شیخ الشیخ تک کسی اور سند سے پہنچ جائے تو اس کو بدل کہتے ہیں مثلاً سند مذکورہ بالا کو کوئی شخص ایک اور سند سے قعنبی از مالک روایت کرے تو اس صورت میں قعنبی گویا قتیبہ کا بدل ہوگا۔ (۲)

(۳) مساواۃ

مساواۃ کا مطلب یہ ہے کہ مؤلف کتاب نے ایک حدیث کو ایک خاص سند سے روایت کیا ہو ایک دوسرا شخص کسی دوسری سند سے یہ حدیث بیان کرے اور دونوں میں راویوں کی تعداد برابر ہو اس کی مثال بقول ابن حجر یہ ہے کہ فرض کیجئے امام نسائی ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور اس کی سند میں ان سے لے کر نبی ﷺ تک گیارہ راوی ہوں۔ ہم یہی حدیث کسی اور سند سے بیان کریں اور اس میں بھی اتنے ہی راوی ہوں تو گویا ہم اس صورت میں امام نسائی کے مساوی ہوں گے اگرچہ ان کی سند ہماری سند سے الگ ہے۔ (۳)

محدث ابن الصلاح فرماتے ہیں:

> ”ہمارے عصر و عہد میں مساواۃ سے مراد یہ ہے کہ کسی سند میں راویوں کی مساواۃ صرف امام مسلم یا دیگر مولفین کے شیخ یا شیخ الشیخ تک پہنچنے کے اعتبار سے نہیں بلکہ صحابی یا تابعی بلکہ رسول کریم تک پہنچنے کی نسبت سے ہو مثلاً کسی حدیث کو روایت کرنے والے اور صحابی کے درمیان اتنے ہی راوی ہوں جتنے امام مسلم اور اس صحابی کے درمیان اس طرح وہ روایت کنندہ قرب اسناد اور عدد رجال میں امام مسلم کے برابر ہوگا“۔ (۴)

(۱) شرح نخبہ ص ۳۱۔ (۲) نیز نخبہ ص ۳۱ نیز التدریب ص ۱۸۵۔ (۳) شرح نخبہ ص ۳۲ (۴) علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۲۹۱

(۴) مصافحہ:

مصنف کتاب کے تلمیذ کے ساتھ مساوات کو مصافحہ کہتے ہیں مصافحہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب دو آدمی ملتے ہیں تو وہ باہم مصافحہ کرتے ہیں [۱] اگر تلمیذ مصنف نے تمہارے شیخ کی برابری کی ہو تو گویا تم نے مصنف کتاب سے مصافحہ کیا اور ان سے روایت کی۔ اور اگر مساوات تمہارے شیخ الشیخ کے ساتھ ہوئی تو مصافحہ کرنے والا تمہارا شیخ ہوگا اور اگر مساوات تمہارے شیخ کے شیخ الشیخ کے ساتھ ہوئی تو مصافحہ کرنے والا تمہارا شیخ الشیخ ہوا۔ [۲]

مذکورہ صدر اقسام میں سے مساواۃ اور مصافحہ کا عالی ہونا محتاج بیان نہیں۔ یہ دونوں قسمیں نسبۃً مولف کتاب کے اپنی سند میں نازل ہونے کی وجہ سے عالی ہوئیں اسی لئے عصر حاضر یعنی چودھویں صدی اور اس کے قریب زمانہ میں ان دونوں قسموں کا وجود متعذر ہے کیونکہ ان ادوار کے اندر اسناد میں بہت بُعد پیدا ہو گیا ہے۔

ابن الصلاح مساواۃ اور مصافحہ کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے اور ان کو حقیقی علو سے عاری خیال کرتے ہیں پھر پورے وثوق سے کہتے ہیں:

> ''علو کی یہ اقسام نزول کے تابع ہیں اس لئے کہ اگر مؤلف کتاب اپنی سند میں نازل نہ ہوتا تو اس کے مقابل راوی کو علو سند نصیب نہ ہوتا''۔ [۳]

علو نسبی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ راوی اپنے استاد سے قبل فوت ہو جائے اگرچہ دونوں سندیں راویوں کی تعداد کے لحاظ سے مساوی ہوں۔ مثلاً جس نے مسند احمد کا سماع بطریق احمد علی حلاوی از ابو العباس حلبی از نجیب کیا ہو وہ اس شخص کی نسبت عالی ہوگا جس نے جمال کتانی از قرضی از زینب بنت مکی کی سند سے مسند کا درس لیا ہو اس لئے کہ اول الذکر تینوں راوی مؤخر الذکر سے پہلے وفات پا چکے تھے [۴] اور اس لئے وہ احمد اور مسند احمد سے قریب تر ہیں۔

علو نسبی تقدم سماع سے بھی حاصل ہوتا ہے [۵] چنانچہ جس نے کسی شیخ سے پہلے سنا ہے

---

(۱) شرح نخبہ ص ۳۲ (۲) التدریب ص ۱۸۶ (۳) علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۲۲۰ (۴) التدریب ص ۱۸۶ (۵) علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۲۲۰۔

وہ بعد میں سننے والے سے اعلیٰ ہوگا مثلاً دو شاگردوں نے ایک ہی استاد سے استفادہ کیا ہو ایک کو اس سے استفادہ کیے ہوئے ساٹھ برس گزرے اور دوسرے کو چالیس تو اندریں صورت پہلا دوسرے سے اعلیٰ ہوگا۔ (۱)

پچھلے ادوار کے محدثین اسناد عالی بہر دو صنف مطلق و نسبی کے بڑے شائق تھے ان کے اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اسی کو سرمایہ افتخار بنا کر دیگر اہم امور نظر انداز کر دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس پر اسی طرح کبر و فخر کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا جس طرح وہ غریب اور منکر حدیثیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ان پر اترایا کرتے تھے۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں اس پر روشنی ڈال چکے ہیں علو سند کے مرغوب و محبوب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں اقرب الی الصحت اور قلت خطاء کے امکانات زیادہ ہیں اس لئے کہ سند میں جتنے راوی ہوں گے ہر راوی سے غلطی کا صدور جائز ہوگا درمیانی وسائط جتنے بڑھتے جائیں گے اور سند لمبی ہوتی جائے گی غلطی کے احتمالات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور سند میں جتنے راوی کم ہوں گے اسی قدر غلطی کا احتمال کم ہوتا جائے گا (۲) اسی لئے محدثین کے یہاں یہ مقولہ زبان زد عام ہے کہ ''سند نازل گھٹیا ہوتی ہے''۔ (۳)

امام سیوطی الفیہ میں فرماتے ہیں: (۴)

وطلب العلو سنة ومن   يفضل النزول عنه ما فطن

(سند عالی کی طلب و تلاش   (محدثین کی) سنت ہے اور جو سند

نازل کو ترجیح دیتا ہے وہ   (اس کی فضیلت کو) سمجھا ہی نہیں)

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ سند نازل عالی کی ضد ہے سند نازل کی قسموں کی تفصیل سند عالی کی اقسام ہی سے معلوم کی جا سکتی ہے زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں۔ (۵)

یاد رہے کہ سند عالی کو نازل کے مقابلہ میں جو عظمت و فضیلت حاصل ہے وہ ہر وقت اور ہر جگہ مطلقاً نہیں ہے۔ بخلاف ازیں جب سند نازل میں کوئی خوبی پائی جاتی ہو تو وہ عالی

(۱) الباعث الحثیث ۱۸۴ نیز التدریب ص ۱۸۷ (۲) شرح نخبہ ص ۳۱ (۳) علوم الحدیث لابن الصلاح ۲۲۲ (۴) اختصار علوم الحدیث ص ۱۸۴ (۵) الفیہ سیوطی ص ۲۶۰ شعر نمبر ۶۰۴۔

سے بڑھ جاتی ہے مثلاً جب سند نازل کے راوی زیادہ حافظ ثقہ اور فقیہ تر ہوں یا اس کے اخذ وروایت کی صورت اقرب الی السماع ہو۔ (۱)

وکیع (۲) اپنے اصحاب وتلامذہ سے فرمایا کرتے تھے بتایے ان دوسندوں میں سے تمہیں کون سی سند پسند ہے آیا (۱) اعمش از ابی وائل از ابن مسعود یا (۲) سفیان از منصور از ابراہیم از علقمہ از ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

پہلی سند میں سب شیوخ حدیث ہیں اور دوسری سند فقہاء پر مشتمل ہے اور فقہاء کی سند ہمیں شیوخ کی سند سے عزیز تر ہوتی ہے۔ (۳)

حافظ سلفی (۴) نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حدیث میں وجہ فضیلت صرف یہ ہے کہ علماء سے مروی ومنقول ہو اس لئے جو سند علماء پر مشتمل ہو وہ نازل بھی ہو تو جہلاء کی سند عالی سے بہتر ہے محققین کا مذہب یہی ہے۔

''اندریں صورت سند نازل نظر وتحقیق کی بناء پر عالی کہلانے کی مستحق ہوگی'' ۔ (۵)

(۱۴) متابع (۱۵) شاہد

بعض محدثین متابع ومشاہد کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے (۶) اس لئے کہ یہ دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ ان سے فرد نسبی (حدیث غریب) کو تقویت وتائید حاصل ہوتی ہے مگر اس سے دونوں کا مترادف ہونا لازم نہیں آتا بلکہ ان کے درمیان بڑا نازک فرق پایا جاتا ہے اور علماء نے ان کی جداگانہ تعریفیں کی ہیں۔

اس ضمن میں جو اقوال وامثلہ محفوظ ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ شاہد میں متابع کی نسبت زیادہ عموم پایا جاتا ہے اس لئے کہ شاہد لفظ ومعنی دونوں کی تائید کرتا ہے بخلاف ازیں

(۱) التدریب ص ۱۸۸ (۲) وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی ان کی کنیت ابوسفیان ہے کوفہ کے باشندہ تھے اور قیس عیلان کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں وفات پائی امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین ان کے بارے میں کہا کرتے تھے عراق میں ثقہ راوی وکیع ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۶۶، ۴۸۱)۔ (۳) اختصار علوم الحدیث ص ۱۸۵۔ (۴) ان کا تعارف قبل ازیں کرایا جا چکا ہے۔ (۵) التدریب ص ۸۸۔ (۶) شرح نخبہ ص ۱۵، نیز التدریب ص ۸۵

متابع میں صرف الفاظ کی تائید مقصود ہوتی ہے معنی کی نہیں۔ (۱)

اس اساسی واصولی فرق وامتیاز کی بناء پر ہم متابع کی یہ تعریف کر سکتے ہیں کہ جس کے راوی کی دوسرا راوی تائید کرتا ہو اور تائید کرنے والا اس قابل ہو کہ اس کی روایت تسلیم کی جا سکے۔ تائید کرنے والا پہلے راوی کے شیخ یا شیخ الشیخ سے ایسے الفاظ میں روایت کرے جو پہلے راوی کے بیان کردہ الفاظ سے ملتے جلتے ہوں۔ (۲)

شاہد کی تعریف یہ ہے کہ دوسرا راوی یوں تو اس کے راوی کی تائید کرتا ہو مگر وہ مختلف صحابی سے روایت کرتا ہو اور اس کی یہ روایت لفظ ومعنی دونوں میں یا صرف معنی میں پہلے راوی کی روایت سے ملتی جلتی ہو۔ (۳)

متابع کی دو قسمیں ہیں:۔(۱) متابع تام (۲) متابع قاصر۔

اسی طرح شاہد کی بھی دو قسمیں ہیں:۔(۱) شاہد لفظی (۲) شاہد معنوی۔

متابع تام:

وہ ہے جس میں ایک راوی دوسرے راوی کی تائید کرتا ہو۔ اس کی مثال وہ حدیث ہے جس کو امام شافعی اپنی ''کتاب الام'' میں امام مالک از عبداللہ بن دینار از ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے چاند دیکھے بغیر نہ روزہ رکھو اور نہ افطار کرو اگر بادل چھایا ہوا ہو تو تیس دن کی گنتی پوری کرلو''۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو امام مالک سے روایت کرتے میں شافعی متفرد ہیں اور اسلئے اس حدیث کو غرائب شافعی میں شمار کرتے ہیں اس لئے کہ امام مالک کے دوسرے تلامذہ نے اسی سند سے حدیث کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ اگر بادل چھا جائے تو اندازہ کرلو مگر علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ امام شافعی کے ایک متابع بھی ہیں اور وہ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی ہیں۔ چنانچہ امام بخاری نے یہ روایت بطریق قعنبی از مالک اسی

(۱) التدریب ص ۸۵۔ (۲) قواعد التحدیث ص ۱۸۹ (۳) شرح نخبہ ص ۱۵

طرح روایت کی ہے۔[1]

متابع قاصر:

وہ ہے جو راوی کے شیخ یا شیخ الشیخ کی تائید کرتا ہو۔

اس کی مثال ابن خزیمہ کی ذکر کردہ مذکورہ صدر حدیث ہے جو موصوف نے بطریق عاصم بن محمد از والد خود محمد بن زید از جد خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بایں الفاظ روایت کی ہے کہ تیس دن پورے کرلو۔ بخلاف ازیں صحیح مسلم میں عبیداللہ بن عمر نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ''تیس دن کا اندازہ کرلو''۔

شاہد لفظی:

جو متن حدیث کی لفظ تائید کرے اس کو شاہد لفظی کہتے ہیں اس کی مثال سابقاً ذکر کردہ حدیث کی وہ روایت ہے جو نسائی نے بروایت محمد بن حسین از ابن عباس رضی اللہ عنہ از نبی کریم ﷺ ذکر کی ہے یہ اس حدیث کے بالکل مطابق ہے جو عبداللہ بن دینار نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔[2]

شاہد معنوی:

جو کسی حدیث کے معنی و مفہوم کی تائید کرے اسے شاہد معنوی کہتے ہیں اس کی مثال حدیث سابق کی وہ روایت ہے جو امام بخاری نے بطریق محمد بن زیاد ابو ہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے کہ اگر بادل چھا جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرلیا کرو۔[3]

اس طرح رویت ہلال سے متعلق حدیث متابعت تامہ و قاصرہ نیز شاہد لفظی و معنوی چاروں کی مثال بن گئی۔[4]

اصول حدیث سے متعلق وشاہد کے ساتھ ساتھ اعتبار کا ذکر بھی کیا جاتا ہے جس سے قاری سمجھنے لگتا ہے کہ مجموعی اعتبار سے یہ تین قسمیں ہیں حق بات یہ ہے کہ اعتبار متابع وشاہد

(۱) شرح نخبہ ص ۱۴ (۲) التوضیح ج ۲ ص ۱۴ نیز شرح نخبہ ص ۱۴ (۳) شرح نخبہ ص ۱۵ (۴) التوضیح ج ۲ ص ۱۵

کی پہچان کے لئے ایک ذریعہ ووسیلہ کی حیثیت رکھتا ہے امام سیوطی الفیہ میں فرماتے ہیں:(۱)

الاعتبار سبر ما یرویه هل شارک الراوی سواه فیه

(اعتبار روایت کی اس جانچ پڑتال کو کہتے ہیں کہ کیا کوئی دوسرا راوی بھی اس کے روایت کرنے میں شریک ہے یا نہیں)۔

حافظ بن حجر فرماتے ہیں:

''مختلف کتب حدیث مثلاً جوامع مسانید اور اجزاء سے طرق واسانید کو اس مقصد کے لئے تلاش کرنے کو اعتبار کہتے ہیں کہ آیا جس حدیث کو فرد اور غریب سمجھا جاتا ہے اس کا کوئی متابع بھی ہے یا نہیں''؟

ابن الصلاح کے قول" **معرفة الاعتبار والمتابعات والشواهد**" سے وہم پڑتا ہے کہ شاید اعتبار بھی متابع وشاہد کی طرح ایک مستقل قسم ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ متابعات وشواہد تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔(۲)

جو احادیث اصل کی حیثیت رکھتی ہیں محدثین ان میں جس حد تک تشدد سے کام لیتے ہیں شواہد ومتابعات میں اتنی سختی نہیں برتتے، چنانچہ شواہد ومتابعات میں اگر کسی قدر ضعف بھی پایا جاتا ہو تو اس کو گوارا کرتے ہیں مگر اصل روایات میں اس کو ناقابل برداشت تصور کرتے ہیں بلکہ ایسا ضعف صحیحین کے متابعات وشواہد میں بھی موجود ہے اسی لئے امام دار قطنی اور دیگر نقاد حدیث بعض ضعیف راویوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ راوی اعتبار کے لئے موزوں ہے اور فلاں موزوں نہیں۔(۳)

جب کسی ضعیف راوی کے بارے میں ''متروک الحدیث'' کے الفاظ منقول ہوں تو وہ اعتبار کے لے موزوں نہیں ہے۔ اس کی مثال حدیث نبوی **احبب حبیبک** ہونا ماہے یہ حدیث ترمذی نے بطریق حماد سلمہ از ایوب ابن سیرین از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی کریم ﷺ کی روایت ہے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور کسی دوسری سند سے مروی نہیں سیوطی نے امام ترمذی کی اس عبارت کا مطلب یہ بتایا ہے کہ یہ حدیث

(۱) الفیہ سیوطی ص ۴۰ اشعر نمبر ۲۰۴ (۲) نزہۃ النظر ص ۳ نیز التوضیح ج ۲ ص ۱۱، ۱۲ (۳) اختصار علوم الحدیث ص ۶۴

کسی صحیح سند سے منقول نہیں ورنہ حسن بن دینار نے اس کو ابن سیرین سے روایت کیا ہے مگر حسن متروک الحدیث ہونے کی بناء پر متابعات روایت کرنے کے لائق نہیں۔ [۱]

جو شخص ایسے طریق واسانید کا طالب ہو جو متابعات وشواہد کے لائق ہیں اسے مختلف کتب حدیث مثلاً جوامع مسانید اور اجزاء کا مطالعہ کرنا چاہیے ہم قبل ازیں متابعات وشواہد پر روشنی ڈال چکے ہیں۔

(۱۶) مدرج:

مدرج اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند یا متن میں ایسے اضافہ کا پتے چلے جو دراصل اس میں نہ ہو [۲] اس کی وجہ تسمیہ واضح ہے ادراج ایک چیز کو دوسری کے اندر داخل کرنے اور اس کے سمونے کو کہتے ہیں۔ [۳]

احادیث صحیحہ حسن اور مسند کے راوی عموماً بتادیا کرتے ہیں کہ اضافہ کہاں واقعہ ہوا ہے اضافہ معمولی بھی ہو تو بھی وہ اس سے آگاہ کردیتے ہیں اور یہ بھی بتاتے ہیں کو اضافہ کرنے والا کون ہے خواہ یہ زیادت متن میں ہو یا سند میں ادراج کو ظاہر نہ کرنے کی صورت میں انہیں یہ خدشہ دامنگیر رہتا ہے کہ کوئی شخص ان کی زبانی یہ روایت نقل کرے اور اس بات کی تصریح نہ کرے کہ یہ ادراج ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غیر شعوری طور پر حدیث رسول یا رواۃ حدیث کے بارے میں دروغ گوئی کرنے والوں کے معاون ٹھہریں گے۔

اس میں شبہ کی کوئی مجال نہیں کہ ادراج کذب وتدلیس کی ایک قسم ہے اور ہی شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے جو ضیعف الایمان ہو اور راسخ العقیدہ نہ ہو۔

سمعانی فرماتے ہیں:

> ''جو شخص دانستہ ادراج کا مرتکب ہوتا ہے وہ ساقط العدالت ہے اور ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو کلمات کی تعریف کرتے ہیں وہ کذابین کے زمرہ میں شامل ہے''۔ [۴]

---

(۱) الباعث الحثیث ص۶۴ بحوالہ التدریب ص۸۵۔ (۲) الباعث الحثیث ص۸۰ (۳) التوضیح ج۲ حاشیہ ص۵۰ (۴) التدریب ص۵۸۔

ادراج فی المتن اکثر حدیث کے اخری حصہ میں وقوع پذیر ہوتا ہے بعض راویان حدیث ایضاح وتفسیر کے نقطہ خیال سے حدیث کے آخر میں بعض الفاظ درج کر دیتے ہیں بعض اوقات یہ اضافہ آغاز حدیث اوراس کے وسط میں بھی ہوتا ہے زیادہ تر شروع میں ہوتا ہے اوراس کی نسبت وسط میں بہت کم وقوع پذیر ہوتا ہے۔ [1]

ادراج فی الوسط کی مثال وہ حدیث ہے جو امام نسائی نے مرفوعاً حضرت فضالہ سے روایت کی ہے۔

"انا زعیم... والزعیم الحمیل... لمن امن بی و اسلم وجاھدفی سبیل اللہ ببیت فی ربض الجنۃ" [2].

(جو مجھ پر ایمان لائے مشرف باسلام ہو جائے اور خدا کی راہ میں جہاد کرے میں اس کے لئے جنت کے کے کنارے ایک گھر کا ضامن ہوں۔

اس حدیث میں "والزعیم الحمیل" کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے فرمودہ نہیں بلکہ حدیث کے راوی ابن وہب نے لفظ "زعیم" کی تشریح کے لئے درج کیے ہیں راوی نے سمجھا کہ زعیم کا لفظ عام فہم نہیں ہے لہذا اس کا مفہوم واضح کر دیا۔

آغاز حدیث میں ادراج کی مثال خطیب بغدادی کی وہ روایت ہے جو موصوف نے بطریق ابوقطن وشبابہ از شعبہ از محمد بن زیاد از ابی ہریرہ روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار (وضو اچھی طرح کیا کرو، افسوس کہ ایڑیاں جہنم کی آگ کی نذر ہوں گی)۔

اس حدیث میں اسبغوا الوضوء کے الفاظ آپ نے نہیں فرمائے بلکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے درج کیے تھے ابوقطن اور شبابہ نے جب شعبہ سے روایت کی تو انہوں نے اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے نبی کریم ﷺ کا ارشاد سمجھا۔ [3]

---

(۱) التوضیح ج ۲ حاشیہ ص ۵۳ (۲) التدریب ص ۹۷ (۳) روایات کثیرہ سے اس ادراج کا پتہ چلتا ہے جن میں اسبغوا الوضو کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل امام بخاری کی وہ روایات ہے جو موصوف نے بطریق آدم از شعبہ از محمد بن زیاد از ابی ہریرہ نقل کی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسبغوا الوضوء (وضو اچھی طرح کیا کرو) کیونکہ آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے ویل للاعقاب من النار. امام سیوطی تدریب ص ۹۶ پر خطیب سے نقل کرتے ہیں کہ اس آخری روایت کو ایک جم غفیر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سابق الذکر راوی آدم کی طرح نقل ور وایت کیا ہے۔

حدیث کے آخری حصہ میں ادراج کی مثال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ صحیح اور مرفوع روایت ہے کہ غلام کو دو اجر ملیں گے مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر جہاد حج اور والدہ کی اطاعت کا خیال دامن گیر نہ ہوتا تو میں غلامی کی حالت میں مرنے کو ترجیح دیتا۔ [1]

نبی کریم ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ غلام کو دو اجر ملیں گے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے غلام بننے کی آرزو کا اظہار کر کے حدیث میں ذکر کردہ اجر و ثواب کی تائید کر دی ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ تو خود غلاموں کو آزاد کرنے کی تعلیم دیتے تھے آپ ایسی خواہش کا اظہار کیونکر کر سکتے تھے نیز یہ کہ نبی کریم ﷺ کی والدہ تو بچپن ہی میں وفات پا گئی تھیں پھر یہ الفاظ آپ کے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ [2]

جہاں تک مدرج الاسناد کا تعلق ہے اس کا نتیجہ بھی دراصل ادراج فی المتن [3] ہی کی صورت میں رونما ہوتا ہے تاہم مدرج الاسناد کی دو صورتیں زیادہ اہم ہیں۔ [4]

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ راوی ایک سند کے ساتھ متعدد سندوں والی حدیث کو جمع کر دے اور اختلاف اسانید کو بیان نہ کرے [5] اس کی مثال ترمذی کی وہ حدیث ہے جو موصوف نے بطریق ابن مہدی از ثوری از واصل ومنصور واعمش از ابووائل از عمرو بن شرحبیل از ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ میں دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ (آخر تک) واصل نے اپنی روایت میں عمرو بن شرحبیل کا ذکر نہیں کیا بلکہ واصل نے براہ راست ابووائل اور اس نے ابن مسعود سے روایت کی اس لئے عمرو بن شرحبیل کا ذکر واصل کی روایت میں ادراج اور منصور و اعمش کی سند میں درست ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ یحییٰ قطان نے ثوری سے دو سندوں کے ساتھ یہ حدیث واصل سے روایت کی ہے اور کسی میں بھی عمرو بن شرحبیل کا ذکر نہیں پایا جاتا ایک روایت منصور سے

(۱) التدریب ص ۹۶ (۲) التوضیح ج ۲ ص ۶۲۔ (۳) الباعث الحثیث ص ۸۲ (۴) حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ ص ۲۱، ۲۲ پر مدرج الاسناد کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ (۵) الباعث الحثیث ص ۸۲

ہے اور دوسری اعمش سے قطان کی روایت بخاری نے بھی ذکر کی ہے۔ [1]

مذکورصدر روایت سے واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سندیں متعدد ہیں مگر راوی نے اس کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ حدیث واصل نے عمرو بن شرحبیل سے روایت کی ہے کیونکہ منصور اور اعمش نے صراحۃ عمرو بن شرحبیل کا ذکر کیا ہے۔

(۲) مدرج الاسناد کی دوسری صورت [2] یہ ہے کہ ایک حدیث راوی نے ایک سند کے ساتھ روایت کی ہو علاوہ ازیں اس نے ایک اور حدیث علیحدہ سند کے ساتھ بھی روایت کی ہو بعد ازاں ایک راوی آئے اور دونوں میں سے ایک حدیث کو اس کی سند کے ساتھ روایت کرے اور بلا اطلاع دوسری حدیث کو بھی اس میں شامل کر دے۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے جو سعید بن ابی مریم نے بروایت مالک از زہری از انس مرفوعاً

ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تنافسوا

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو حسد نہ کرو ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور ایک دوسرے پر رشک نہ کرو)

سعید ابن ابی مریم نے اس حدیث میں ایسی عبارت بھی شامل کر دی ہے جو اس میں نہیں ہے بلکہ وہ دوسری حدیث کی عبارت ہے جس کی سند الگ ہے اور وہ امام مالک سے بطریق ابوالزناد از اعرج از ابو ہریرہ مرفوعا روایت کی گئی ہے وہ مدرج عبارت لا تنافسوا ہے یہ عبارت دوسری سند میں صراحۃ مذکور ہے جیسا کہ بخاری و مسلم نیز موطا میں یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں۔ [3]

ادراج کے اسباب و محرکات بہت سے ہیں مثلاً:

(۱) حدیث نبوی میں ذکر کردہ بعض نادر الاستعمال الفاظ کی تشریح و توضیح۔

(۱) التدریب ص ۹۸ (۲) الباعث الحثیث ص ۸۳ (۳) التوضیح ج ۲ ص ۶۵، نیز حاشیہ لقط الدررص ۷۹

(۲) راوی متن حدیث کے آغاز میں اپنی ﷺ جانب سے چند تمہیدی الفاظ کا اضافہ کر دیتا ہے۔

(۳) حدیث نبوی سے کسی شرعی حکم کا استنباط کر کے راوی حدیث کے وسط یا آخر میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کر دیتا ہے۔ (۱)

مذکورہ صدر محرکات ایسے ہیں کہ اگر راوی سے عمداً صادر ہوں تو بھی ہم انہیں جائز قرار دے سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام زہری اور دیگر آئمہ حدیث نادر الفاظ کی تفسیر کے لئے ادراج کو جائز سمجھتے اور اس میں کوئی حرج نہیں خیال کرتے تھے۔ (۲)

علاوہ ازیں دیگر اسباب ومحرکات کے زیر اثر سب محدثین وفقہاء کے نزدیک حدیث نبوی کے الفاظ میں دانستہ اضافہ کرنا حرام ہے یہ بات روشن ہے کہ حدیث مدرج کی جس قسم کو ہم نے حدیث صحیح حسن وضعیف کی مشترک قسم میں داخل کیا ہے وہ ایسی مدرج ہے جس میں تدلیس کو دخل نہ ہو نیز یہ کہ صرف اسی مدرج کو صحیح یا حسن کہہ سکیں گے جس میں مدرج عبارت معلوم ہو اور یہ بھی جانتے ہوں کہ یہ ادراج ایضاح وتفسیر کی خاطر کیا گیا ہے ورنہ حدیث نبوی اس سے خالی ہے حدیث نبوی میں یا تو آنحضور ﷺ کے اقوال شامل ہیں یا صحابہ وتابعین کے آثار وغیرہ۔

مدرج کی پہچان کے کئی طریقے ہیں (۳)

(۱)...... مدرج کی پہچان کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ اس کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی جانب محال ہو مثلاً حدیث الطیرۃ شرک وما منا الا ...... اس حدیث میں آخری عبارت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی درج کردہ ہے اس لئے کہ شرکیہ کلمات کو آپ ﷺ کی جانب منسوب نہیں کیا جا سکتا اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے غلامی کی آرزو کرنے کا واقعہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔

(۲)...... دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صحابی خود تصریح کرے کہ اس نے یہ مدرج جملہ نبی

(۱) التوضیح ج ۲ بر حاشیہ ص ۵۲ (۲) التدریب ص ۹۸ (۳) لقط الدارص ۹۱ نیز التوضیح ج ۲ ص ۶۲

کریم ﷺ سے نہیں سنا مثلاً عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فقرہ کہتے سنا کہ:

من جعل لله ندا دخل النار

''جس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ دوزخ میں داخل ہوگا''

اور دوسرا فقرہ میں خود کہتا ہوں کہ:

من مات لا يجعل لله ندا دخل الجنة

جو خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے بغیر مر جائے وہ جنت میں جائے گا۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

ایک فقرہ آنحضور ﷺ نے فرمایا اور دوسرا میں خود کہتا ہوں

مگر اختلاف روایت کی بنا پر ہم قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ دونوں میں سے مدرج جملہ کون سا ہے۔

(۳)...... مدرج کی پہچان کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ راوی صراحۃ حدیث مرفوع سے مدرج عبارت کو علیحدہ کر دے اور بتا دے کہ یہ فلاں شخص نے درج کی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تشہد کے بارے میں حدیث نبوی ذکر کر کے فرمایا:

''جب تم نے یہ سب کچھ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی اگر چاہو تو اٹھ جاؤ ورنہ بیٹھے رہو''۔ (ابوداؤد)

یہ عبارت مدرج ہے شبابہ بن سوار نے عبداللہ بن مسعود سے جو روایت بیان کی ہے اس سے بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے۔

شبابہ کہتے ہیں:

''عبداللہ بن مسعود نے کہا جب تم نے ایس کیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی''۔

یہ حدیث دار قطنی نے روایت کی اور کہا کہ شبابہ ثقہ راوی ہے۔

(۱۷) مسلسل:

مسلسل وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو تدلیس سے پاک ہو اور جس کی روایت میں ایک خاص عبارت یا فعل کا تکرار ہوتا ہو اور ہر راوی اوپر والے راوی سے اس فعل یا عبارت کو نقل کرتا ہو یہاں تک کہ وہ سند نبی کریم ﷺ تک پہنچ جائے۔

فن حدیث میں ناپختہ کار شخص حدیث مسلسل کے تدلیس وانقطاع سے پاک ہونے سے متاثر ہو کر فوراً اس کی صحت کا فیصلہ صادر کرتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ اس روایت میں جس عبارت یا ہم رنگ وہم آہنگ فعل کی تکرار پائی جاتی ہے وہ شک وشبہ سے پاک نہیں ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں:

"حدیث مسلسل میں یہ فائدہ ضرور ہے کہ وہ تدلیس وانقطاع سے پاک ہوتی ہے مگر ایسی حدیثیں شاذ ونادر ہی صحیح ہوتی ہیں"۔ (۱)

مسلسل احادیث کا اصل متن اگر تدلیس سے پاک ہونے کی بناء پر صحیح ہوتا ہے مگر بعض اقوال افعال کے کامل اور متماثل تسلسل کی وجہ سے ان میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے اس لئے کہ اخبار واحوال کی نقل وروایت میں اس قسم کا تسلسل بہت نادر اور دشوار ہوتا ہے (۳) یہی وجہ ہے کہ اکثر احادیث کا متن اگرچہ صحیح ہوتا ہے مگر جب تسلسل کے طریقہ سے ان کی روایت کی جاتی ہے تو ان کی صحت برقرار نہیں رہتی۔ (۴)

حافظ بن حجر عسقلانی حدیث مسلسل کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ اسناد کی صفت ہے جب کہ مرفوع ہونا متن کا وصف ہے بخلاف ازیں صحیح متن وسند دونوں کی صفت ہے"۔

حدیث مسلسل جس کی نقل وروایت پر مشتمل الفاظ میں یکسوئی پائی جاتی ہو اور ایسا

---

(۱) لفظ الدار میں ص ۳۶ پر حدیث مسلسل کی تعریف یہ کی ہے کہ جس کے راوی کسی صفت یا حالت یا کیفیت کے بیان کرنے میں یک زبان ہوں۔ (۲) اختصار علوم الحدیث ص ۱۸۹ (۳) حاشیہ لقط الدار ص ۱۳۶ (۴) شرح نخبہ ص ۴۴

تماثل وتشابہ بہت نادر ہو اس کی مثال وہ حدیث ہے جس کو محمد بن داؤد بن سلیمان ابن احمد سے اور وہ ابراہیم بن راشد سے اور وہ محمد بن یحییٰ واسطی سے (جو ابو منصور کے خادم تھے) روایت کرتے ہیں کہ ابو منصور نے مجھے کہا کہ اٹھ کر پانی ڈالیے تاکہ میں آپ کو منصور کے وضو کرنے کا طریقہ بتاؤں منصور نے مجھے کہا تھا کہ اٹھ کر پانی ڈالو تاکہ میں تمہیں ابراہیم کے وضو کرنے کا طریقہ بتاؤں ابراہیم نے مجھے کہا تھا کہ اٹھ کر پانی ڈالیے کہ میں آپ کو علقمہ کے وضو کا طریقہ بتاؤں کیونکہ علقمہ نے مجھے کہا تھا کہ اٹھ کر پانی ڈالیے تاکہ میں تمہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے وضو کا طریقہ بتاؤں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا تھا اٹھ کر پانی ڈالیے تاکہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کے وضو کرنے کا طریقہ دکھاؤں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اٹھ کر پانی ڈالیے کہ میں تمہیں جبریل علیہ السلام کے وضو کرنے کا طریقہ بتاؤں۔ (۱)

جس روایت میں ایک ہی طرح کے افعال مسلسل مذکور ہوں اور ان افعال کی یکسانی ویگانگت اسی طرح حیرت واستعجاب کی موجب ہو جس طرح سابق الذکر حدیث میں اس کی مثال محدث حاکم کی بیان کردہ یہ حدیث ہے کہ احمد بن حسین قاری نے میرے پنجے میں پنجہ ڈالا اور کہا ابو عمر عبدالعزیز بن عمر بن حسن نے میرے پنجے میں پنجہ ڈالا اور کہا میرے باپ نے میرے پنجے میں پنجہ ڈالا اور کہا ابراہیم بن ابی یحیی نے میرے پنجے میں پنجہ ڈالا اور کہا صفوان بن سلیم نے میرے پنجے میں پنجہ ڈالا اور کہا ایوب بن کالد انصاری نے میرے پنجے میں پنجہ ڈالا اور کہا عبداللہ بن رافع نے میرے پنجے میں پنجہ ڈالا اور کہا ابو ہریرہ نے میرے پنجے میں پنجہ ڈالا اور کہا ابو القاسم ﷺ نے میرے پنجے میں پنجہ ڈالا اور فرمایا:

> ''اللہ تعالی نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا کیا، پہاڑوں کو اتوار کے دن، درختوں کو سوموار کے دن، مکروہات کو منگل کے روز، نور کو بدھ کے روز، مویشیوں کو جمعرات کے دن اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا''۔ (۲)

مذکورہ صدر افعال واقوال کی یکسانی سے نفس انسانی میں جو شکوک وشبہات ابھرتے

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۰ (۲) معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۳، ۳۴۔

ہیں محدثین میں ان کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔

حاکم نیشاپوری اس قسم کے شواہد امثال ذکر کر کے ان پر مندرجہ ذیل الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

''یہ ہیں مسلسل اور متصل اسانید کی انواع واقسام، جن میں تدلیس کی کوئی آمیزش نہیں پائی جاتی۔ راویوں میں سماع کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ البتہ ان پر جرح وتعدیل کی پختہ مہر لگی ہوئی ہے۔ ان میں سے اکثر اسانید کو میں صحیح تصور نہیں کرتا۔ میں نے ان کا ذکر صرف اس لئے کر دیا ہے تاکہ ان کے شواہد سے ان پر استدلال کیا جا سکے''۔ (۱)

اگرچہ امام حاکم مذکورہ اسانید میں سے بعض کو صحیح تصور نہیں کرتے تاہم وہ بعض مسلسل اسانید کے بارے میں صحیح اور حسن ہونے کا فیصلہ بھی صادر کرتے ہیں امام حاکم کا یہ فیصلہ ایسی مسلسل احادیث کے بارے میں ہے جن کے راوی حفظ وضبط کے اوصاف سے موصوف ہوں اور جس متماثل ومتشابہ عبارت کے ساتھ انہوں نے کوئی حدیث اخذ کی ہو انہی الفاظ کے ساتھ اس کو دوسروں تک پہنچا دیں مثلاً سمعت حدثنا اور اخبرنا کے الفاظ کے ساتھ روایت کریں یہاں تک کہ حدیث نبی کریم ﷺ تک پہنچ جائے۔

مذکورہ بالا قسم کا تسلسل جو ایسے الفاظ میں رونما ہوتا ہے جن سے روایت حدیث کی صورت معلوم ہوتی ہے ممکن الوقوع ہوتا ہے یا کم از کم اس کے امکانات الفاظ حدیث یا افعال رواۃ کے تماثل وتشابہ کی نسبت زیادہ روشن ہوتے ہیں۔

اس کی مثال امام حاکم کی وہ روایت ہے جو انہوں نے بطریق ابوالحسن بن علی از علی بن سالم اصبہانی از یحییٰ بن حکیم از عبدالرحمٰن بن مہدی از سفیان ثوری از ابوعون ثقفی از عبد اللہ بن شداد بیان کی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس سے وضو کرنا ضروری ہو جاتا ہے''۔

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۴

اس سند کے تمام راوی ایک دوسرے سے سمعت کہہ کر روایت کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے یا کسی اور نے مروان کو یہ حدیث سنائی تو اس نے مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا محترمہ نے مجھے بتایا کہ پیغمبر علیہ السلام نماز کے لئے جایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک بوٹی یا شانے کی ہڈی چبائی، پھر نماز پڑھی اور دوبارہ وضو نہ کیا۔ مسلسل صحیح کی ایک قسم وہ بھی ہے جس کے تمام راوی حافظ اور اعلیٰ صفات کے ساتھ موصوف ہوں مسلسل کی یہ قسم قطعی علم کا فائدہ دیتی ہے۔ (۲)

لیکن صحیح ترین حدیث مسلسل جو اس کائنات پر روایت کی گئی وہ ہے جس میں سورہ صف کی تلاوت کا ذکر کیا گیا ہے (۳) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم چند لوگ آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے اور کہہ رہے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہو کہ خدا کے نزدیک محبوب تر کون سا کام ہے تو ہم اس پر ضرور عمل کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف نازل فرمائی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے یہ سورت بھی پڑھ کر سنائی۔ ابوسلمہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ سورت ہمیں سنائی، یحیی کہتے ہیں کہ ابوسلمہ نے یہ سورت ہمیں سنائی اور اوزاعی کا بیان ہے کہ یحیی نے یہ سورت تلاوت کی۔ محمد بن کثیر کہتے ہیں کہ اوزاعی نے یہ سورت ہمیں پڑھ کر سنائی۔ محدث دارمی کہتے ہیں کہ محمد بن کثیر نے سورہ صف تلاوت کی۔ (۴)

مسلسل احادیث میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کے تسلسل اور متن دونوں کو نقاد حدیث نے باطل قرار دیا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ”خدا کی قسم جبریل امین نے مجھے بتایا اور کہا خدا کی قسم میکائل نے مجھے بتایا“ یہاں تک کہ اسی طرح یہ روایت اللہ تک پہنچ جاتی ہے۔ محدث سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متناً و تسلسلاً دونوں اعتبار سے باطل ہے۔ (۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی حدیث کو بلا سبب و دلیل صحیح یا ضعیف نہیں کہہ سکتے کسی حدیث

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۰ (۲) التدریب ص ۱۹۵ (۳) التدریب ص ۱۹۴ (۴) حاشیہ لقط الدارص ۱۳۵ (۵) کتاب مذکور ص ۱۲۶

کے غلطی سے پاک ہونے کا انحصار اس کی سند و متن کی تحقیق و تلاش پر ہے اور اس ضمن میں فیصلہ صادر کرنے کے لئے صبر و تحمل کے ساتھ سوچ بچار کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

(۱۸) المصحف:

محدثین عظام نے حدیث مصحف کی صحیح پہچان حاصل کرنے کے سلسلہ میں بڑی گہرائی سے کام لیا تھا خواہ تصحیف متن میں واقع ہوئی ہو یا سند میں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی پہچان بڑا اہم کام ہے[۱] اس فن میں مہارت رکھنے والوں کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ علم حدیث کی اس خاص قسم میں علما کی علمی غلطی کی نشان دہی کی جاتی ہے (جو آسان کام نہیں ہے)

متقدمین نقاد حدیث مصحف ومحرف میں فرق نہیں کرتے تھے اس لئے کہ غلطی دونوں میں واقع ہوتی ہے نیز مصحف ومحرف دونوں قسم کی احادیث صحف کتب حدیث سے ماخوذ ہوتی ہیں اور بالمشافہ ان کا سماع نہیں کیا جاتا مصحف کے ترادف کے پیش نظر امام عسکری[۲] نے اس موضوع پر اپنی کتاب کا نام "التصحیف والتحریف وشرح ما یقع فیہ"[۳] رکھا ہے۔

علماء نے تصحیف قرآن وسنت کے موضوع پر جو کتابیں تصنیف کی ہیں یہ ان میں سے بہترین کتاب ہے۔ امام عسکری قاری کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ تصحیف وتحریف دونوں میں کوئی فرق نہیں فرماتے ہیں۔

> "میں نے اپنی تصنیف میں ایسے مشکل الفاظ و اسماء کی تشریح کر دی ہے جن کی ظاہری صورت ملتی جلتی ہے اور ان میں تصحیف وتحریف پیدا ہو جاتی ہے"۔[۴]

(۱) شرح نخبہ ص ۲۲ (۲) امام لغوی علامہ ابو احمد عسکری حسن بن عبداللہ بن سعید لغت وحدیث دونوں کے زبردست عالم تھے آپ نے صناعتہ الشعر، الحکم والامثال المختلف والموتلف اور التصحیف نامی کتب تصنیف کیں۔ ابو ہلال عسکری صاحب الصناعتین آپ کے شاگرد تھے، ابو ہلال کا نام حسن بن عبداللہ بن سہل ہے ،استاد اور شاگرد دونوں کا نام ونسبت اور ان کے والد کا نام ایک ہی تھا بروکلمان تاریخ آداب العرب ج ۱ ص ۱۲۷ میں دونوں کو خلط ملط کر دیا پھر جب اس کتاب کا ضمیمہ لکھا تو اس میں تصحیح کر دی! ابو احمد عسکری ۳۸۲ھ میں فوت ہوئے (بغیۃ الوعاۃ ص ۲۲۱) (۳) اس کتاب کا ایک حصہ ۱۳۸۶ھ میں مصر میں طبع ہو چکا ہے مگر اس کی طباعت اچھی نہیں ہے اس کا مخطوطہ دار الکتب قاہرہ میں ۱۵۶ صفحات میں موجود ہے۔ (۴) التصحیف ص ۳

اصل بات یہ ہے کہ بعض لوگ علماء کے بجائے کتابوں سے علم حاصل کرتے تھے اس لئے ان کے نقل کردہ روایات میں بعض اوقات الفاظ بدل جایا کرتے تھے۔ (۱)

متاخرین حفاظ حدیث کا رجحان و میلان اس جانب ہے کہ محرف و مصحف میں فرق پایا جاتا ہے اگرچہ یہ فرق چنداں نمایاں نہیں بلکہ بہت معمولی ہے۔ چنانچہ ابن حجر فرماتے کہ:

"جس میں نقطوں کی تبدیلی کر کے ایک حرف یا چند حروف کو بگاڑ دیا گیا ہو مگر ان کی ظاہری صورت میں کوئی فرق نہ آیا ہو تو اس کو "مصحف" کہتے ہیں بخلاف ازیں اگر حرف کی شکل تبدیل ہو گئی ہو تو اس کو "محرف" (۲) کہتے ہیں"۔

اس اصطلاح کے پیش نظر مصحف کی مثال یہ حدیث ہے۔

من صام رمضان واتبعه ستاً من شوال .

"جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے اور رکھے۔"

ابوبکر الصولی نے تصحیف کر کے سِتًّا کو شیئًا بنا دیا۔ محرف کی مثال حضرت جابر کی حدیث ہے:

رمی ابی یوم الاحزاب علی الاکحله فکواه رسول الله ﷺ

"غزوہ خندق کے دن حضرت ابی کی رگ اکحل پر تیر لگا تو آپ نے اس کو داغ دیا۔"

غندر نامی راوی نے اُبَیّ میں تصحیف کر کے اس کو اَبِی میرا باپ پڑھا حالانکہ جابر کے والد قبل ازیں غزوہ احد میں شہید ہو چکے تھے۔ (۳)

اس ضمن میں بکثرت واقعات مروی ہیں حدیث کی طرح تصحیف قرآن کریم میں بھی واقع ہوئی ہے۔ تصحیف کا ارتکاب زیادہ تر وہ لوگ کرتے تھے جو عامی ہونے کے باوصف معلم کے منصب پر فائز ہو گئے تھے۔ وہ قراء و حفاظ کے ساختہ پرداختہ بھی نہ تھے جو ان کی

(۱) کتاب مذور ص ۹۔۔ (۲) شرح نخبہ ص ۲۲ (۳) حاشیہ لقط الدارص ۹۵

غلطیوں کی نشان دہی کر دیتے۔ (۱)

ابوبکر المعیطی ذکر کرتے ہیں کہ میں ایک استاد کو دیکھا جو ایک لڑکے کو قرآن کریم پڑھا رہا تھا "فریق فی الحبة وفریق فی الشعیر " میں نے کہا استاد گرامی! خدا تعالی نے یوں تو نہیں فرمایا، قرآنی آیت تو اس طرح فریق فی الجنةو فریق فی ا لسعیر اس نے کہا تم ابو عاصم بن العلاء کسائی کی قراءت کے مطابق پڑھتے ہو اور میں ابوحمزہ بن عاصم مدنی کے مطابق میں نے کہا آپ قاریوں سے خوب واقف ہیں یہ کہہ کر میں چل دیا۔ (۲)

محدثین میں سے قرآن میں سب سے زیادہ تصحیف عثمان ابن ابی شیبہ (۳) سے منقول ہے محدث دارقطنی نے کتاب التصحیف میں ان کی بہت سی غلطیوں اور تحریفات (۴) کا ذکر کیا ہے ایک مرتبہ تفسیر قرآن کے دوران انہوں نے آیت قرآنی یوں تلاوت کی "جعل السفینة فی رحل اخیه " جب ان سے کہا گیا کہ قرآن میں السفینة کے بجائے السقایة کے الفاظ ہیں تو موصوف نے جواباً کہا میں اور میرا بھائی ابوبکر قاری عاصم (۵) کی پیروی نہیں کرتے۔

ایک مرتبہ سورالفیل یوں تلاوت کی:

الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل یعنی الم کو آلم یعنی سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیت کی طرح تلاوت کیا۔ (۶)

ایک مرتبہ اس نے یوں پڑھا:

"فضرب بینهم بسنور له ناب ایک شاگرد نے کہا آیت تو یوں ہے بسور له باب عثمان نے کہا میں حمزہ کی طرح تلاوت نہیں کرتا، ہمارے

---

(۱) اختصار علوم الحدیث ص ۱۹۲ (۲) الجامع ج ۴ ص ۶۴ (۳) الجامع ج ۴ ص ۶۳۔ عثمان بن ابی شیبہ کا پورا نام ونسب حافظ ابوالحسن عثمان بن محمد ہے ابوشیبہ ان کے دادا کا نام ہے ابوشیبہ اور ان کے بھائی ابوبکر دونوں صاحب المسانید ہیں عثمان ۲۳۹ھ میں فوت ہوئے (الرسالہ المستطرفہ ص ۵۰) (۴) التدریب ص ۱۹۷ حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ ص ۴۲ پر دارقطنی کی کتاب التصحیف اور عسکری کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔ (۵) التدریب ص ۱۹۷ نیز الجامع ج ۴ ص ۶۴ (۶) التدریب ص ۱۹۷

نزدیک اس کی قرأت ایک بدعت ہے''۔ [۱]

مگر حافظ ابن کثیر عثمان بن ابی شیبہ کی جانب منسوب واقعات کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کی طرف سے شدید مدافعت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عثمان بن ابی شیبہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ قرآن کریم کی تصحیف کیا کرتے تھے بڑی انوکھی بات ہے انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر مرتب کی ہے ان کی جانب ایسی باتیں منسوب ہیں جن کا صدور بچوں سے بھی ممکن نہیں''۔ [۲]

قرآن کریم میں ایسی تصحیفات کی ایک یگانہ اور منفرد مفسر محدث کی جانب نسبت کتنی بھی عجیب وغریب اور شکوک وشبہات سے پر کیوں نہ ہو اس سے مجال انکار نہیں کہ احادیث کے متون ہوں یا اسانید دونوں میں تصحیف واقع ہوتی ہے۔ اصول حدیث کی ہر کتاب ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے امام احمد نے کیا خوب فرمایا ''اور خطا وتصحیف سے کس کا دامن پاک ہوسکتا ہے''۔ [۳]

تصحیف کی جولانگاہ بڑی حد تک متون ہیں مگر بعض اوقات سند کے ناموں میں بھی تصحیف پائی جاتی ہے [۴] متن حدیث میں تصحیف واقع ہونے کی مثال یہ ہے کہ جب محمد بن یحیی ذہلی کا انتقال ہوگیا تو محمش نامی ایک شیخ حدیث پڑھانے بیٹھے۔ موصوف نے مشہور حدیث **یا ابا عمیر ما فعل النغیر** [۵] کے بجائے **مافعل البعیر** پڑھا۔ زکریا بن مہران کہتے ہیں کہ بعض راویوں نے تصحیف کرکے **لا یورث حمیل الا ببینة** کو **لا یرث جمیل الابثینة** پڑھا بعض لوگوں نے حدیث **زرغِبًّا تزدَدْحُبًّا** کو **رعنا تزدادُ حِنًّا** (ہماری کھیتی میں مہندی زیادہ اگے گی) پڑھا اور ایک طویل کہانی سنادی کہ ایک قوم غلے کا عشر ادا نہیں کرتی تھی اور نہ صدقہ دیتی تھی۔ ان کی کھتیاں مہندی کی صورت میں تبدیل ہوگئیں۔ [۷]

---

(۱) الجامع ج ۲ص ۶۴۔ (۲) اختصار علوم الحدیث ص ۱۹۲ (۳) التدریب ص ۱۹۶ (۴) شرح نخبہ ص ۲۲ (۵) نغیر نغر کی تصغیر ہے نغر ایک چڑیا نما جانور کا نام ہے جس کی جونچ سرخ ہوتی ہے (معرفہ علوم الحدیث ص ۱۴۶ نیز اختصار علوم الحدیث ص ۱۹۳) (۶) الجامع ج ۲ص ۶۲ (۷) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۴۸ نیز التدریب ص ۱۹۶

تصحیف متن کے بارے میں منقول واقعات میں سے ایک نرالا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے لیث بن سعد کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ نافع نے آپ کو نبی کریم ﷺ سے سن کر اس شخص کے بارے میں کیا فرمایا تھا جس کے باپ کا ایک واقع مشہور ونشرت فی ابیہ القصہ ہے لیث نے کہا وہ تو اس شخص کے بارے میں تھا جو چاندی کے برتنوں میں پیتا ھو الذی یشرب فی انیة الفضه

کہ ایسا شخص اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتا ہے۔[1]

مصحف اسناد کی مثال وہ روایت ہے جو محمد بن عبدالقدوس قاری نے بعض مشائخ سے نقل کی اس نے کہا کہ بغداد کے ایک شیخ نے ہم کو سفیان ثوری اور انہوں جلد الجلا اور انہوں نے الجبر سے سن کر بتایا[2] حالانکہ اصل سند میں سفیان ثوری از خالد الحذا حسن مذکور تھا۔[3]

امام شافعی سے امام مالک کی تصحیفات کے بارے میں بھی روایات منقول ہیں مزنی کہتے ہیں کہ میں نے شافعی سے سنا فرماتے تھے مالک نے عمر بن عثمان میں تصحیف کر دی دراصل یہ عمر بن عثمان تھا اسی طرح جابر بن عتیک کہا حالانکہ وہ جبر بن عتیک ہے۔ عبدالملک بن قریب کو غلطی سے عبدالعزیز بن قریر بنا دیا۔[4]

پہلے دو ناموں میں تصحیف ظاہر ہے تیسرے نام کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں:

> "عبدالعزیز کے بارے میں شافعی کا قول وہم پر مبنی ہے وہ عبدالعزیز بن قریر ہی صحیح ہے اور عبدالملک بن قریب غلط ہے کیونکہ امام مالک اصمعی[5] سے روایت نہیں کرتے۔ عبدالعزیز بن قریر سے امام مالک کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی روایت کی ہے"۔[6]

کتب حدیث کے مولفین سماع کی تصحیح سے متعلق جو روایت بیان کرتے ہیں وہ بھی اس سے ملتی جلتی ہیں مثلاً یہ روایت کہ شعبہ بن حجاج نے خالد بن علقمہ کے نام میں تصحیف کر کے اس کو مالک بن عرفطہ[7] بنا دیا ایسے معلوم دیتا ہے کہ خالد دو شخصوں کا نام ہے ایک سے

---

(۱) الجامع ج ۲ص ۶۲ (۲) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۵۲۔ (۳) ان کا تعارف قبل ازیں کرایا جا چکا ہے۔ (۴) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۵۰۔ (۵) ان کا مقصد یہ ہے کہ عبدالملک بن قریب اصمعی کا نام ہے اور امام مالک ان سے روایت نہیں کرتے۔ (۶) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۵۰۔ (۷) التدریب ص ۱۹۷۔

شعبہ روایت کرتے ہیں باقی رواۃ حدیث دوسرے خالد سے روایت اخذ کرتے ہیں مالک بن عرفطہ بھی شعبہ کے استاد ہیں۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ شعبہ نے اس میں تصحیف کر دی ہو۔ البتہ شعبہ کو بعض اوقات سند میں وہم پڑ جاتا ہے اور وہ آپ کی جگہ دوسرا نام رکھ دیتے ہیں جس کو نقاد حدیث تصحیف خیال کرنے لگتے ہیں۔ (۱)

اصل تصحیف وہ ہے جو صحف (کتب حدیث) کے غلط درس و مطالعہ کی پیداوار ہو جیسا کہ تصحیف کے نام سے بھی یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے مگر تصحیف کی ایک قسم تصحیف سماع میں بھی ہے، تصحیف سماع کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی راوی کا نام ولقب یا اس کا اور اس کے والد کا نام دوسرے نام ولقب یا دوسرے نام اور اس کے باپ کے نام کے وزن پر ہوں یہ حروف شکل وصورت اور نقطوں کے لحاظ سے مختلف ہوں مگر سنتے وقت شبہ پڑ جائے مثلاً عاصم احوال کو واصل احدب (۲) کہہ دیا جائے اور ایسا ہوا بھی ہے۔

اس ضمن میں محدث ابن الصلاح فرماتے ہیں:

"دار قطنی ذکر کرتے ہیں کہ اس کا تعلق تصحیف سماع کے ساتھ ہے۔ تصحیف بصر کے ساتھ نہیں دار قطنی غالباً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ حروف لکھتے وقت باہم مشتبہ نہیں ہوتے البتہ سننے والے سے غلطی ہو جاتی ہے"۔ (۳)

تصحیف سماع کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ اہواز کے رہنے والے نے بکیر نامی راوی کے نام کو بدل کر اُکیل بنا دیا۔

حاکم فرماتے ہیں:

"راوی نے جب استاد سے یہ لفظ سنا تو بکیر کے بجائے اس کو اکیل سمجھا"(۴)

چونکہ تصحیف اکثر راویوں کے ناموں میں وقوع پذیر ہوتی تھی۔ اس لئے ناقدین حدیث نے باہم ملتے جلتے ناموں کی جانب خصوصی توجہ مبذول کی بلکہ اس سے ایک قدم

(۱) علامہ احمد محمد شاکر نے شرح ترمذی ج ا ص ۶۷، ۷۰ پر اس تصحیف کی بہت عمدہ تحقیق کی ہے نیز دیکھیے مسند احمد بحاشیہ احمد شاکر حدیث نمبر ۹۲۸، ۹۸۹ جہاں ایک سند میں خالد بن علقمہ کا نام مذکور ہے اور دوسری میں مالک بن عرفطہ۔ (۲) التدریب ص ۱۹۶، ۱۹۷۔ (۳) علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۲۴۳ (۴) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۵۱۔

آگے بڑھ کر راویوں کے قبائل ان کے بلاد امصار اور ان کی کنیتوں اور پیشوں میں جو الفاظ مشابہ تھے ان کو بھی اپنی تحقیق کا مرکز بنایا[1] اسی طرح ان راویوں کے بارے میں تحقیق کا آغاز کیا جن کے نام متعدد تھے[2] جو کنیت کی بجائے نام سے مشہور تھے[3] یا ایسے اسماء والقاب اور انساب[4] جو بظاہر ملتے جلتے مگر دراصل ایک دوسرے سے الگ تھے علمائے حدیث نے اس موضوع پر تصانیف کا انبار لگا دیا جن میں سے بعض زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور بعض ابھی تک غیر مطبوعہ حالت میں پڑی ہیں۔

تصحیف جو متن میں واقع ہو اس کی شکل وصورت کیسی بھی ہو اس میں شبہ نہیں کہ اس سے حدث کا معنی ومفہوم تبدیل ہو جاتا ہے اور حقائق برقرار نہیں رہتے خصوصا جب کہ تصحیف کا ارتکاب کرنے والا کم علم اور قلیل الضبط آدمی ہو۔ خطیب بغدادی نے اس باب میں جو نادر واقعات بیان کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کہ ابوموسی محمد بن مثنی عنزی اپنے قبیلہ عنزہ پر فخر کرتے ہوئے کہنے لگے ہمیں اس قبیلہ میں سے ہونے پر فخر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ہماری طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی حدیث آیا ہے کہ آپ نے عنزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی موصوف نے سمجھا کہ عنزہ سے ان کا قبیلہ مراد ہے

حالانکہ عنزہ اس برچھی کو کہتے ہیں جو آپ کے ساتھ رہتی تھی اور آپ اسے آگے کھڑا کر کے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے[6] (یعنی اس سے نماز میں سترہ کا کام لیتے تھے)۔

اکثر لوگ یہ اعتراض وارد کرتے ہیں کہ حدیث مصحف کا شمار حدیث کی اس مشترک قسم میں کیونکر کیا جا سکتا ہے، جس میں صحیح، حسن اور ضعیف سب کی حدیثیں شامل ہوتی ہیں۔ حالانکہ اس کی سب قسموں میں ضعف نمایاں ہوتا ہے گویا اس حدیث کے متعلق گفتگو کرنے والا اس غلطی فہمی کا شکار ہوتا ہے کہ یہ حدیث اگر موضوع نہیں تو کم از ضعیف ضرور ہو گی۔

---

(۱) معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۵۱ (۲) اختصار علوم الحدیث ص ۲۳۵ (۳) کتاب مذکور ص ۲۴۶ (۴) التدریب ص ۲۳۵ (۵) اسی لئے مصحف کو دو قسموں میں منقسم کرتے ہیں (۱) مصحف فی اللفظ (۲) مصحف فی المعنی (التدریب ص ۱۹۶، ۱۹۷) (۶) الجامع ج ۴ ص ۶۳۔

مگر آغاز کار ہی سے اس اعتراض کی غلطی نکھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ یہ اعتراض اس فاسد مفروضہ پر مبنی ہے کہ تصحیف کا ارتکاب کرنے والوں کو صحیح اور حسن احادیث کی تصحیف سے روکا گیا اور ضعیف احادیث کے ساتھ کھیلنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی تھی۔ حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے تصحیف کرنے والوں کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے آپ کو احادیث نبویہ کی تحریف کے دائرہ کے اندر محدود نہیں رکھتے تھے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ قرآن کریم کی تصحیف کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

جس طرح قرآن کریم پر تصحیف کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور کلام الٰہی تصحیفات سے صاف صاف ممتاز نظر آتا ہے اسی طرح احادیث صحیحہ اور حسن وضعیف حدیثیں بھی ممتاز ہو جاتی ہیں اور صاف کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر اس میں تصحیف واقع ہوئی ہے۔ فلاں حدیث حسن ہے اور فلاں ضعیف ہے مگر فلاں راوی نے اس میں تصحیف پیدا کر دی ہے۔

حدیث مصحف کے درس ومطالعہ کے ساتھ وہ بیس اصطلاحات ختم ہو گئیں اور صحیح حسن اور ضعیف احادیث کے مابین مشترک ہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ ہم نے ان اقسام میں اقوال صحابہ وتابعین کو بھی شامل کر دیا ہے۔

ہم نے جس طرح ان اصطلاحات کا مطالعہ باہمی قرب یا بعد کے اعتبار سے دو دو یا تین تین کے گروپوں میں کیا ہے۔ اس سے ان کی تعریفات صورتوں اور مثالوں کا فہم وادراک ہمارے لئے بہت آسان ہو گیا ہے۔ اس سے نقد احادیث کا وہ مقیاس ومعیار بھی ہمیں معلوم ہو گیا ہے جس پر محدثین کرام کے افکار وآرام مبنی تھے۔ ہمارے مذکورہ صدر بیان میں امور خانہ باریک بینی منطقی طرز استدلال خطیبانہ فصاحت وبلاغت اور اس ناقل کی امانت ودیانت پائی جاتی ہے جو ان تمام باتوں کو دین سمجھ کر لوگوں کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

فصل ششم

حدیث موضوع اور وضع کے اسباب ووجوہ

حدیث موضوع:

موضوع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو کوئی کذاب گھڑ کر جھوٹ موٹ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دے (۱) یہ بناوٹ اکثر واضع کی جانب سے ہوتی ہے۔اور اس حدیث کے الفاظ اور اس کی سند بھی اس کی اپنی ساخت پر داختہ ہوتی ہے بعض واضعین جب وضع حدیث کے لئے کوئی دوسرا محرک نہیں پاتے تو نبی ﷺ تک پہنچنے والی ایک جھوٹی سند گھڑ کر آپ کی جانب کوئی حکیمانہ مقولہ یا کوئی جامع کلمہ یا مختصر ضرب المثل منسوب کر دیتے ہیں۔

امام عبداللہ بن مبارک سے کہا گیا یہ موضوع احادیث ہیں ان کا کیا کیا جائے ؟فرمایا علمائے کرام موجود ہیں۔فرمان ربانی ہے کہ ہم نے ہی اس قرآن کریم کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔علمائے کرام نے احادیث صحیحہ کو موضوعات سے نکھیڑنے اور ان میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے اصول وضوابط اور بہت سخت قسم کا مقیاس ومعیار وضع کیا تھا۔یوں تو یہ قواعد بہت ہیں۔مگر مندرجہ ذیل پانچ ضوابط کسی حدیث کے متعلق وضع کا فیصل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

پہلا قاعدہ:

واضع خود اعتراف کرے کہ اس نے یہ حدیثیں وضع کی ہیں (۴) جیسا کہ ابوعصمہ نوح بن ابی مریم نے جو ''نوح الجامع'' کے لقب سے مشہور تھا کیا تھا نوح نے خود اعتراف کیا تھا

(۱) التدریب ص ۹۸ (۲) شرح نخبہ ص ۲۰ (۳) التدریب ص ۱۰۲، التوضیح ج ۲ ص ۸۹ میں اس قول کو عبدالرحمٰن بن مہدی کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔(۴) شرح نخبہ ص ۲۰

کہ اس نے قرآن کریم کی الگ الگ سورتوں کے فضائل میں حدیثیں وضع کر کے ان کو ابن عباس کی جانب منسوب کیا ہے۔ (۱)

دوسرا قاعدہ:

حدیث کے معنی مفہوم میں کوئی خرابی ہو یا اس کا اعراب نحوی اعتبار سے غلط ہو (۲) ایسی حدیث اس لئے موضوع ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ افصح العرب ہے۔ ایسی غلطی آپ سے صادر نہیں ہوسکتی حدیث نبوی کے ماہرین کے لئے یہ قاعدہ بڑا آسان ہے۔

ربیع بن خیثم فرماتے ہیں .

''حدیث نبوی میں دن جیسی تابانی و درخشانی پائی جاتی ہے جس کو آدمی فورا پہچان لیتا ہے بخلاف ازیں حدیث موضوع میں وہ ظلمت ہوتی ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں رہتی'' ۳۔

نقاد حدیث کے نزدیک معنوی رکاکت لفظی ولغوی غلطی سے بھی زیادہ مذموم ہے اس لئے کہ معنوی فساد حدیث کے موضوع ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''رکاکت کا معیار و مدار معنی پر ہے جہاں بھی معنی فساد پایا جائے گا ہم سمجھیں گے کہ وہ حدیث موضوع ہے اگر چہ اس میں غیر معیاری پھسپھسے الفاظ نہ بھی

---

(۱) التدریب ص ۱۰۲ مثلاً عمر بن صبح تمیمی نے اعتراض کیا تھا کہ اس نے ایک خطبہ وضع کر کے اس کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا تھا اسی طرح میسرہ بن عبدربہ نے خود اعتراف کیا تھا کہ اس نے حضرت علی کی فضیلت میں ستر حدیثین وضع کی ہیں ابو عصمہ کو جامع اس لیے کہتے تھے کہ اس نے علم فقہ امام ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلی سے حاصل کیا حدیث کا علم حجاج بن ارطاۃ سے تفسیر کلبی اور مقاتل سے فن مغاری ابواسحاق سے اس طرح اس نے تمام کمالات اپنی ذات میں جمع کر لیے تھے ابو حاتم اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ ابو عصمہ میں ہر کمال تھا مگر سچائی نہ تھی ابو عصمہ کو ابو منذر نے اپنے عہدہ خلافت میں شہر مرد کا قاضی مقرر کیا تھا (التوضیح ج ۲ ص ۸۱) (۲) التدریب ص ۸۸۔ (۳) التوضیح ج ۲ ص ۹۴

ہوں اس لئے کہ دین اسلام کا دامن خوبیوں سے مال مال ہے بسا اوقات غیر معیاری الفاظ سے حدیث کا موضوع ہونا واضح نہیں ہوتا ہے بلکہ اس امر کا احتمال ہوتا ہے کہ راوی نے یہ روایت بالمعنیٰ کی ہو اور حدیث کے اصلی الفاظ کی جگہ غیر فصیح الفاظ رکھ دیے ہوں البتہ اگر راوی صراحۃ کہے کہ یہ آپ کے الفاظ ہیں تو وہ کاذب ٹھہرے گا ''۔(۱)

تیسرا فائدہ:

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ حدیث عقل انسانی یا حس ومشاہدہ کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو (۲) عبدالرحمٰن بن زید سے دریافت کیا گیا آیا تمہارے والد نے تمہارے دادا سے سن کر تمہیں یہ حدیث بتائی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت نوح کی کشتی نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی؟ عبدالرحمٰن نے کہا! ہاں یہ درست ہے (۳) اس حدیث کا واضع مشہور جھوٹا راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے التہذیب میں امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے امام مالک کو ایک منقطع حدیث سنائی آپ نے فرمایا عبدالرحمٰن بن زید کے یہاں جایئے وہ تمہیں اپنے والد سے بروایت نوح حدیثیں سنائے گا۔ (۴)

چوتھا قاعدہ:

چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ حدیث میں معمولی سی بات پر بہت زیادہ اجر وثواب کا وعدہ کیا

(۱) التدریب ص۹۹ (۲) الکفایہ ص۱۷نیز شرح نخبہ ص۲۰ (۳) التہذیب ج۶ص۱۷۹نیز التدریب ص۱۰۰، ابن الجوزی نے اپنی کتاب الموضوعات بطریق محمد بن شجاع از حبان بن حلال از حماد بن سلمہ از ابوالمہزم از ابوہریرہ یہ موضوع حدیث مرفوعا روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کر کے اسے دوڑایا تو وہ پسینہ سے شرابور ہوگیا پھر اپنی ذات سے اس کو جنم دیا سیوطی التدریب ص۱۰۰ میں اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوئی مسلم ایسی حدیث وضع نہیں کرسکتا اس کو وضع کرنے کا سہرا محمد بن شجاع کے سر ہے جو سخت بے دین آدمی تھا اس کی سند میں ابوالمہزم ایک جھوٹا راوی بھی ہے جس کے بارے میں شعبہ کا یہ قول مشہور ہے کہ اگر اسے ایک درہم دے دیا جائے تو وہ پچاس حدیثیں وضع کردے۔ (۴) الباعث الحثیث ص۹۱

گیا ہو یا معمولی سی بات پر شدید سزا کی دھمکی دی گئی ہو[1] مثلاً کسی مستحب فعل کے انجام دینے اور مکروہ کے ترک کرنے پر[2] ابدی جنت اور حور العین کی رفاقت و معیت کا وعدہ یا کسی مستحب کام کو چھوڑنے یا مکروہ فعل کو انجام دینے پر ابدی جہنم اور غضب خداوندی کی وعید افسانہ گو قسم کے لوگ عوام کے دلوں کو موہ لینے اور اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ایسی حدیثوں کے بہت مشتاق ہوا کرتے تھے۔[3]

پانچواں قاعدہ:

پانچواں قاعدہ یہ ہے کہ حدیث کا واضع دروغ گو اور بے دین آدمی ہو اور اپنے نظریات کی تائید میں حدیثیں گھڑنے میں کوئی باک نہ سمجھتا ہو۔[4]

مامون بن احمد ہروی سے کسی نے کہا تم دیکھتے نہیں کہ امام شافعی کے پیرو خراسان میں کس قدر پھیلتے جا رہے ہیں۔ اس نے فوراً کہا میں نے احمد بن عبداللہ سے سنا، اس نے عبداللہ بن معدان آزادی سے، اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ میری امت میں ایک شخص محمد بن ادریس ہوگا وہ میری امت کے لئے ابلیس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوگا اور میری امت میں ایک دوسرا شخص ہوگا اس کو ابو حنیفہ کہیں گے وہ میری امت کا چراغ ہے۔[5]

اور اس سے عجیب تر وہ روایت ہے جس کو حاکم نے سیف بن عمر سے نقل کیا اس نے کہا کہ میں سعد بن طریف کے پاس بیٹھا تھا اس کا لڑکا مدرسہ سے روتا ہوا آیا اس نے پوچھا کیا بات ہے لڑکے نے کہا ''مجھے استاد نے پیٹا ہے'' اس نے کہا ''میں آج انہیں رسوا کر کے چھوڑوں گا'' مجھے عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سن کر مرفوعاً بتایا کہ تمہارے بچوں کے استاد شریر تر لوگ ہوں گے یتیم پر بہت کم رحم کرنے والے اور مسکین کے لئے بہت سخت ہوں گے۔[6]

حدیثیں وضع کرنے کا آغاز حضرت علی کے عہد خلافت میں ۴۱ھ میں ہوا حضرت علی

---

(۱) التدریب ص۹۹ (۲) لقط الدرر ص۸۳ (۳) التدریب ص۹۹ (۴) شرح نخبہ ص۲۰ (۵) لسان المیزان ج۵ ص۷، ۸ نیز التدریب ص۱۰۰ و لقط الدرر ص۸۴ (۶) التدریب ص۱۰۰ محدث ابن حبان سعد بن طریف کے بارے میں فرماتے ہیں وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا یحییٰ بن معین کہتے ہیں کسی کے لئے اس سے روایت کرنا جائز نہیں امام حاکم سیف بن عمر کے بارے میں فرماتے ہیں اور جھوٹا راوی تھا (الباعث الحثیث ص۸۹)

کے عصر وعہد میں مسلمان فرقوں میں بٹ گئے بڑے بڑے فرقے تین تھے (۱) جمہور (۲) خوارج (۳) شیعہ ابن عباس کے قول کے مطابق وہ اپنے افکار و نظریات کی تائید میں حدیثیں وضع کرنے لگ گئے اس اعتبار سے نظریات وعقائد کی نصرت وحمایت وضع احادیث کا اولین محرک تھا آگے چل کر مختلف زمانوں میں اصحاب بدعت نبی کریم ﷺ پر افتراء پردازی کرتے رہے۔

عبداللہ بن یزید المقری فرماتے ہیں:

''ایک بدعتی آدمی نے جب اپنا مسلک چھوڑ دیا تو کہنے لگا جب حدیث روایت کرنے لگو تو دیکھ لو کہ تم یہ کس سے حاصل کر رہے ہو ہمارا حال یہ ہے کہ جب کوئی نظریہ اختیار کرتے تو اس کی تائید میں کوئی حدیث وضع کر لیتے''۔ (۱)

حماد بن سلمہ کہتے ہیں:

''مجھے ایک رافضی شیخ نے بتایا کہ وہ اکٹھے ہو کر حدیثیں وضع کیا کرتے تھے''۔ (۲)

ایسے فقہاء بھی اصحاب بدعت میں شامل ہیں جو جھوٹی حدیثیں وضع کر کے اپنے مسلک کا دفاع کرتے ہیں ان کی تصانیف موضوعات کا پلندہ ہیں الگ بات ہے کہ ایسی حدیثیں ان کی اپنی ساختہ پرداختہ ہوں یا واضعین نے ان کی خدمت وتائید کے لئے ان کو گھڑا ہو بعض اوقات ان کی جسارت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ اپنے قیاسات اور احادیث نبویہ کو باہم خلط ملط کر دیتے ہیں بلکہ ان قیاسات کو حدیث نبوی کی طرح آپ کی جانب منسوب کر دیتے ہیں ایسے فقہاء کا تعلق زیادہ تر اس مدرسہ فکر کے ساتھ ہوتا ہے جو قیاس ورائے کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔

چنانچہ ابوالعباس قرطبی (۳) فرماتے ہیں:

''بعض اہل الرائے فقہاء کا قول ہے کہ قیاس جلی سے جو حکم مستفاد ہوتا ہو اس کو

(۱) التدریب ص ۱۰۳۔ (۲) حوالہ مذکور۔ (۳) ابوالعباس قرطبی کتاب المفہم شرح صحیح مسلم کے مصنف ہیں۔ سخاوی نے الفیہ عراقی کی شرح میں ص ۱۱۱ پر ان کی اس عبارت کا ذکر کیا ہے۔

پیغمبر ﷺ کی طرف منسوب کر سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف ایسی احادیث سے پر ہیں جن کا متن اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ وہ احادیث کی نسبت اقوال فقہاء سے قریب تر ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ وہ ان کی سند بھی بیان نہیں کرتے''۔

موضوعات کی بدترین قسم وہ احادیث ہیں جن کو علماء سوء ہر زمانہ میں برسر اقتدار طبقہ کی مدح وثناء میں حصول تقرب اور عزہ وجاہ کے لئے وضع کرتے رہے ہیں غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی نے اسی طرح کیا تھا ایک دفعہ وہ عباسی خلیفہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا مہدی نے ایک کبوتر پال رکھا تھا اور اس کے ساتھ تفریح طبع کیا کرتا تھا وہ کبوتر بھی موجود تھا غیاث بن ابراہیم سے کہا گیا کہ امیر المومنین کو کوئی حدیث سنایئے اس نے فی الفور کہا مجھے فلاں شخص نے حدیث سنائی اس نے فلاں سے اس نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ مقابلہ صرف تیتر اونٹ گھوڑے اور پرندے میں جائز ہے مہدی نے اسے درہموں سے بھری ہوئی تھیلی دینے کا حکم دیا جب وہ اٹھا تو مہدی نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کی گدی ایک واضع حدیث کی گدی ہے پھر کہا کہ اس حدیث کو وضع کرنے کی موجب صرف میری ذات ہے چنانچہ کبوتر کو ذبح کر کے پھینک دیا۔[۱]

بعض اوقات علم کی نمائش بھی وضع احادیث کی موجب بنتی ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ کوئی جاہل علماء کا لبادہ اوڑھ کر اپنے علم کی نمائش کرنا چاہتا ہے اس کی جہالت کے مستور رہنے کی واحد صورت یہ ہوتی ہے کہ حدیثیں وضع کر کے لوگوں کے دلوں کو موہتا پھرے۔ محدث ابن جوزی اپنی سند کے ساتھ ابو جعفر بن محمد طیالسی سے روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے رصافہ کی مسجد میں نماز پڑھی ان کے سامنے ایک واعظ کھڑا ہو کر کہنے لگا مجھے احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے حدیث سنائی انہوں نے عبد الرزاق سے اس نے معمر سے اس نے قتادہ سے اس نے انس سے روایت کیا کہ نبی کریم

(۱) شرح نخبہ ص ۲۰۰ التدریب ص ۱۰۳ التوضیح ج ۲ ص ۷۶ یہ حدیث سنن اربعہ میں موجود ہے مگر پردہ کا لفظ موجود نہیں دیکھئے لفظ الدرر ص ۸۲۔

ﷺ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کے الفاظ کہتا ہے تو اللہ تعالی ہر لفظ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے۔ جس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور پر مرجان کے غرض یہ کہ اس نے اس ضمن میں کوئی بیس اوراق سنا دیئے۔

احمد بن حنبل اور یحیی بن معین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ امام احمد نے یحیی بن معین سے کہا کہ کیا آپ نے یہ حدیث اس کو سنائی تھی؟ یحیی نے کہا بخدا میں نے تو ابھی یہ حدیث سنی ہے۔ جب وعظ سے فارغ ہو کر عطیے لینے شروع کیے تو یحیی بن معین نے اس کو پاس بلایا وہ سمجھا شاید عطیہ دینا چاہتے ہیں یحیی نے کہا یہ حدیث تجھے کس نے سنائی؟ اس نے کہا احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے۔ کہا میں یحیی ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں ہم نے تو ایسی حدیث کبھی نہیں سنی۔ وہ کہنے لگا میں سنا کرتا تھا کہ یحیی احمق ہے اب اس کی تصدیق ہوئی، آپ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں دوسرا کوئی یحیی اور احمد ہے ہی نہیں سترہ احمد بن حنبل اور یحیی بن معین ہیں جن سے میں نے روایت کی ہے۔ امام احمد نے آستین سے اپنا منہ چھپا لیا اور کہا اسے جانے دیجئے وہ دونوں کا مذاق اڑاتے ہوئے چل دیا۔[1]

علم کی نمائش کرنے والے واعظ اس ضمن میں سب سے زیادہ طوطا چشم اور بے حیاء واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی من گھڑت احادیث کو ترویج دینے کے لئے چند مشہور سندوں کو طوطے کی طرح رٹا ہوا ہوتا ہے کوئی حدیث وضع کر کے فوراً وہ سند اس کے ساتھ چپکا دیتے ہیں جس طرح امام احمد اور یحیی بن معین کے ساتھ اس واعظ کا واقعہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

ابو حاتم نے اس قسم کے ایک واعظ کا واقعہ بیان کیا ہے جس نے بذات خود اپنی جہالت اور وضع احادیث کے جرم کا خود اعتراف کیا تھا۔ موصوف بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں گیا، نماز کے بعد ایک نوجوان کھڑا ہو کر کہنے لگا "مجھے ابوحنیفہ نے حدیث سنائی اس نے ولید سے اس نے شعبہ سے اس نے قتادہ سے اور اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ اس کے بعد نے ایک حدیث بیان کر دی، جب فارغ ہوا تو میں نے اسے بلا کر کہا کیا آپ نے کبھی ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا پھر اس سے روایت

(۱) شرح الفیہ سیوطی بحاشیہ احمد محمد شاکر ص ۸۷۔۸۸ نیز الباعث الحثیث ص ۹۳،۹۴ توضیح ج ۲ ص ۷۶،۷۷

کیونکر کرتے ہو؟ اس نے کہا ہمارے ساتھ جھگڑنا بے مروتی کی دلیل ہے مجھے یہ سند یاد ہے، جب کوئی حدیث سنتا ہوں اس سند کے ساتھ چپکا دیتا ہوں۔ (۱)

انوکھی بات تو یہ ہے کہ بعض زہاد اور صوفیاء کرام نے لوگوں کو اعمال صالحہ کی ترغیب دلانے کے لئے وضع احادیث کا بیڑہ اٹھایا۔ گویا سرور کائنات ﷺ کے اقوال وارشادات اور حکیمانہ کلمات کا ناقابل توصیف اور لازوال خزانہ ان کے خیال میں ناکامی تھا۔ عوام ان کی اکثرت عبادت اور زہد وعفت کے چرچے سن کر ان کے دھوکہ میں آجاتے اور ان کی من گھڑت احادیث سن کر تسلیم کر لیتے۔ اس اعتبار سے خطرہ ہمارے تصور سے بھی بالا ہے۔ انہوں نے اپنی جہالت سے اسلام کے چہرے کو مسخ کر دیا اور غیر اسلامی تعلیمات کو اسلام میں جگہ دے دی۔

یحیی القطان فرماتے ہیں:

> ”جس قدر جھوٹ میں نے اہل خیر میں شمار کیے جانے والوں لوگوں میں دیکھا ہے اور کسی میں نہیں دیکھا“۔ (۲)

اگر ہم واضعین کی من گھڑت احادیث کو شمار کرنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے۔ حماد بن زید کے قول کے مطابق صرف زنادقہ نے چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) حدیثیں وضع کی تھیں۔

عبدالکریم (۴) بن ابی العوجاء نے خود اعتراف کیا تھا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں جب مہدی عباسی کے عہد خلافت میں اسے قتل کے لئے لایا گیا تو وہ پکارا ”میں

---

(۱) الباعث الحثیث ص ۹۳ (۲) التوضیح ج ۲ ص ۷۸ (۳) التدریب ص ۱۰۳۔ (۴) عبدالکریم مشہور معن بن زائدہ شیبانی کا ماموں ہوتا تھا اس کو محمد بن سلیمان بن علی امیر مکہ نے قتل کیا تھا ذہبی المیز ان میں عبدالکریم کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں یہ مشہور زندیق ہے (التوضیح ج ۲ ص ۷۵) اسی طرح محمد بن سعید بن حسان اسدی شامی مصلوب بھی مشہور زندیق اور واضع تھا، اس نے چار ہزار حدیثیں وضع کی تھیں حاکم بیان کرتے ہیں کہ اس کی موضوعات میں سے بھی ہے کہ اس نے حمید سے بواسطہ حضرت انس مرفوعاً روایت کیا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر یہ کہ خدا چاہے حاکم اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس نے مگر یہ کہ خدا چاہے کہ استثناء اس لئے گھڑ لیا تھا کہ وہ الحاد و زندقہ کی دعوت کے ساتھ ساتھ مدعی نبوت بھی تھا (التدریب ص ۱۰۳)۔

نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں جن میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا ہے''۔

ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اپنے نبی کے کلام مقدس کو واضعین کی دروغ گوئی سے محفوظ رکھا اور دین اسلام کو ان کی دست برد سے بچالیا جو اس کے بازیچہ طفلاں بنانا چاہتے تھے اس نے ایسے بااخلاص اور امانت دار علماء پیدا کیے جنہوں نے طیب کو خبیث سے ممیز و ممتاز کر دیا انہوں نے اسباب وضع ہمیں بتائے وضاعین کی قلعی کھولی اور ان کے نقائص و معایب کی نشان دہی کی۔ موضوعات کو کتابوں میں جمع اور حافظہ میں محفوظ کیا تا کہ کوئی چیز ان پر مشتبہ نہ رہے۔

احادیث موضوعہ کے بیان میں ابو الفرج ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ کی کتاب الموضوعات سب سے زیادہ مشہور ہے یہ کتاب زیادہ تر محدث جوزقانی کی کتاب الاباطیل سے ماخوذ ہے، جوزقانی کا اسلوب و انداز یہ ہے کہ جو حدیث بھی فعلاً یا ترکاً سنت نبویہ کے خلاف ہو اس کو موضوع قرار دیتے ہیں، چونکہ ابن جوزی نے زیادہ تو جوزقانی کا تتبع کیا ہے اس لئے ان سے بھی وہی غلطیاں صادر ہوئیں جن کے مرتکب جوزقانی ہو چکے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن جوزی نے بعض احادیث صحیحہ اور حسن کے بارے میں بھی موضوع ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا اس کی حد یہ ہے کہ موصوف نے صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ مرفوع حدیث کو بھی موضوع قرار دے دیا وہ حدیث یہ ہے۔

''ان طالت بک مدة او شک ان تری قوما یغدون فی سخط اللہ و یروحون فی لعنته فی ایدیهم مثل اذناب البقر''۔[1]

''اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی کچھ بعید نہیں کہ تم ایسی قوم کو دیکھو گے جو خدا کی ناراضگی میں صبح کرے اور خدا کی لعنت میں اس کی شام بسر ہو گی ان کے ہاتھوں میں بیل کی دم کی طرح کوڑے اور چابک پکڑے ہوں گے''۔

حافظ ابن حجر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس حدیث کے سوا بخاری یا مسلم کی کسی حدیث کے بارے میں ابن جوزی نے

(۱) الرسالہ المستطرفہ ص ۱۲ نیز التوضیح ج ۲ ص ۹۶ (۲) صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۵

موضوع ہونے کا فیصلہ صادر نہیں کیا، یہ سخت غفلت کا نتیجہ ہے۔ [۱]

ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں مسند احمد کی چوبیس احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب **القول المسدد فی الذب عن المسند** میں اس کی تردید کی اور امام احمد کی جانب سے دفاع کی کوشش کی ہے۔ امام سیوطی نے حافظ ابن حجر کی کتاب کا جو ضمیمہ مرتب کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ موضوعات ابن جوزی میں مسند احمد کی مزید چودہ احادیث کو موضوع کہا گیا ہے مگر یہ درست نہیں۔

اسی طرح سیوطی نے القول المسدد اور اس کے ضمیمہ کا ایک اور ضمیمہ لکھا ہے اس کا نام موصوف نے "**القول الحسن فی الذب عن السنن**" رکھا۔ اس میں انہوں نے سنن اربعہ یعنی ترمذی ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ کی ایک سوبیس سے زائد حدیثیں نکالی ہیں جن کے بارے میں ابن جوزی نے موضوع ہونے کا فیصلہ صادر کیا ہے۔ سیوطی کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے ان کو موضوع کہہ کر عجلت پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ بعد ازاں امام سیوطی نے موضوعات ابن جوزی کا خلاصہ تیار کیا ہے اور ان حفاظ حدیث کے اقوال نقل کیے جنہوں نے موضوعات ابن جوزی کی بعض احادیث پر تنقید کی تھی اس تلخیص کا نام انہوں نے "**اللآلی الموضوعہ فی الاحادیث الموضوعہ**" تجویز کیا موضوعات ابن جوزی کی جن احادیث پر تنقید کی گئی تھی ان کو الگ جمع کیا اور اس کا نام ذیل اللآلی الموضوعہ رکھا۔ [۲]

جب علمائے حدیث نے ابن جوزی کی کتاب کے نقد وتبصرہ میں سرگرمی کا اظہار کیا تو ان کی کتاب سے استفادہ میں آسانی ہوگئی۔ خصوصاً حدیث کے ان طلبہ کے لئے بڑی سہولت پیدا ہوگئی جو ابن جوزی کی علمی بحثوں کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے تھے۔ اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علماء نے ابن جوزی کی کتاب پر جو ردوقدح کی اس سے پہلے ابن جوزی کی کتاب کا ضرررساں پہلو یہ نہیں تھا کہ اس میں مشہور ترین وضاعین اور موضوعات کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ بخلاف ازیں بقول حافظ ابن حجر اس کے مطالعہ سے یہ خطرہ لاحق تھا کہ قاری احادیث صحیحہ کو بھی موضوعات میں شمار نہ کرنے لگے جس طرح امام

(۱) القول المسدد فی الذب عن المسند لابن حجر عسقلانی ص ۳۱ (۲) الباعث الحثیث ص ۸۷ نیز التدریب ص ۱۰۱

حاکم کی مستدرک پڑھ کر آدمی غیر صحیح احادیث کو صحیح سمجھنے لگ جاتا ہے۔[1]

قاری کو اس بات سے آگاہ کرنا ضروری ہے کہ بعض احادیث جن کو موضوع کہا جاتا ہے۔ وہ حدیث مدرج سے قریب تر ہوتی ہیں۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب محدث حدیث سناتے وقت ایک خاص اسناد ذکر کرتا ہے درمیان میں کوئی عارضہ پیش آجاتا ہے اور وہ حدیث بیان کرنے کے بجائے کوئی اور گفتگو کرنے لگ جاتا ہے، سامع خیال کرتا ہے کہ جس حدیث کے لئے اس نے سند بیان کی تھی وہ یہی گفتگو ہے چنانچہ وہ کلام (جس کو وہ حدیث تصور کرتا ہے) اس سے اخذ کر کے اس کو روایت کرنے لگتا ہے۔

اس کی مثال وہ روایت ہے جو ابن ماجہ نے اسماعیل طلحی سے، اس نے ثابت بن موسی سے، س نے شریک سے، اس نے اعمش سے، اس نے ابوسفیان سے، اس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کی کہ ''جو شخص راتوں کو زیادہ نمازیں پڑھے گا دن کے وقت اس کا چہرہ خوبصورت ہوگا'' حاکم کہتے ہیں ثابت شریک نامی راوی کے یہاں آیا۔ شریک اس وقت حدیث املاء کراتے ہوئے کہہ رہا تھا ہمیں یہ حدیث اعمش نے سنائی، اس نے ابو سفیان سے اور اس نے جابر سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کے بعد شریک خاموش ہوگیا تاکہ طالب علم لکھ لے، جب ثابت کی طرف دیکھا تو کہا جو رات کو زیادہ نمازیں پڑھتا ہے دن کو اس کا چہرہ خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات شریک نے ثابت کے زہد وتقوی کے پیش نظر کہی تھی۔ ثابت نے اس کو حدیث کا متن سمجھ لیا اور اس کی روایت کرنے لگا۔

محدث ابن حبان فرماتے ہیں:

> ''یہ شریک کا اپنا قول ہے، شریک نے اعمش کی روایت از ابوسفیان از جابر مرفوعاً بیان کی کہ ''شیطان تم میں سے ایک کے سر کی گدی پر گانٹھ دیتا ہے''۔ اس کے بعد یہ بات کہی۔ ثابت نے اس کو حدیث میں شامل کر لیا۔ پھر ضعیف راویوں کی ایک جماعت نے اس سے یہ قول چرالیا اور شریک سے اس کو روایت کرنے لگے۔

حافظ ابن حجر ایسی احادیث کو مدرج ہونے کی بناء پر ضعیف قرار دیتے ہیں موضوع

---

(۱) التدریب ص ۱۰۰

نہیں کہتے بخلاف ازیں ابن الصلاح اس کو موضوع کی ایسی قسم قرار دیتے ہیں جس میں راوی کے قصد وارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ امام نووی اور سیوطی نے بھی اس کی پیروی کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں وضع کا فیصلہ صادر کرنا بڑا دشوار ہے اس لئے کہ عاجلانہ طور سے کسی حدیث کو موضوع کہنا اسی طرح ہے جیسے جلد بازی کر کے کسی ضعیف حدیث کو صحیح کہہ دیا جائے۔ یہ دونوں کام غفلت شعاری اور سہولت پسندی پر مبنی ہیں۔ البتہ جو حدیث مذکورہ صدر پانچ قواعد کے تحت آتی ہو اس کو موضوع قرار دینا جلد بازی پر مبنی نہیں ہے۔

ابن جوزی فرماتے ہیں:

"ما احسن قول القائل اذا رایت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول او یناقض الاصول فاعلم انه موضوع"۔(۱)

"کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب کسی حدیث کو عقل و نقل کے خلاف دیکھو یا اصول کے خلاف پاؤ تو جان لو کہ وہ موضوع ہے"۔

اب یہ امر محتاج بیان نہیں رہا کہ جس حدیث کے بارے میں ہمیں قطعی طور پر معلوم ہو کہ یہ موضوع ہے۔ اس کا روایت کرنا حرام ہے بجز اس کے کہ اس کا موضوع ہونا واضح کر دیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس نے میری جانب سے کوئی ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے میں اسے معلوم ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ہے"۔(۲)

تشدد کی وجہ یہ ہے کہ مبادا کوئی اس کو حدیث نبوی سمجھنے لگے البتہ اگر اس کا ذکر حدیث موضوع کی مثال کے طور سے کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کا ذکر محض تفہیم و تعلیم کی غرض سے کیا جاتا ہے۔

---

(۱) سیوطی نے التدریب ص ۱۰۰ پر ابن جوزی سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ (۲) مسلم نے یہ حدیث سمرہ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے (التوضیح ج ۲ ص) یَری اور یُری دونوں طرح درست ہے اسی طرح الکاذِبین اور الکاذِبَین دو طرح پڑھا جاتا ہے۔

فصل ہفتم

روایت و درایت

ایک باانصاف محقق کتاب ہذا کی فہرست مضامین پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر مطمئن ہو جائے گا کہ تاریخ علوم میں اصول حدیث کے علم کو جو مقام حاصل ہے وہ اس سے کہیں بلند ہے جو فلسفہ اصطلاحات کے فن کو مختلف تاریخی ادوار میں حاصل رہا ہے۔ فہرست پر اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنے کے بعد جب وہ کتاب کے پسندیدہ مباحث کو گہری نظر سے دیکھے گا تو اس کی اصطلاحات کے تاریخی و تحلیلی اجزاء میں نہایت دقیق علمی نقد و تبصرہ پائے گا جس کی اساس محدثین کرام نے ظواہر کی چمک دمک پر نہیں بلکہ ٹھوس حقائق پر رکھی ہے۔

مختلف تاریخی ادوار اور دیار و امصار میں روایت و درایت یا الفاظ و معانی کے بارے میں بڑے بھاری بھر کم قسم کے جھگڑے پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے شعر و ادب اور علم و فلسفہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان خصوصیات و تنازعات کا خطرہ ہر علم و فن بلکہ دنیا کی ہر حقیقت کی طرف بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ دین و مذہب بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے۔ ان مجادلات نے ہر مذہب کے اصول و عقائد رسوم اور ان تاریخی دستاویزات کے مابین تفریق پیدا کر دی جن کے ذریعے یہ حقائق اور اصول و قواعد ہم تک پہنچے تھے۔ اس کی حد یہ ہے کہ ان دستاویزت کا انداز تعبیر و بیان اور ان کی زبان بھی تبدیل ہو گئی۔

قرآن مجید کو لیجئے جس میں آگے پیچھے کسی طرف سے بھی باطل کی آمیزش کا کوئی امکان نہیں۔ آج اس کو مستشرقین اور ہمارے اہل وطن میں سے ان کے مقلدین کے افکار کی روشنی میں اس طرح پڑھا جاتا ہے۔ جس طرح کسی اور کتاب کو جس کا وحی والہام کے ساتھ کچھ تعلق نہ ہو۔ قرآن کریم کے احکام کو جمع کر کے ایک نئے انداز سے ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے مباحث کو مغربی طرز فکر و نظر کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ مغربی یا مغرب نما اسلوب فکر و نظر شکوک و شبہات کا پلندہ ہے اور اس میں ہر طرف تردد اور حیرت ہی کے مظاہر دکھائے دیتے ہیں۔

مستشرقین اور ان کے ہمنواؤں نے اسی غیر فطری وغیر وجدانی بلکہ غیر انسانی طرز ومنہاج پر قرآن کریم کا مطالعہ کیا۔ ان کی دلی آرزو یہ تھی کہ اس کے حقائق کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول کو دیکھ لیتے۔ بچشم خدا اس کو اترتے ہوئے دیکھتے۔ قرآن کی مکی ومدنی آیات اس کے ناسخ ومنسوخ اس کی جمع وترتیب اور تاویل وتفسیر کے بارے میں جو رویہ چاہتے اختیار کرتے مگر قرآن کے اتارنے والے نے اس کو بازیچہ طفلاں بننے سے بچالیا۔ کیونکہ اس نے وعدہ کرر کھا ہے کہ:

انانحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون .

''بے شک ہم نے ہی قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

جب کتاب خداوندی کا یہ حال ہے تو کچھ عجب نہیں کہ علمی تنقید وتبصرہ کی یہ رو حدیث نبوی کی طرف تجاوز کرتی اور اس کے اصول وقواعد طرق نقل وروایت اس کی جمع وتدوین اور فنی اصطلاحات سب کو مشکوک بنا کر رکھ دیتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حدیث نبوی کو اسی طرح شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا جس طرح کافی عرصہ تک شعر جاہلی کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا جاتا تھا اس میں شبہ نہیں کہ بھاری اسلحہ کا مقابلہ اس کے ہم پلہ ہتھیاروں ہی سے کیا جاسکتا ہے۔

یہ بھی درست ہے کہ صاحب علم دشمن یا جاہل دوست جو اعتراضات اٹھاتا ہے ان کا جواب رونے دھونے یا چیخ وپکار سے نہیں دیا جاسکتا۔ باطل کو حق کے ذریعے ہی دبایا جاسکتا اور مشکوک وشبہات کا ازالہ ایسے واضح دلائل ہی سے ممکن ہے۔ جن میں رات دن کا کوئی فرق وامتیاز نہ ہو۔ ایسے دلائل کی موجودگی میں صرف وہی شخص گمراہ ہوسکتا ہے۔ ہلاکت جس کا مقدر بن چکی ہو۔

جس طرح ہم نے اپنی کتاب ''مباحث فی علوم القرآن''[۱] میں لوگوں کے اعتراضات ذکر کرکے اپنی طرف سے ان کا جواب دینے کی کوشش کی ہے یا ان کے اعتراضات ہی کو ان لوٹا دیا ہے اس لئے کہ وہ بالکل بودے اور بے جان قسم کے اعتراضات

(۱) یہ کتاب مطبع جامعہ دمشق میں ۱۳۷۷ھ میں اور دوسر مرتبہ ۱۳۸۱ھ میں جمع ہوئی اس کا ایڈیشن بیروت سے شائع ہوا۔

تھے۔ اسی طرح ہم نے ''علوم الحدیث'' میں اہم شکوک و شبہات پیش کر کے امکانی حد تک ان کا دقیق تجزیہ کیا ہے۔ اس تجزیہ میں ہم حقائق کو محدثین کرام تصریحات کی روشنی میں خوب کھول کر بیان کر دیا ہے۔

ان حالات کے پیش نظر ہم اس بنیادی مسئلہ پر بحث و تمحیص کے لئے ایک مستقل فصل باندھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے جس میں مستشرقین اور ہمارے ملک میں انکے مقلدین مشغول رہتے ہیں وہ مسئلہ اصول حدیث کے فن میں روایت و درایت سے متعلق ہے ہماری بحث کی غرض و غایت ان لوگوں کے نظریات و فکار پر اظہار تعجب کرنا جو اس زعم فاسد میں مبتلاء ہیں کہ اصول حدیث کی بنیاد الفاظ اسانید رکھی گئی ہے اور متن حدیث کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ہم نے مستشرقین میں ان لوگوں کو جو ان کے دام فریب میں آ چکے ہیں یہ بتا دیا ہے کہ اصول حدیث کی جن کتب سے ہم نے استفادہ کیا ہے ان کے بارے میں یہ کہنا غلط ہے کہ ان میں متن حدیث کی جانب کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

ایک باانصاف محقق کتاب ہذا کو اگر ایک دفعہ بنظر غائر پڑھ لے تو وہ اس بدیہی حقیقت کو تسلیم کیئے بغیر نہیں رہے گا۔ اختتام کتاب پر اب ہم محدثین کرام کے چند شیریں اقوال ذکر کریں گے پھر ان کے معیار نقد و جرح پر روشنی ڈالیں گے ان اقوال و مقیاسات کی تلاش کے لئے ہمیں کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب اس کتاب میں شامل ہیں۔ صرف ان صفحات کی جانب اشارہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد ہم ایسے حقائق پر روشنی ڈالیں گے جن سے صرف ایک ضدی اور جھگڑالو آدمی ہی انکار کر سکتا ہے۔

محدثین اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ متن حدیث کا درس و مطالعہ اور کتب روایت کا حفظ و اہتمام بذات خود کوئی اہم چیز نہیں اگر اس کے ساتھ درایت حدیث کی جانب توجہ مبذول نہ کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کے افعال اقوال کے تاریخی و تحلیلی مطالعہ کا نام درایت حدیث ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محدثین درایت حدیث کے مباحث میں راوی اور مروی کے احوال سے بحث کرتے ہیں۔ راوی سے سلسلہ سند اور مروی سے متن حدیث مراد ہے۔ نظر بریں فن اصول حدیث کی تعریف سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ فن صرف اسناد ہی

کے مباحث تک محدود نہیں ہے بلکہ متن سے متعلق مسائل بھی اس میں شامل ہیں ظاہر بین آدمی سمجھتا ہے کہ نقاد حدیث نے متن کی نسبت اسناد سے زیادہ اعتناء کیا ہے مگر یہ وہم ہے اور اس کا ازالہ نظر دقیق اور فکر عمیق بہت جلد ہو جاتا ہے۔

محدثین کی بحثیں قبول ورد کے اعتبار سے اسناد ومتن دونوں کے گرد گھومتی ہے۔ مثلاً صحیح وحسن مقبول ہیں اور حدیث ضعیف مردود ہے۔ یہ تمام اصطلاحات میں سند متن دونوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ متن کا ذکر اسی طرح کیا جاتا ہے جیسے سند کا مندرجہ ذیل تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث صحیح اور حسن کا معاملہ بڑی حد تک مشترک ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی حدیث کی صحت کا فیصلہ بعض وقات سند ومتن دونوں کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔ کبھی صرف سند کو دیکھ کر اور کبھی متن حدیث کو ملاحظہ کر کے حدیث حسن کا حال بھی یہی ہے کسی حدیث کو علی الاطلاق صحیح یا حسن نہیں کہا جاتا بلکہ صراحتاً یہ ہے کہا جاتا ہے کہ اس کی صحت یا اس کا حسن سند کے لحاظ سے ہے یا متن کے پیش نظر۔ بنابریں جو حدیث سنداً صحیح ہو ضروری نہیں کہ متناً بھی اسے صحیح کہا جا سکے۔

جب صحیح حدیث متواتر بھی ہو تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس کے راویوں کی تعداد کتنی ہے بلکہ اس کے متن کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اس قدر جم غفیر کا کذب ودروغ پر جمع ہونا محال ہے اس لئے کہ جو چیز حس یا عقل کے طرف ہو اس پر اتنے لوگوں کا اجتماع ممکن نہیں کہ جس سے دروغ گوئی کا احتمال باقی نہ رہے۔ مزید براں حدیث متواتر کا سند سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔

جب حسن لذاتہ کے درجہ کی حدیث صحیح لغیرہ کے مرتبہ پر فائز ہو جاتی ہے تو اس میں صرف کثرت طرق واسانید ہی کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسی حدیث شذوذ وعلت سے خالی ہونے میں صحیح لذاتہ کی مانند ہو حدیث شاذ میں جو تفرد یا مخالفت پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر متن میں ہوتی ہے اسی لئے محدثین کا مقولہ ہے:

"حدیث شاذ وہی راوی روایت کرے گا جو خود شاذ ہو۔"

اسی لئے محدثین منکر احادیث کی روایت کو پسند نہیں کرتے علت ایک قسم کی ذاتی تنقید کو کہتے ہیں جس میں متن حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جاتا ہے اور اس ادراک الہام یا دقیق وعمیق فکر وفہم پر مبنی ہوتا ہے۔ راویوں کے ناموں یا اسانید کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا۔

حدیث ضعیف کی اکثر اقسام میں سند و متن دونوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے خواہ وہ حدیث بالکل ضعیف ہو یا صحیح حسن ور ضعیف کے درمیان مشترک ہو مثلاً مراسیل صحابہ انقطاع سند کے باوجود مقبول ہیں۔ اس لئے صحابہ حدیث کا جو متن بیان کرتے ہیں اس کے متعلق یہ تصور نہیں کیا سکتا کہ وہ خود ساختہ ہے۔ جب مرا-س کے راوی ایسے صحابہ ہوں جو اسرائیلی روایات بیان کرنے میں شہرت رکھتے ہوں تو علماء تشدد سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کا روایت کردہ متن حدیث نبوی سے ملتا جلتا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نقاد حدیث صحابہ کی تفسیری روایات میں حزم واحتیاط سے کام لیتے ہیں اور علی الاطلاق اس کو مرفوع نہیں کہتے۔ مبادا ان میں سے کوئی اہل کتاب کے مسلمات سے متاثر ہوا ہو بعض محدثین اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ مرسل صحابہ نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے وہ مراسیل کا نام تدلیس رکھتے اور صراحۃ کہتے ہیں تدلیس سے بہت تھوڑے لوگ بچ سکے ہیں۔[1]

اگرچہ محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ علت زیادہ تر سند میں وقوع پذیر ہوتی ہے تاہم وہ یہ نہیں کہتے کہ متن میں علت کا وجود نہیں ہوتا۔ محدثین کا قول ہے:

"کسی حدیث کو علی الاطلاق صحیح نہیں کہہ سکتے ہو سکتا ہے کہ اس کے متن میں کوئی علت ہو"۔

اسی طرح اضطراب زیادہ ت سند میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ مگر نقاد حدیث نے اس امر

[1] حالانکہ تدلیس جھوٹ سے ملتی جلتی چیز ہے البتہ جیسا کہ علماء سے قبل ازیں ہم نقل کر چکے ہیں۔ تدلیس اور کذب مترادف نہیں ہیں اسی طرح حدیث مدلس موضوع نہیں ہوتی خلاصہ یہ کہ تدلیس میں جو دروغ پایا جاتا ہے وہ ایک طرح کا دھوکہ ہوتا ہے بخلاف ازیں حدیث موضوع میں جو جھوٹ ہوتا ہے اور قصداً صدور ہوتا ہے۔ دونوں اصطلاحوں کے باہمی فرق کو مستشرق فرنکل اور ابن الورد نے بھی تسلیم کیا ہے گولڈزیر نے یہ سب کچھ جانتے ہوئے دونوں اصطلاحوں کو آپس میں گڈمڈ کر دیا ہے۔

سے آگاہ کر دیا ہے کہ اضطراب متن میں بھی ہوتا ہے۔ وہ اس کے بہت سے شواہد ودلائل پیش کرتے ہیں۔

حدیث مقلوب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مقلوب متناً (۲) مقلوب اسناداً

محدثین روایت باللفظ میں جو تشدد روا رکھتے ہیں اس کا تعلق زیادہ تر متن حدیث کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ آنحضورﷺ پر افتراء پردازی سے احتراز کریں۔ خصوصاً راوی جب غلطی کا مرتکب ہونے کے باوجود اس بات کا مدعی ہو کہ یہ غلطی آنحضورﷺ سے منقول ہے۔ محدثین ایسے آدمی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ قصداً جھوٹ بولتا ہے اور اس لئے جہنمی ہے۔

حدیث کی جو قسم صحیح حسن اور ضعیف کے مابین مشترک ہے اس کے مباحث میں متن کی حالت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ مثلاً حدیث مرفوع۔ اس میں شبہ کی کوئی مجال نہیں کہ حدیث مرفوع میں کالشمس فی نصف النہار تابانی ودرخشانی پائی جاتی ہے جس کو ذوق سلیم فوراً پہچان لیتا ہے۔ بخلاف ازیں حدیث موضوع میں ظلمت کی فراوانی ہوتی ہے جس کو بصیرت وفراست ٹھکرا دیتی ہے۔[1]

مذکورہ صدر قسم مشترک کے اکثر مباحث میں متن بطریق اولی داخل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کی بعض صورتیں اسانید میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً حدیث مدرج اس لئے کہ مدرج الاسانید کا نتیجہ وثمرہ مدرج فی المتن کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ اسی طرح تصحیف کا عیب بھی اکثر متن میں پیدا ہوتا ہے حدیث مسلسل میں جو شک وریب پایا جاتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ متن حدیث میں عبارت کی ایک رنگی وہم آہنگی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی اگرچہ اس کی ظاہری صورت کا تعلق یہ تماثل وتشابہ سے ہوتا ہے جو رواۃ حدیث کی زبانوں یا بالفاظ

(۱) حدیث مرفوع اور موضوعات میں امتیاز چنداں دشوار نہیں حتی کہ نیکی اور فضیلت کے حصول کی ترغیب کے لئے جو حدیثیں وضع کی جاتی ہیں ان کی پہچان بھی بہت آسان ہے۔ پروفیسر احمد خاں بہادر نے حدیث مرفوع اور موضوعات کے مابین فرق وامتیاز قائم کرنے کے لئے فطری استعداد کی خوب منظر کشی کی ہے دیکھئے۔

دیگر سلسلہ سند میں پایا جاتا ہے۔

اسی لئے محدثین کہا کرتے ہیں کہ:

''یہ حدیث متن وتسلسل کے لحاظ کے باطل ہے''۔

گویا اس کے بطلان کا انحصار محض تسلسل پر نہیں بلکہ متن حدیث کی ایک نرالی اور انوکھی یکسانی وہم آہنگی پر ہے۔

بظاہر یوں نظر آتا ہے کہ فرد اور غریب دونوں اصطلاحات صرف سند سے متعلق ہیں اور ان میں ربط وتعلق کی وجہ صرف تفرد کا پایا جاتا ہے اور بس مگر فکر دقیق اور نظر عمیق سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ان کا تعلق سند کی نسبت متن کے ساتھ زیادہ ہے۔ جس طرح محدثین شاذ اور منکر احادیث کی نقل وروایت کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے اسی طرح حدیث فرد اور غریب میں دلچسپی کا اظہار بھی ان کے یہاں پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ غریب احادیث کی خوبصورتی سے بھاگنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عزیز مشہور اور مستفیض احادیث کے متون سے ٹکراتی ہیں۔

جہاں تک حدیث کی اقسام ثلاثہ یعنی عزیز مشہور اور مستفیض کا تعلق ہے نقاد حدیث ان سے صرف اس لئے بحث کرتے ہیں تاکہ فرد اور غریب احادیث کو ایسے متون کے ساتھ تقویت بہم پہنچائی جائے جو ان کی شہادت دیتے اور تائید کرتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ غریب احادیث کی تائید صرف اسانید ورجال سے ممکن نہیں خواہ ان کی تعداد کتنی بھی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کے مقیاس ومعیار کا مدار وانحصار کیفیت پر ہے کمیت پر نہیں۔ اس لئے اضافی شہرت پر اظہار حیرت کی کوئی وجہ نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر چند احادیث فقہاء کے یہاں مشہور ہوں چند عوام کے نزدیک اور کچھ صوفیاء کی دانست میں تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں۔

متن حدیث کو جو اہمیت دی جاتی ہے اور جس کا ثبوت سطور بالا سے ملتا ہے۔ اس سے یہ حقیقت سمجھ آتی کہ محدثین کرام کس لئے اصول میں زیادہ تشدد سے کام لیتے تھے۔ جب کہ متابعات وشواہد میں اتنی سختی کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے اصول کے متن میں جس ثقاہت کی ضرورت ہے وہ ان فروعات میں مطلوب نہیں جن کا مقصد صرف اصلی احادیث کے

الفاظ ومعنی کی تائید وتقویت ہے اور بس اس سے یہ راز بھی افشاء ہوتا ہے کہ محدثین کس لئے متروک الحدیث راوی کی روایت سے استشہاد تک کے بھی روادار نہ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ متروک راوی میں حفظ وضبط نہیں ہوتا۔ بنابریں اس کی روایت کوشش کے باوجود حفظ وضبط سے عاری ہوتی ہے اس لئے انہوں نے یہ تفریق کردی کہ کس راوی کی روایت سے استشہاد درست ہے اور کس کی روایت اس قابل نہیں۔

جب ہمیں معلوم ہے کہ محدثین کے نزدیک شاہد (جس حدیث کو استشہاد وتقویت کے لئے لایا جائے) کی دو قسمیں ہیں:

(۱) لفظی (۲) معنوی

شاہد لفظی:۔ وہ ہے جو کسی حدیث کے الفاظ کو صراحۃ شامل ہو۔

شاہد معنوی:۔ کا آخری نتیجہ بھی وہی ہوتا ہے جو لفظی کا۔

اس لئے کہ اس سے بھی حدیث کے متن کی تقویت مقصود ہوتی ہے اگرچہ اس کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔ ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ متن حدیث کو اصول حدیث کے فن میں کیا اہمیت حاصل ہے۔

متن حدیث کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسناد سے متعلق مباحث کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ اصول حدیث کے فن میں سند ومتن دونوں کو یکساں اہمیت حاصل ہے ہم اسناد کی فضیلت کو ہرگز گھٹانا نہیں چاہتے ہم بلکہ کوئی منصف مزاج شخص بھی اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں سمجھتا کہ سند میں تشدد سے کام لینا کوئی بہت بڑا عیب نہیں ہے۔ جس پر ہمارے نیک طینت علماء کو کوسا جائے اس لئے کہ یہ تشدد بذات خود مقصود نہیں بلکہ اس کی اصلی غرض وغایت متن حدیث ہے جس کی خاطر سند کو دیکھا اور پرکھا جاتا ہے۔ سند کی تحقیق کی غرض وغایت احادیث صحیحہ کو موضوع احادیث سے ممتاز کرنا اور احادیث کو ان کے درجات کے مطابق ترتیب دینا ہے تاکہ علماء قانونی اجتماعی اقتصادی فوجی اور سیاسی مسائل میں ان سے استفادہ کر سکیں۔

یہ ایک بلند پایہ انسانی مقصد ہے جو جملہ احوال واطوار میں علوم اسلامیہ کے ساتھ لگا

رہا ہے اور کبھی بھی ان سے الگ نہیں ہوا۔ اسناد اس امت کی عظیم خصوصیت ہے اور اس میں امت مسلمہ دیگر اقوام سے منفرد ہے۔ اس امت کی اس ضمن میں انفرادیت سند کی اہمیت کو کم نہیں کرتی بلکہ یہ ایسی نادر فضیلت ہے۔ جس کی بناء پر ہمیشہ ہم اقوام عالم پر فخر کرتے رہیں گے۔

علاوہ ازیں ہم اس حماقت کے مرتکب نہیں ہونا چاہتے جس کا ارتکاب مستشرقین اور ان کے ''علم کثیر'' کے دام فریب میں آئے ہوئے تلامذہ حدیث نبوی سے بحث کرتے وقت کیا کرتے ہیں۔ مستشرقین کا انداز بحث یہ ہے کہ وہ سند و متن میں اس قسم کی تفریق پیدا کر دیتے ہیں جیسے ان دو شخصوں یا دو سوکنوں کے درمیان جن میں ملاقات کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ (۱)

محدثین کرام نے سند کی جانچ پرکھ کے لئے جو پیمانے مقرر کیے ہیں وہ متن کے پیمانوں سے الگ نہیں صرف توضیح تبویب اور تقسیم کا فرق ہے دگر ہیچ۔ زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ سند صحیح متن صحیح تک پہنچ کر ختم ہوتی ہے۔ اسی طرح جب حدیث کا متن قرین عقل و منطق ہو اور حس و مشاہدہ کے خلاف نہ ہو تو اس کی سند بھی صحیح ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نقاد حدیث کے جو مباحث اسناد اور شروط رواۃ کے ساتھ متعلق ہیں وہ بکمال سادگی و آسانی اس نتیجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جس سے کوئی مفر نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ متن حدیث کو جانچ پرکھ کر صحت حسن اور ضعف کے اعتبار سے اس کی درجہ بندی کی جائے۔

کتنا اچھا ہوتا کہ قاری کریم شروط راوی سے متعلق مباحث کو بڑے غور و فکر سے دوبارہ پڑھتا اندریں صورت وہ بچشم خود دیکھ لیتا کہ شروط رواۃ کے بارے میں نقاد حدیث کا تشدد حدیث نبوی کی تائید و حمایت کے لئے ایک وسیلہ ہے اور بس اسی تشدد کا تقاضا ہے کہ ان

---

(۱) جس طرح اسپرنگر نے "المجلة الاجتماعية الالمانية الشرقية" میں اپنے مقالہ بر عنوان "الحديث عند العرب" میں لکھا ہے اگرچہ اس مقالہ میں اس نے کسی حد تک اعتدال کے دائرہ میں رہ کر یہ لکھا ہے کہ محدثین سند میں اسی وقت حقیقی تشدد سے کام لیتے ہیں جب اس میں حلال و حرام سے متعلق مسائل مذکور ہوں ہم نے اس کی غلطی واضح کرتے ہوئے امام احمد کا قول نقل کیا تھا کہ جب ہم حلال و حرام سے متعلق مسائل بیان کرتے ہیں تو سختی سے کام لیتے ہیں اور جب فضائل کے باب میں کوئی روایت بیان کرتے ہیں تو سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔

شرائط کو مشترکہ انسانی پیمانوں میں رکھ کر جانچا پرکھا جائے۔ یہ انسانی مقیاس ومعیار اس قابل ہیں کہ ہر قوم وملت نئی ہو یا پرانی ان کو اخذ کرے اس لئے کہ یہ مقیاسات اپنی اکثر وبیشتر صورتوں میں ایک ایسے مقصد کے تحت صادر ہوئے ہیں جو اشخاص ان کے تقدس خوشامد اور نفاق سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

اس طریق کار میں القاب کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے مقیاس ومعیار ایک اضافی امر ہے بنا بریں اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ بعض صحابہ کو بھی تدلیس کے ساتھ متہم کیا گیا اسی طرح تصحیف کی نسبت امام مالک جیسے اکابر علماء کی جانب کی گئی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ سند نازل جب ثقہ راویوں سے مروی ہو تو اس کو ایسی سند عالی کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے جو غیر ثقہ راویوں سے منقول ہو۔

جو راوی بقید حیات ہوں ان سے روایت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں اس لئے معاصرت ایک عظیم حجاب ہے بخاری ومسلم میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر جرح وقدح کی گئی ہے۔ (۱)

اسی طرح مسند احمد میں بھی ضعیف احادیث موجود ہیں (۲) بلکہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ احادیث احاد کے بارے میں ایک عام جدال ونزاع قائم ہے کہ وہ صحت کی تمام شرائط کے پائے جانے اور اسلامی قانون کے اس پر مبنی ہونے کا باوصف ظن کا فائدہ دیتی ہیں یا یقین کا؟

محدثین نے احادیث کو جانچنے پرکھنے کے لئے جو پیمانے وضع کیے ہیں وہ زمانی ومکانی بھی ہیں اور تاریخی اور جغرافیائی بھی۔ جب راویوں نے جھوٹ بولنا شروع کیا تو نقاد حدیث تاریخ سے کام لینے لگے انہوں نے یہ شرط عائد کردی کہ رواۃ حدیث ان کے طبقات اور ان کی ولادت ووفات کی تاریخ معلوم کرنا ضروری ہے وہ جب رواۃ حدیث کا ذکر کرتے

(۱) صحیح بخاری کی ۱۱۰ احادیث پر جرح وقدح کی گئی ہے ان میں سے صحیح مسلم میں ۳۲ احادیث روایت کی گئی ہیں بخاری نے ۷۸ حدیثیں منفرد طور پر روایت کی ہیں مگر بقول ابن حجر ان احادیث میں جو علت پائی جاتی ہے وہ موجب قدح نہیں ہے۔ (۲) یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء مسند احمد پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب دیتے چلے آئے ہیں۔

تو ساتھ ہی بتادیتے کہ اس نے کہاں اور کس جگہ حدیثیں روایت کی ہیں۔

محدثین نے ایسے واقعات ذکر کیے ہیں جن پر صرف اس لئے تدلیس کا حکم لگایا گیا کہ راوی کو مروی عنہ کی تاریخ وفات معلوم نہیں۔ عام تاریخی حقائق کی خلاف ورزی کو حدیث کے موضوع ہونے کی دلیل قرار دیا گیا۔[1]

جب راوی مروی عنہ سے قبل وفات پا گیا ہو تو محدثین اس کو بھی علو نسبی کی صورتوں میں سے ایک قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ دونوں عدد اور تقدم سماع میں مساوی ہوں۔ علمائے حدیث کا قول ہے کہ مدنی راوی جب کوفیوں سے روایت کرتے ہیں تو اس میں لغزش کھا جاتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث کا سماع مختلف بلاد و اقالیم کے زیر اثر یکساں نوعیت کا نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ تدلیس کا عیب سب سے زیادہ اہل کوفہ اور کسی حد تک اہل بصرہ میں پایا جاتا ہے۔ محدثین کا کہنا ہے کہ مختلف ادوار میں بعض مسالک کے جو حامی و ناصر پائے جاتے تھے انہوں نے بھی حدیث نبوی پر کافی اثر ڈالا۔ زیادہ تر یہی اثر بعض احادیث کو موضوع قرار دینے کا موجب بنا۔ محدثین کا خیال ہے کہ تدلیس بلاد اور تدلیس شیوخ کے مابین کوئی بنیادی فرق نہیں پایا جاتا تدلیس بلاد میں ایسے بلاد و احصار کو دیکھنے کا دعوی کیا جاتا ہے جن کا مشاہدہ راوی نے نہیں کیا ہوتا۔

نقد حدیث کے بعض پیمانے نفسیاتی اور اجتماعی ہوتے ہیں۔ مثلاً جس حدیث میں ہر

---

(۱) مثلاً وہ حدیث جس میں اہل خیبر سے جزیہ معاف کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یہ کئی لحاظ سے جھوٹی روایت ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس میں سعد بن معاذ کی شہادت کا ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ سعد غزوہ خندق میں وفات پا چکے تھے اس میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ دستاویز معاویہ بن ابی سفیان نے تحریر کی حالانکہ حضرت معاویہ فتح مکہ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے تھے اور جزیہ کا حکم غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوا تھا (اللؤلو المرصوع فی مالا اصل ؟؟ وباصلہ موضوع) اس ضمن میں سب سے بہتر کتاب ڈاکٹر مصطفیٰ اسباعی نے ’’السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی‘‘ نامی تحریر کی ہے یہ کتاب انہوں نے الازہر یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ لینے کے لئے تحریر کی تھی رفیق مکرم ڈاکٹر سباعی نے طباعت سے قبل اس کتاب کا ذکر کیا تھا۔ میں نے کتاب ہذا کے طبع اول میں ذکر کیا تھا کہ میں نے یہ کتاب تاحال نہیں دیکھی اور یہ بھی بیان کیا تھا کہ رفیق محترم کتاب مذکور کو چھاپنا چاہتے ہیں اب یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے اور میں نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

یسہ (ایک خاص کھانے کا نام) کا ذکر کیا گیا ہے وہ موضوع ہے اس کا واضع محمد بن حجاج تخمی تھا جو ہریسہ [1] فروخت کیا کرتا تھا اسی طرح سعد بن طریف نے حدیث "تمہارے معلم سب سے زیادہ شریر ہیں" اس وقت وضع کی جب استاد نے اس کے لڑکے کو پیٹا۔ جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ جحفہ کے حمام میں داخل ہوئے باتفاق محدثین موضوع ہے [2] اس لئے کہ آپ کے زمانہ میں حمام نہیں ہوا کرتے تھے۔

حدیث نبوی کی جانچ پرکھ کے پیمانوں کی نزاکت واضح ہے۔ جس شخص سے ایک مرتبہ بھی کذب کا صدور ہوا ہو۔ اس کی روایت نا قابل قبول ہے اسی طرح اس غلط کار راوی کی روایت بھی قبول نہیں کی جاسکتی جو غلطی سے رجوع نہ کرتا ہو۔

محدثین کی قوت سماعت کا یہ عالم تھا کہ تصحیف سماع کو بھی بھانپ لیتے اگرچہ تصحیف نظر نہ بھی ہو مثلاً اکیل اور بکیر کی تصحیف۔ تعدیل کی نسبت جرح میں زیادہ حزم واحتیاط کی ضرورت ہے اس لئے کہ نقد حدیث کے پیمانے لوگوں کو آنحضور ﷺ پر دروغ گوئی کرنے سے روک دیتے ہیں۔ اس لئے سب کے ساتھ سختی کی ضرورت ہے تا کہ غلطی اور لغزش کا خطرہ باقی نہ رہے۔

جہاں تک متن حدیث کا تعلق ہے وضع کے تمام علامات کا مرکز ومحور صرف متن ہے مثلاً اعراب کی غلطی معنوی رکاکت عقل وحس کی مخالفت وعدد وعید میں مبالغہ آمیزی بلیغ کلام میں علمائے اصول اور متکلمین کی سی پیچیدگی پیدا کرنا برسر اقتدار طبقہ کی مدح سرائی کے لئے حدیثیں گھڑنا یہ سب ایسے مباحث ہیں جن کا تعلق متن کے ساتھ ہے۔ اور وہ اس لحاظ سے کہ متن میں ایک ایسی بات کا اضافہ کیا گیا ہے جو نبی اکرم ﷺ کے شایان شان نہیں ہے، یا حدیث میں ایسی عبارت کو شامل کیا گیا ہے جس کا صدور آنحضرت ﷺ سے ممکن نہ ہو مثلاً ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں غلامی کی آرزو کرنا۔ یہ اعتقاد بھی اسی قبیل سے ہے کہ حدیث میں عمداً تقدیم وتاخیر کذب ودروغ میں شامل ہے نیز یہ نظر یہ کہ دونوں حدیثوں میں تعارض کا باقی رہنا محال ہے۔ دونوں میں سے ایک یا تو دوسری کو منسوخ کر

(۱) تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص ۱۴۵۔ (۲) اللؤلو المرصوع ص ۳۵۔

دے گی یا اس کی تفصیل و تخصیص پر مشتمل ہوگی۔

مذکورہ صدر بیانات ایک مسلمہ حقیقت کی غمازی کرتے ہیں جس میں جدل ونزاع کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ جب اس بات کا فیصلہ ضروری ٹھہرا کہ محدثین کے مباحث سند ومتن میں سے کس کے ساتھ وابستہ ہیں تو اس میں شبہ کی کوئی مجال نہیں کہ یہ مباحث متن ہی سے متعلق ہیں اور سند صرف متن تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ووسیلہ ہے اور بس۔

جب اس کے ساتھ مختلف زمانوں میں راویوں کے ورع وتقوی طلب حدیث کی راہ میں صعوبات ومشکلات کے ہجوم اور حدیث نبوی کی قدر وقیمت کے احساس کو بھی شامل کرلیا جائے تو ہم بلا جھجک کہہ سکیں گے کہ دقت فکر ونظر میں اصول حدیث کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں مل سکتی۔ (۱)

یہ امر موجب حیرت ہے کہ جن مخطوطات ومدونات اور صحیفوں کا ذکر ہم نے کیا ہے ان کے مطالعہ کی زحمت اٹھانے کے بعد مستشرقین یہ دعوی کیونکر کرسکتے ہیں کہ استاد کے سوا متن کی صحت کا کوئی طریق ممکن نہیں۔ نیز یہ کہ عربوں نے محض سند ہی کے ساتھ اعتناء کیا ہے (متن کا خیال نہیں رکھا) حیرانی ہے کہ اکابر مستشرقین نے کس طرح یہ مغالطہ دینے کی جسارت کی اور محض حدیث اور محدثین کو ہدف تنقید بنانے اور اس کے نصوص ومتون کی اہمیت گھٹانے کے لئے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کرڈالیں۔ (۲)

جب مذکورہ صدر بیانات کے ساتھ ان تاریخی دستاویزات کو بھی شامل کرلیا جائے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابت حدیث کا آغاز عہد رسالت میں ہوچکا تھا تو مستشرقین اور ان کے ہمنواؤں کی حسین خوابوں اور امنگوں کے محل خود بخود منہدم ہوجاتے ہیں۔ ان تاریخی حقائق سے یہ صداقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ تعلیم وتربیت میں محدثین کے طرق ومناہج

---

(۱) اس کا اعتراف مشہور مستشرق گولڈزیر نے بھی کیا ہے مگر وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ یہ باریک بینی اور نزاکت خیال سند ومتن دونوں میں پائی جاتی ہے دیکھئے اس کی کتاب (Etudes Sur Latrad Islamique p.6)۔ (۲) مثلاً یہ کہ گولڈزیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی پر بھی طعن کرنے سے باز نہ رہ سکا پھر گولڈزیر سے احمد امین مصری نے یہ سبق سیکھا اور انکار حدیث کے فتنہ میں مبتلا ہوگیا۔

کیا تھے اور جن الفاظ کے ساتھ وہ حدیث کے اخذ وروایت کی مختلف صورتوں میں فرق کرتے تھے ان میں کس حد تک تشدد سے کام لیتے تھے۔

ان حقائق سے واضح ہو جاتا ہے کہ محدثین کرام اور اصول حدیث کے فن کی جس قدر بھی مدح وستائش کی جائے اس سے محدثین کے ان احسانات کا حق ادا نہیں ہوتا جو انہوں نے اسلامی اور انسانی تہذیب وثقافت پر کیے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اصول حدیث کے درس ومطالعہ سے ہماری ثقافت کی نشر واشاعت کے ذرائع کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہ طرق ومناہج ایسے ہیں جن سے پوری کائنات نا آشنا تھی اور پہلی مرتبہ ہمارے زرین دور میں انسانیت ان سے آگاہ ہوئی۔ ہمارے سوا دوسرے لوگ اس کے حقیقت شناس نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ یہ طرق ومناہج ہمارے روشن ذہن اور باعزت ماضی کی پیداوار ہیں اور انہوں نے ہماری ثقافت سے جنم لیا ہے جو بڑی وسیع اور جامع ہے۔

مزید برآں مستشرقین جنگ وپیکار کے فن میں خوب مہارت رکھتے ہیں شکوک وشبہات کے پھیلانے میں بھی ان کو ید طولی حاصل ہے۔ بخلاف ازیں ہم اسی چیز میں مہارت رکھتے ہیں جو ہمیں معلوم ہو، اور ہمیں اسی چیز کا علم ہوتا ہے جس کے ساتھ ہم عقیدت رکھتے ہوں ہمیں حرب وپیکار سے کوئی لگاؤ نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ ہماری آرزو صرف یہ ہے کہ لوگ حق کو بے حجابانہ دیکھ کر لیں اور ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری باقی نہ رہے۔ ان کلمات کے اصلی مخاطب ہمارے مہذب نوجوان عرب ہیں پھر وہ کیوں خاموش نہیں ہوتے؟ اور کیوں یقین نہیں رکھتے؟۔

خاتمہ

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کو اپنے بندوں کے لئے نافع بنائے اور تمام وہ مسلمان جو اس دار فانی سے جا چکے ہیں ان کے لئے بالخصوص اور باقیوں کے لئے بالعموم باعث اجر و ثواب بنائے (آمین) بجاہ النبی الکریم ۔

کتبہ العبد ابو محمد محسن گلزار نعمانی (قصور)

استاذ مدرسہ عربیہ عیدگاہ تلمبہ

و مدرسۃ الحسنین رئیس آباد تلمبہ

خانیوال

یوم الاحد ۲۰/۳/۱۴۳۱ھ بمطابق ۷/۳/۲۰۱۰ء